# ذکرِ صالحین

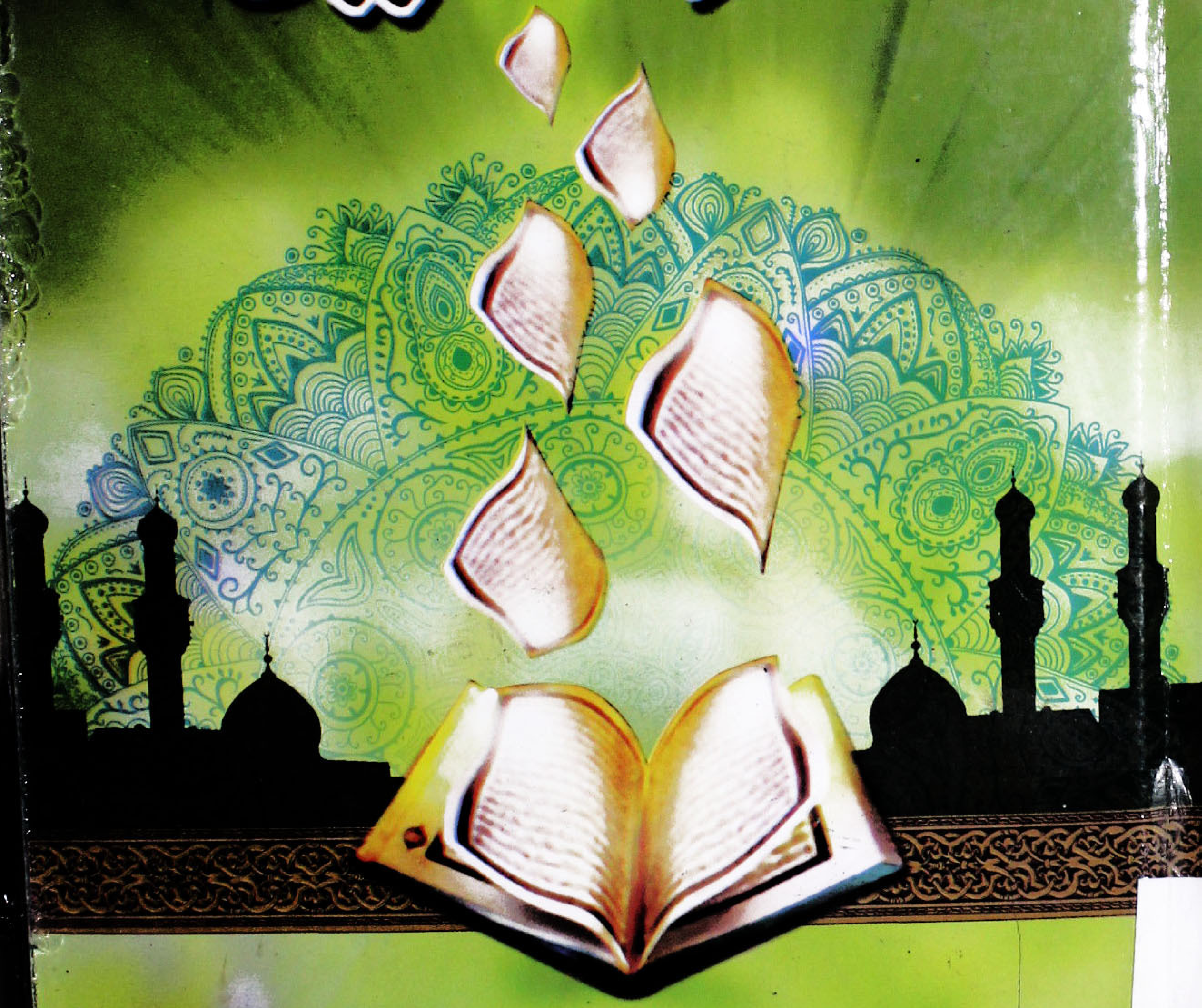

اختر شجاعت

Marfat.com

# ذکرِ صالحین

اختر شجاعت

ناشر

قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل

فسٹ فلور۔ شالیمار مارکیٹ، مین بلیوارڈ۔ ڈی ایچ اے۔ لاہور

Marfat.com

۱۱۷۴۹۹

﴾......جملہ حقوق محفوظ ہیں......﴿

2013ء

نام کتاب : "ذکرِ صالحین"

مصنفہ : شجاعت اختر

قیمت : -/500 روپے

باہتمام : علامہ عبدالستار عاصم

قانونی مشیر : رانا شہناز احمد خاں ایڈووکیٹ

ناشر : قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل

0333/323-4393422

ملنے کا پتہ:

مقبول اکیڈمی 199 سرکلر روڈ چوک، اردو بازار، لاہور

042-37324164

Marfat.com

# اِنتساب

سرورِ کونین آقائے دو جہاں

صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

کے نام

Marfat.com

Marfat.com

# ''فہرست مضامین''


| نمبر شمار | عنوان | | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| 1 | پیش لفظ | اختر شجاعت | 11 |
| 2 | حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | | 15 |
| 3 | مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کمالات اور معجزات | | 59 |
| 4 | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا | | 105 |
| 5 | امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا | | 158 |
| 6 | حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہا | | 204 |
| 7 | امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ | | 249 |
| 8 | حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا | | 292 |
| 9 | حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہا | | 342 |
| 10 | حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ | | 389 |
| 11 | کتابیات | | 423 |


Marfat.com

Marfat.com

# احوال واقعی !

اس کتاب کی مصنفہ میری دیرینہ دوست ہیں، اوران کے بارے میں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ۔ مجھے فخر ہے کہ اختر شجاعت جیسی محبت کرنے والی شخصیت میری دوست ہے۔فی زمانہ بے لوث دوست ناپید تو نہیں مگر کم کم ضرور ہیں۔مگر اختر شجاعت کا ذکر ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔

ذکر صالحین...... اختر کے وہ مضامین ہیں جو انہوں نے بڑی عرق ریزی سے تیار کیے اور ماہانہ نازنین میں شائع ہونے کے بعد پسندیدگی کی سند پا گئے۔

کتاب کے قارئین کا حلقہ بڑا بھی ہوتا ہے اور قدرے جدا بھی..... اسی لیے میں نے اختر سے کہا کہ ان مضامین کو کتابی شکل میں آجانا چاہیے۔

بے شک اس ٹائپ کی کتب بہت سی ہیں، مگر میرا یہ خیال ہے کہ ایسی کتب جتنی بھی زیادہ ہوں۔ وہ کم ہیں..... کہ ہم تاریک راہوں کے مسافر ہیں...... ظاہر داری پر مرنے والے لوگ، تکبر میں رچے ہوئے لوگ، اور ایسے لوگ جن کے ذہنوں پر جالے لگے ہوتے ہیں...... ہم بری باتوں کی تو حرص کرتے ہیں مگر اچھی باتوں کی نہیں..... اور ہم یہ تک نہیں سوچ پاتے کہ کیا ہماری زندگی کے قرینے...... ہمارے صالحین کی خاک پا تک بھی پہنچ پاتے ہیں یا نہیں....... اور بھی بے شمار باتیں ........ جن کے لیے ایسی کتابیں روشنی ہیں۔ راہنما ہیں...... ایسی روشنی جتنی بھی ہو....... وہ کم ہے۔!

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے گناہوں، غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور اپنے پیاروں میں شامل فرمائے۔ آمین۔ ثمہ آمین!

انجم انصار

مدیرہ

ماہنامہ پاکیزہ ڈائجسٹ کراچی

Marfat.com

# "مجھے کہنا ہے کہ........"

سب سے پہلے بحضور خالقِ کائنات میں تیری شان میں لکھوں کچھ...... مگر یہ سب کچھ میرے اپنے بس میں نہیں۔ کیونکہ اس کیلئے جو علم و ہنر درکار ہے وہ میری دسترس سے دور ہے۔ مگر پھر بھی مالک یہ کہنا چاہوں گی کہ تمام تر حمد و ثنا اور تمام تر تعریف کا سزاوار خدائے بزرگ و برتر تو ہی ہے۔ تو وحدہٗ لاشریک ہے جو امرِ کُن سے ہر شے کا پیدا فرمانے والا ہے۔ تو ہی ہر شے کا مالک حقیقی اور قادرِ مطلق ہے۔ جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے ایمان کا نور عطا کیا۔ بے حد درود و سلام ہو اس کے افضل ترین پیغمبر سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر........ جن کی خاطر اس بزم کو سجایا گیا اور آپ کے سر پر تاجِ ختمِ نبوت بھی سجایا گیا۔ آپ ہی کو قاب قوسین کی قربتوں سے نوازہ گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل پر........ اصحاب پر اور اللہ کے تمام بندوں پر اللہ کی بے پناہ رحمتیں نچھاور ہوں........۔

اپنی زندگی کے سفر کی ابتدا پر نظر ڈالوں تو خالق کائنات کے بعد جن ہستیوں نے مجھے اپنی بے پناہ محبتوں اور شفقتوں سے نوازہ وہ میرے عزیز از جان والدین تھے........ آج جو کچھ بھی ہوں ان کی دی ہوئی تربیت کی بدولت ہوں..... میرے والدین نے ہر قدم پر میرے حوصلہ افزائی کی۔ اور زندگی میں آگے بڑھنے کی ہمت

Marfat.com

دی...... میرے پڑھنے پڑھانے میں بے حد مدد کی۔ پھر جب اپنی تحریری سفر کا آغاز کیا........ اپنے اس سفر پر نظر ڈالوں تو اپنے اندر بے حد کی بے حد تشنگی کا احساس محسوس ہوتا ہے۔ بہت کچھ لکھنا چاہا مگر کبھی اپنی Job کی مصروفیات اور کبھی اپنی گھریلو مصروفیات نے اتنا کچھ نہ لکھنے دیا جو لکھنا چاہتی تھی۔ مگر یہ آتش شوق چنگاری کی شکل میں موجود رہی بجھی نہیں...... اپنے افسانے لکھنے کا آغاز ماہنامہ پاکیزہ سے کیا۔ میرے اس لکھنے کی دنیا میں موجود ایک بے حد مہربان، پُر خلوص اور تعاون کرنے والی ہستی نے میری بے حد حوصلہ افزائی کی...... اور سچ جانئے جو کچھ بھی لکھا ان کے اصرار پر لکھا وہ پیاری سی ہستی میری بے حد اچھی دوست غمگسار ساتھی انجم انصار کی ہے....... ان کے لیے کیا کہا جائے یہ تو خود اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں....... انہوں نے جب بھی کسی افسانے کی بات کی میں نے فوراً لکھا انہیں میں کبھی منع کر ہی نہ سکی...... زندگی آگے بڑھتی رہی بہت سی تحریریں لکھیں....... جو مختلف ڈائجسٹوں میں شائع ہوتی رہیں۔

بس پھر ایک دم زندگی میں ایک بے حد مختلف سی تبدیلی آئی....... ایک ایسا وقت آیا کہ اختر شجاعت کا پورا وجود کہیں کھو گیا۔ یہ ایسی تبدیلی تھی کہ جس نے اس کے سراپے کو، اسکے مزاج کو، اس کے ذوقِ مطالعہ کو اور لکھنے کے انداز کو سب کو بدل ڈالا........ تصوف کی کتابوں کا مطالعہ بڑھتا گیا اور جوں جوں اتنی قابل قدر قابل احترام ہستیوں کے کتب کا مطالعہ کیا جیسے جیسے بڑھتی گئی تو اپنی ذات کی کم مائیگی کا احساس ہوا۔ اپنی کم علمی اپنی کم فہمی کا بہت شدت سے احساس ہوا۔ ان ہستیوں کی اعلیٰ دارفع کتب کے مطالعے نے میرے گرد جہالت کے اندھیروں کو دور کرنا شروع کیا۔ (گو میں ابتک جہالت کے اندھیروں میں ہوں) علم کی روشنی میرے وجود میں

Marfat.com

ایک سکون اتارتی چلی گئی۔

آج کی اس مصروف دنیا میں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ تصوف کی اتنی سوئی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کر (ماسوائے ان کے جو اس کا شوق رکھتے ہیں۔) جب میں ان کتب میں بکھری ہوئی خوشبوؤں کو اپنے اندر سمیٹ رہی تھی تو یکا یک خیال آیا کیوں نہ اتنے قابل قدر علمی سرمائے میں سے ہر مہکتے باغ (تصنیف) جو جو بقول پسند آتے جائیں انہیں جمع کرتی رہوں اور جب ان پھولوں کا گلدستہ تیار ہو جائے تو اسے اپنے پڑھنے والوں کی خدمت میں پیش کر دوں۔ لہٰذا یہی سوچ رکھتے ہوئے ماہنامہ ''نازنین'' میں یہ مضامین لکھنے شروع کیا۔ یہاں شمع زیدی جیسی پیاری سی ساتھی نے تعاون کیا اور تقریباً یہاں چار سال بہت باقاعدگی سے لکھا۔

تو یہ تمام تر قابل قدر قیمتی مضامین میں اپنے بے حد قابل احترام بزرگ ہستیوں کے کتب سے لیتی رہی ہوں جن کا ذکر میں نے ہر مضمون کے آخر میں تحریر کیا ہے۔ ان سب کی بے حد شکر گزار ہوں اب ایک بار پھر انجم انصار کی محبت مجھے مجبور کر رہی ہے کہ چند مضامین کتابی شکل میں لائے جائیں تو لہٰذا.........

ہاں ایک ہستی کے تعاون کا اگر ذکر نہ کروں تو زیادتی ہو جائے گی وہ ہستی جناب افتخار سعید صاحب کی ہے۔ (جو میرے شوہر ہیں) ان قابل قدر تصانیف کو تلاش کرنا اور پھر ان کا جمع کرنا اور پھر میری اسٹیڈی میں ان کتب کا اضافہ کرنا غرضیکہ ان کا پورا پورا تعاون رہا....... میں اپنی ان تمام تعاون کرنے والی پر خلوص ہستیوں کی بے حد شکر گزار ہوں۔ اس کتاب میں جو مضامین شامل ہیں ان کے حوالے سے ایک بات آپ لوگوں سے شیئر کرنا چاہ رہی ہوں۔ ''جو محمد علی قادری صاحب ریسرچ اسکالر'' نے

Marfat.com

کہی ہے کہ بدقسمتی سے دور حاضر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو مناظرں اور مباحثوں کا موضوع بنایا جاتا ہے۔ کبھی نور و بشر کے جھگڑے، کبھی حیات النبی پر مناقشات، کہیں عید میلاد النبی کے موضوع پر بحث، کہیں علم غیب کے اثبات اور عدم اثبات پر مناظرے۔ آج یہی چیزیں عموماً مسجد و منبر کے موضوعات بن کر رہ گئی ہیں۔ ان ہی کے جواز اور عدم جواز پر مختلف مکاتب فکر کے علماء (الا ماشاء اللہ) اپنی تمام تر علمی قابلیت کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہ طرزِ عمل سراسر ادب و تعظیم رسالت کے تقاضوں کے منافی ہے۔

عقیدۂ رسالت کیلئے ضروری ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا جی تعلق استوار کیا جائے جو آپ کی تعظیم وتوقیر پر مبنی ہو۔ آج اس امت کی خستہ حالی اور گمراہی کا بنیادی سبب خوف خدا کی کمی۔ درِ مصطفیٰ سے دوری ہے مزید یہ کہ آپکی محبت و تعظیم، ادب و احترام اور اطاعت واتباع کے جوہر سے محرومی ہے۔ ہمارے مذہبی پیشواؤں کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے دلوں میں حضور اقدس کی محبت واطاعت کا جذبہ بیدار کریں اور ادب و تعظیم رسالت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپکی ذات اقدس کو موضوع بحث نہ بنائیں۔ اور اعتقادیات میں خود بھی افراط تفریط کا شکار نہ ہوں۔ اور عام لوگوں کو قرآن وسنت پر مبنی صحیح عقائد سے آشنا کریں اور سینوں کو عشقِ مصطفیٰ کے انوار و تجلیات کا مرکز بنائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں علوم مصطفیٰ کا فیض عطا فرمائے۔ اور حشر کے دن ہمارے برہنہ سروں کو حضور اقدس کی روائے شفاعت سے ڈھانپ لے۔ (آمین!)

دعاؤں کی طالب

اختر شجاعت

Marfat.com

# حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمام تر حمد ثنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ جو کل کائنات کا مالک اور خالق ہے۔ اے روشن دن کو ظاہر کرنے والے اور رات کو آرام، وسکون کا ذریعہ بنانے والے اور سورج و چاند کو مقرر حساب کے ساتھ چلانے والے۔ اے بخشش و کرم، قوت و طاقت، فضل و احسان اور جلال و بزرگی کے سرمایہ دار! اے اللہ اے رحم والے پروردگار! سوائے تیرے کوئی معبود نہیں، اے اللہ! تیرے لیے ہیں بہترین نام اور بلند ترین مثالیں، بزرگی اور تمام نعمتیں۔ اے اللہ! تو مجھے اُن لوگوں میں شامل نہ فرما کہ جب وہ صحیح وسالم ہوں تو غافل ہو جائیں اور جب بیمار ہوں تو تجھ سے خوف کریں' جب مال دار ہوں تو فریب دنیا کا شکار رہیں اور جب فقیر ہوں تو تجھ سے لو لگائیں، جب بیمار ہوں تو گناہوں سے توبہ کریں اور جب اچھے ہوں تو پھر گناہوں سے توبہ کریں اور جب اچھے ہوں تو پھر گناہوں میں مبتلا ہو جائیں۔ اے میرے رب! درود وسلام ہو اُس عظیم ہستی پر یعنی حضور اکرم ﷺ پر جو تیرے حبیب اور محبوب ہیں۔

یہ کرم اُن کا ہے اُن کی عطا ہے ورنہ
کس کو توصیفِ پیمبر کی ادا آتی ہے

سب سے پہلے میں اپنے پڑھنے والوں سے یہ گزارش کروں گی کہ سیرت مقدسہ کی تحریروں کو پڑھتے وقت ادب واحترام لازم ہے اور بہتر یہ ہے کہ پڑھنے سے

Marfat.com

پہلے دُرود و سلام ایک بار پڑھ کر اس کا مطالعہ شروع کریں اور جب تک دل جمعی باقی رہے پڑھے اور تھوڑی سی بھی اکتاہٹ محسوس ہو تو پڑھنا بند کر دیں۔ بے توجہی کے ساتھ ہرگز ہرگز نہ پڑھیں۔ کیوں کہ جن پر کائنات عالم کی تمام عظمتیں قربان ہیں، اُس عظیم المرتبت ہستی کی سیرت کے مطالعے کے وقت آپ انتہائی ادب و احترام کا پیکر بن کر تعظیم و توقیر کے جذبات سے اپنے قلب و دماغ کو منور کر کے اس تصور کے ساتھ پڑھیں کہ اس کا ایک ایک لفظ آپ کے لیے برکات کا خزانہ ہے، اور گویا آپ حضور اکرم ﷺ کے مقدس دربار میں حاضر ہیں، حضرت ابو ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ مومن پر واجب ہے کہ ذکر کیا جائے تو وہ پُر سکون ہو کر نیاز مندی و عاجزی کا اظہار کرے اور اپنے قلب میں آپ کی عظمت اور ہیبت و جلال کا ایسا ہی تاثر پیدا کرے جیسا کہ آپ کے روبرو حاضر ہونے کی صورت میں آپ کے جلال و ہیبت سے متاثر ہونا۔

حضرت قاضی علامہ عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''حضور انور ﷺ کی وفات المقدس کے بعد بھی ہر اُمتی پر آپ کی اتنی ہی تعظیم و توقیر لازم ہے جتنی کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔ چنانچہ خلیفۂ ابو جعفر منصور عباسی جب مسجد نبوی میں آکر زور زور سے بولنے لگا تو حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے اُس کو یہ کہہ کر ڈانٹ دیا کہ اے امیر المومنین! یہاں بلند آواز سے گفتگو نہ کیجئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے حبیب کے دربار کا یہ ادب سکھایا ہے کہ:

ترجمہ ''یعنی نبی کے دربار میں اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔'' یہ سُن کر خلیفہ لرزہ بر اندام ہو کر نرم پڑ گیا۔ تو آپ کی وفات اقدس کے

Marfat.com

بعد بھی اتنی ہی تعظیم واجب ہے جتنی آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

کچھ نہ تھا... نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ سورج نہ چاند، نہ دن نہ رات، نہ پھل نہ پھول، نہ بادل نہ برسات، نہ چرند نہ پرند، نہ دریا نہ سمندر، نہ ہوا نہ پانی، نہ شجر نہ حجر... کچھ نہ تھا۔ بس وہی تھا۔ وہی ہمارا رب، ہمارا خالق، ہمارا پروردگار، ہمارا اللہ صرف وہی تھا۔ پھر کائنات کی فضاؤں میں ایک نور چمکا اور اُس نور کو ربّ تعالیٰ نے اپنے حجابات میں رکھا۔ اُس وقت لوح، قلم، جنّت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند جن وانس کچھ نہ تھا۔

آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔"

کون جانے یہ نور کب ظاہر ہوا بس اتنا پتا چلتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا۔ "تمہاری عمر کتنی ہے؟" انہوں نے عرض کیا "اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستّر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا جسے میں نے اپنی عمر میں ستّر ہزار مرتبہ دیکھا۔"

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا "اے جبرائیل! میرے رب کے عزت وجلال کی قسم وہ ستارہ میں ہی ہوں۔"

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کائنات کی ہر شے میں نور محمدی ﷺ کی جلوہ گری ہے

Marfat.com

تو گویا ہم اعتراف کرتے ہیں کہ کائنات کی ہر شے اپنی تخلیق میں نورِ محمدی ﷺ کی مرہونِ منّت ہے۔ آپ ﷺ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوگئی تو اُنہوں نے آپ کے واسیلے سے مغفرت کی دُعا فرمائی۔ ربّ تعالیٰ نے پوچھا۔ ''محمد کو کیسے پہچانا۔'' عرض کیا ''آنکھ کھولتے ہی سرِ عرش پہ کلمہ لکھا دیکھا۔ ''لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ'' فرمایا میں نے تمہیں بخش دیا اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ وہ تمہاری اولاد میں سے آخری نبی ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو میں تمہیں نہ پیدا کرتا۔'' یہ روایت ابن تیمیہ نے فتاویٰ کبریٰ میں نقل کی ہے انجیل برنا باس اور انجیل یوحنا میں بھی اس عالمگیر حقیقت کا ذکر ملتا ہے۔ انجیل برنا باس میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ''میں نے محمد ﷺ کی خاطر تمام اشیاء بنائی ہیں تا کہ اُس کے وسیلے سے تمام اشیاء میری صفت وثنا کریں۔''

اس انجیل برنا باس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جب پوچھا گیا کہ آنے والے رسول کا کیا نام ہوگا تو آپ نے فرمایا۔ ''اُس کا نام محمد ہوگا کیوں کہ اللہ نے جس وقت اُس کی روح پیدا کی یہی نام رکھا تھا اور اُس روح کو ایک آسمانی نور میں رکھا تھا اور فرمایا تھا۔ محمد! انتظار کیجئے میں آپ کی خاطر جنّت، دنیا اور بکثرت مخلوق پیدا کروں گا جس پر آپ کو گواہ بناؤں گا، جو تجھ پر سلام بھیجے گا اُس پر سلام بھیجا جائے گا اور انجیل یوحنا میں ہے کہ ''ساری چیزیں اُس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں، جو کچھ پیدا ہوا ہے اُس میں سے کوئی چیز بھی اُس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی، اُس میں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھا۔ مندرجہ بالا حقائق وشواہد سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کا نور

Marfat.com

کائنات کے ذرّے ذرّے میں جاری و ساری ہے اور بے شک آپ ﷺ وجہ تخلیق کائنات ہیں۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے نور محمدی ﷺ کو پیدا فرمایا، پھر اس نور سے تخلیق کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہاں اُن ہی کے نور سے کائنات کا ذرّہ ذرّہ روشن ہوا، قرآن حکیم کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ لاکھوں برس پہلے جب دنیا آباد نہ ہوئی تھی، ابھی وہ نور دنیا میں ظاہر نہ ہوا تھا کہ دنیا میں آنے والے ہزاروں پیغمبروں سے اُن کے پروردگار نے ایک تاریخی اور یادگار عہد لیا، خود پروردگار عالم اس عہد کو ان الفاظ میں یاد دلا رہا ہے کہ:

اور ہاں! یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا۔

''جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو ضرور ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اُس کی مدد کرنا'' اور فرمایا۔ ''کیوں تم نے اقرار کیا اور اُس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟'' سب نے عرض کیا۔ ''ہم نے اقرار کیا۔'' فرمایا۔ ''تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں'' آپ'' تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔'' (سورۂ آل عمران: 81) نورِ محمدی کی تخلیق کے لاکھوں برس بعد جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو یہ نور مبارک ان کی پشت میں رکھ دیا گیا۔ انجیل برناباس کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے آنکھ کھولی تو فضاؤں میں ایک چمکتی دمکتی تحریر دیکھی۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رّسول اللہ دیکھ کر وہ حیران ہو گئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: مجھ سے پہلے بھی انسان

Marfat.com

ہوئے ہیں؟ اس بارگاہِ عالی سے جواب آیا ''اے میرے بندے آدم! تمہارا آنا مبارک ہو، میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا ہے اور جس کا نام تُو نے دیکھا وہ تیرا ہی بیٹا ہے لیکن وہ آج سے سالوں بعد دنیا میں آئے گا اور میرا پیغمبر ہو گا۔ اُس کے لیے میں نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہ جب آئے گا تو دنیا کو روشن کر دے گا، یہ وہی ہے جس کی روح تخلیق کائنات سے ساٹھ ہزار برس پہلے ایک آسمانی نور کی شکل میں تھی۔''

یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے حضور التجا کی کلمہ طیبہ کے دونوں جز اُن کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں پر آجائیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے پر لا الٰہ الا اللہ اچانک ظاہر ہوا اور الٹے ہاتھ کے انگوٹھے پر محمد رسول اللہ۔ آپ نے دیکھتے ہی بے تابانہ اپنے انگوٹھے چوم لیے اور آنکھوں سے لگائے اور فرمایا:

''مبارک ہو وہ دن جس دن تو اس دنیا میں تشریف فرما ہو۔'' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اس سنت پر عمل کیا اور آج مسلمانان عالم کی ایک کثیر تعداد اس سنت پر عمل کر رہی ہے۔

علامہ ابن جوزی نے سیدنا وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مزید تفصیلات لکھی ہیں اور لکھا ہے۔ ''یہ نورِ مبارک آدم علیہ السلام کی پشت میں ودیعت رکھا گیا۔ پھر یہ نور پاک اور طاہر پشتوں میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ عبداللہ کی پشت تک پہنچا اور پھر پیکر بشری میں ظاہر ہوا۔ یہ نور دیکھنے والوں نے عبداللہ کی پیشانی میں دیکھا پھر یہ نور حضرت آمنہ کے بطن میں منتقل ہو گیا۔ انبیاء علیہم السلام آپ کی آمد آمد

Marfat.com

کا اعلان کرتے رہے اور آرزوئیں کرتے رہے، تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کیا:

''اے ہمارے رب! اور بھیج ان میں ایک رسول اُن ہی میں سے کہ اُن پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور اُنہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور اُنہیں خوب ستھرا فرمائے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔'' (سورۂ بقرہ:129)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ آخری اعلان فرمایا: ''اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اُن رسول کی بشارت سُناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام ''احمد'' ہے۔ (سورۂ صف:6)

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''عنقریب نعمتوں کو اُن کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکواۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں، وہ غلامی کریں گے اُس رسول بے پڑھے، غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت میں اور انجیل میں، وہ اُنہیں بھلائی کا حکم دے گا اور بُرائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں اُن کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں اُن پر حرام کرے گا اور اُن پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو اُن پر تھے اُتارے گا تو وہ جو اُس پر ایمان لائیں اور اُس کی تعظیم کریں اور اُسے مدد دیں اور اُس نور کی پیروی کریں جو اُس کے ساتھ اُترا۔ وہی بامراد ہوئے۔'' (سورۂ الاعراف:156-157)

بعثت نبوت سے تقریباً ڈھائی ہزار برس پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے

Marfat.com

بشارت دی۔

ولادت نبوی سے دو ہزار برس پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کی بشارت دی اور آپ کی مندرجہ ذیل نشانیاں بیان فرمائیں۔

1) وہ غیب کی خبریں بتائیں گے۔

2) حضرت اسماعیل کی اولاد میں ہوں گے۔

3) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو منسوخ کریں گے۔

4) بے پڑھے ہوں گے۔

5) امانت دار ہوں گے۔

6) کسی کو قتل نہیں کریں گے۔

اللہ اکبر! یہ ساری علامتیں اور نشانیاں سرکار دو عالم ﷺ میں موجود تھیں۔

:❄:❄:❄:❄:❄:

ایک اور اہم واقعہ جو تاریخ کے سینے میں محفوظ ہے وہ بتانا چاہوں گی تاکہ ایمان تازہ ہو، ولادت نبوی سے ہزار سال قبل دنیا کا حکمران تبّع اوّل (حمیر بن وردع) چار ہزار علماء و دانش ور اور ایک فوج کے ساتھ سفر پر نکلا۔ وزیر خاص عمار بھی اُن کے ساتھ تھا۔ جب صحرائے مدینہ سے گزر ہوا تو یہاں ایک خیمے کے سوا کچھ نہ تھا۔ مگر توریت و زبور کے عالم جانتے تھے کہ یہاں ایک آنے والا ہے۔ چار سو علماء نے عرض کیا۔ ''ہم کو یہیں رہنے دیں۔'' پوچھا۔ ''کیوں؟''

تو بتایا کہ یہاں ایک رسول اُمّی مبعوث ہونے والا ہے جس کا نام ''محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا وہ ہجرت کرکے یہاں آئے گا اور یہیں بس جائے گا۔''

۱۱۲۴۹۹

Marfat.com

تبعؑ اوّل نے یہ سُن کر حکم دیا کہ مدینے میں ایک بستی بسائی جائے اور چار سو مکان بنائے جائیں۔ پھر سرکارِ دو عالم ﷺ کے نام ایک عریضہ لکھا اور ایک عالم کو دیا کہ جب اس رسولِ اُمّی کا ظہور ہو تو اُن کی خدمت میں یہ عریضہ پیش کر دینا۔ خدا کی شان جس عالم کو یہ خط دیا تھا سرکارِ دو عالم ﷺ کے میزبانِ اوّل حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عالم کی اولاد میں سے تھے۔ جب بعثت نبوی کا شور ہوا تو مدینہ منورہ سے ابو لیلیٰ یہ خط لے کر مکہ معظّمہ اور دربارِ نبوی میں حاضر ہوئے دیکھتے ہی فرمایا۔ ''تم ابو لیلیٰ ہو؟'' ابو لیلیٰ حیران رہ گئے پھر فرمایا۔ تبعؑ اوّل کا خط لاؤ، ابو لیلیٰ نے خط پیش کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم دیا کہ خط پڑھ کر سناؤ آپ نے یہ خط پڑھ کر سنایا۔ سُن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور فرمایا۔ ''نیک بخت بھائی، شاباش'' تاریخ کے اوراق میں اس خط کا پورا متن محفوظ ہے، یہ بھی ایک معجزہ ہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

سرکارِ دو عالم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو پانچ ادوار پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1) پہلا دور: خلقتِ محمدی سے ظہورِ قدسی تک۔ (یہ دَور لاکھوں سالوں پر محیط ہے)

2) دوسرا دور: ظہورِ قدسی سے بعثتِ نبوی تک۔

3) تیسرا دور: بعثتِ نبوی سے ہجرتِ نبوی تک۔

4) چوتھا دور: ہجرتِ محمدی سے وصالِ محمدی تک۔

5) پانچواں دور: وصالِ محمدی سے جلوسِ محمدی تک۔

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضور اکرم ﷺ پیر کے روز بارہ ربیع الاوّل کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان و نسب نجابت و شرافت میں تمام دنیا کے خاندانوں سے اشرف

Marfat.com

واعلیٰ ہے۔اور یہ وہ حقیقت ہے کہ آپ کے بدترین دشمن کفارمکہ بھی کبھی اس سے انکار نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت سفیان نے جب وہ کفر کی حالت میں تھے بادشاہ روم ہرقل کے بھرے دربار میں اس حقیقت کا اقرار کیا کہ نبی ﷺ ''عالی خاندان'' ہیں۔حالانکہ اُس وقت وہ آپ کے بدترین دشمن تھے اور اگر ذرا سی بھی گنجائش ہوتی تو آپ کی ذات پاک پر کوئی عیب لگا کر بادشاہ روم کی نظروں سے آپ کا وقار گرا دیتے۔تو آپ کا خاندان اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ کوئی بھی حسب ونسب والا اور نعمت و بزرگی والا آپ کے مثل نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کے خاندان نبوّت میں سبھی حضرات اپنی گونا گوں خصوصیات کی وجہ سے بڑے نامی گرامی ہیں مگر چند ہستیاں ایسی ہیں جو آسمان فضل وکمال پر چاند تارے بن کر چمکے۔ان باکمال میں سے ''فہر بن مالک'' بھی ہیں اُن کا لقب ''قریش'' ہے اور اُن کی اولاد قریشی یا قریش کہلاتی ہے۔

''فہر بن مالک'' قریش اس لیے کہلاتے ہیں کہ قریش ایک سمندری جانور کا نام ہے جو بہت ہی طاقتور ہوتا ہے اور سمندری جانوروں کو کھا ڈالتا ہے۔ یہ ہمیشہ دوسروں پر غالب رہتا ہے، چونکہ فہر بن مالک اپنی شجاعت اور خداداد طاقت کی بنا پر قبائل عرب پر غالب تھے اس لیے تمام اہل عرب ان کو قریش کے لقب سے پکارنے لگے۔حضور ﷺ کے ماں باپ دونوں کا سلسلہ نسب فہر بن مالک سے ملتا ہے اس لیے آپ ماں باپ دونوں کی طرف سے قریشی ہیں۔آپ کے دادا کا اصلی نام شیبہ ہے جو عبدالمطلب کہلاتے تھے یہ بڑے ہی نیک، نفس اور عابدو زاہد تھے۔عقیدے کے لحاظ سے موحد تھے، آپ کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ ہمارے حضور رحمت عالم ﷺ کے والد ماجد ہیں، یہ عبد المطلب کے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈلے اور پیارے تھے۔ چونکہ ان کی پیشانی میں نور محمدی اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ جلوہ گر تھا اس لیے حُسن و خوبی کے پیکر اور جمال صورت وکمال سیرت کے آئینہ دار اور عفت و پارسائی میں یکتائے روزگار تھے۔ قبیلہ قریش کی تمام حسین عورتیں آپ سے شادی کی خواستگار تھیں۔ عجیب اتفاق کہ ایک دن حضرت عبداللہ شکار کے لیے جنگل میں تشریف لے گئے تھے۔ ملک شام کے یہودی علامتوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخر الزّماں کے والد ماجد یہی ہیں۔ چنانچہ اُن یہودیوں نے حضرت عبداللہ کو بارہا قتل کر ڈالنے کی کوشش کی، اِس مرتبہ بھی یہودیوں کی ایک بڑی جماعت مسلح ہو کر اُن کے قتل کے ارادے سے جنگل میں گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت نے اِس مرتبہ بھی اپنے فضل وکرم سے بچالیا۔ تب ہی چند ایسے سوار جو اس دنیا سے مشابہت نہ رکھتے تھے اچانک نمودار ہوئے اور یہودیوں کو مار بھگایا اور عبداللہ کو بہ حفاظت اُن کے مکان تک پہنچا دیا۔ ''وہب بن مناف'' بھی اِس دن جنگل میں تھے اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا اور اُن کو عبداللہ سے بے انتہا محبت وعقیدت پیدا ہو گئی۔ اور گھر آ کر یہ ارادہ کیا کہ اپنی نورِ نظر ''آمنہ'' کی شادی عبداللہ سے کروں گا۔ چنانچہ اپنے چند دوستوں کے ذریعے اپنی اِس خواہش کا ظہار عبدالمطلب سے کیا۔ حضرت عبدالمطلب پہلے ہی اپنے بیٹے عبداللہ کے لیے جن خوبیوں کی مالک لڑکی کی تلاش میں تھے وہ ساری خوبیاں اُنہیں حضرت آمنہ بنت وہب میں نظر آئیں، آپ نے خوشی خوشی اس رشتے کو منظور کر لیا۔ چنانچہ چوبیس سال کی عمر میں حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہو گیا اور نور محمد

Marfat.com

حضرت عبداللہ سے منتقل ہو کر حضرت بی بی آمنہ کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہو گیا۔ اور جب حمل شریف کو دو مہینے پورے ہو گئے تو عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو تجارت کے لیے ملک شام روانہ کیا۔ وہاں سے واپس لوٹتے ہوئے مدینے میں اپنے والد کے ننہیال ''بنو عدی بن نجار'' میں ایک ماہ بیمار رہ کر پچیس برس کی عمر میں وفات پا گئے اور وہیں ''دارِ نابغہ'' میں مدفون ہوئے۔ آپ کی وفات کی خبر جب ملی تو سارا گھر ماتم کدہ بن گیا۔

حضرت عبداللہ کا ترکہ ایک لونڈی ''اُمّ ایمن'' جس کا نام برکتہ تھا، کچھ اونٹ، کچھ بکریاں تھیں یہ سب ترکہ حضور اکرم ﷺ کو ملا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

جب سرکارِ دو عالم ﷺ کی ولادت کی گھڑی قریب آ رہی تھی بے حد روشن چاندنی رات تھی ستارے چمک رہے تھے، طلوع صبح قریب تھی۔ تب ہی خاموش فضا میں ایک آواز اُبھری، سب نے سنی ایک عینی شاہد حضرت ابو نعیم صحابی نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس تاریخی واقعہ کا ذکر یوں فرمایا:

''میں سات برس کا تھا۔ ایک دن پچھلی رات کو وہ سخت آواز آئی، کیا دیکھتا ہوں کہ مدینے کے ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لیے چیخ رہا ہے۔ لوگ اس کی آواز پر جمع ہو گئے۔ وہ بولا۔ یہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا، یہ ستارہ کسی نبی ہی کی پیدائش پر طلوع ہوتا ہے اور اب انبیاء میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں۔''

عیص نامی ایک شامی راہب اس خیال سے مکہ مکرمہ میں بس گیا کہ آپ کی آمد کا وقت قریب آ رہا تھا۔ وہ آپ کے انوار سے منور ہونا چاہتا تھا۔ حسن اتفاق جس

Marfat.com

روز آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اُسی روز عبدالمطلب اُس سے ملنے گئے، دیکھتے ہی کہنے لگے۔

''بے شک وہ لڑکا جس کے متعلق میں تمہیں باتیں سناتا تھا۔ آج پیر کے دن پیدا ہو چکا ہے اور بہ حیثیت نبی ان کی بعثت بھی پیر کے دن ہوگی اور اُن کا وصال بھی پیر کے روز ہوگا۔ اور آج کی رات اُن کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے، آپ اُس کے جدِ امجد ہیں۔''

جب آپ ﷺ کا ظہور اس کائنات میں ہوا تو ایک نور پھوٹا۔ حضرت عبد المطلب نے کعبے کے بتوں کو سرنگوں ہوتے دیکھا، قصر کسریٰ کے چودہ کنگرے زمیں بوس ہوتے دیکھے گئے۔ آتش کدۂ فارس جو ہزاروں سال سے روشن تھا وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ''جس رات حضور ﷺ کی تشریف آوری ہوئی میرے والدہ حضرت آمنہ کے پاس حاضر تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں گھر کی جس چیز پر نظر ڈالتی وہ پُر نور نظر آتی۔ میں ستاروں پر نگاہ ڈالتی تو کیا دیکھتی کہ وہ اس گھر سے قریب آ رہے ہیں، اس حد تک کہ میں بول پڑی کہ ستارے میرے اوپر ہی گر پڑیں گے۔''

بے شک ظہور قدسی کی رات کوئی معمولی رات نہ تھی، علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

''رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری والی رات بڑی مقدس، بڑی مبارک، بڑی عظیم اور بڑی پُر نور رات تھی۔'' شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں امام قسطلانی سے یہی الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ شبِ ولادت خوشی کا عجب سماں تھا۔ جب ولادت باسعادت کی خوش خبری سرکار دو عالم ﷺ کے چچا ابولہب کو اُس کی

Marfat.com

کنیز ثوبیہ نے سنائی تو ابولہب نے خوشی میں اس کو آزاد کر دیا۔ جب ابولہب مر گیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا، ابولہب نے بتایا کہ وہ بہت تکلیف میں ہے لیکن پیر کے دن تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ سرکار کی پیدائش کی خوشی میں اُس نے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

وہ نور جو تخلیق کائنات سے پہلے، بہت پہلے پیدا ہوا تھا۔ وہ اپنا طویل سفر طے کر کے پیکر بشری میں اِس عالم میں آچکا تھا۔ آپ اشرف الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ جب اس عالم میں رونق افروز ہوئے تو انتہائی پاکیزہ بدن، ناف بریدہ، ختنہ کیے ہوئے اخوشبو میں بسے ہوئے مکہ مکرمہ میں اپنے والد کے مکان میں پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالمطلب اُس وقت طواف کعبہ میں مشغول تھے۔ خوش خبری سُن کر آپ آئے اور پوتے کو والہانہ کلیجے سے لگا لیا پھر کعبہ میں لے جا کر خیر و برکت کی دعا مانگی اور ''محمد'' نام رکھا۔

پھر آپ کی حیات ظاہری کی منزلیں طے ہونا شروع ہوئیں۔ بچپن میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت ثوبیہ کا دودھ نوش فرمایا۔ پھر اپنی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ کا اور پھر حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ کیوں کہ شرفاء عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے گردونواح کے دیہاتوں میں بھیج دیتے تھے کہ صاف ستھری آب و ہوا میں بچوں کی تندرستی اور جسمانی صحت بھی اچھی ہو جاتی تھی اور وہ خالص اور فصیح عربی زبان بھی سیکھ جاتے تھے کیوں کہ شہر کی زبان باہر کے آدمیوں کے میل جول سے خالص فصیح و بلیغ زبان نہیں رہا کرتی تھی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس آنے کے بعد آپ کے گھر پر آپ کے

Marfat.com

جانوروں پر برکتیں نازل ہونا شروع ہوگئیں اور آپ یہاں گاؤں کی پُر فضا ہوا میں پرورش پانے لگے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک دن آپ چراگاہ میں تھے کہ ایک دم حضرت حلیمہ کے فرزند ''ضمرہ'' بد حواس دوڑتے ہوئے گھر آئے اور کہا ''اماں جان! بڑا غضب ہوگیا'' محمد ﷺ کو تین آدمیوں نے جو بہت ہی سفید لباس پہنے ہوئے تھے چت لٹا کر اُن کا شکم پھاڑ ڈالا اور میں اسی حال میں اُن کو چھوڑ کر بھاگ آیا ہوں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ اور اُن کے شوہر دونوں بدحواس ہو کر جنگل میں پہنچے تو آپ ﷺ زرد اور اُداس چہرے کے ساتھ بیٹھے نظر آئے۔ ''بیٹا! کیا بات ہے؟'' حضرت حلیمہ نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں پیار سے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تین شخص جن کے کپڑے بہت ہی سفید اور صاف ستھرے تھے میرے پاس آئے اور مجھ کو چت لٹا کر میرا شکم چاک کر کے اُس میں سے کوئی چیز نکال کر باہر پھینک دی اور پھر کوئی چیز میرے شکم میں ڈال کر شگاف سی دیا لیکن مجھے ذرا سی بھی تکلیف نہیں ہوئی۔

یہ واقعہ سُن کر حضرت حلیمہ اور اُن کے شوہر بہت گھبرائے سوچا کہ کہیں بچے پر اوپری اثر نہ ہو۔ فوراً ساتھ لے کر مکہ مکرمہ واپس آئے۔ حضرت آمنہ اُن کے واپس آنے پر سخت حیران ہوئیں اور اس قدر جلد آنے کی وجہ دریافت کی۔ تب آپ نے شقِ صدر (شکم چاک کرنے کا واقعہ) کا بیان کیا۔ اور آسیب کا شبہ ظاہر کیا تو حضرت بی بی آمنہ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں میرے نورِ نظر پر ہرگز ہرگز کبھی بھی کسی جن یا شیطان کا عمل دخل نہیں ہوسکتا۔ پھر آپ نے ایامِ حمل اور وقتِ ولادت کے حیرت انگیز واقعات سُنا

Marfat.com

کر حضرت حلیمہ سعدیہ کو مطمئن کر دیا۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کو حضرت بی بی آمنہ کے سپرد کر کے گاؤں واپس لوٹ گئیں اور آپ والدہ ماجدہ کی آغوش میں پرورش پانے لگے۔ جب آپ حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگے تو حضرت اُمّ ایمن جو آپ کی والدہ کی باندی تھیں آپ کی خاطر داری اور خدمت گزاری میں دن رات جی جان سے مصروف رہنے لگیں، یہی آپ کو کھانا کھلاتیں، کپڑے پہناتیں اور کپڑے دھویا کرتی تھیں۔ آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارث سے اُن کا نکاح کر دیا تھا۔ جن سے حضرت اسامہ بن زید پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا شاہ عبداللہ العزیز صاحب محدّث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے سورۂ ''الم نشرح'' کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ چار مرتبہ آپ کا مقدس سینہ چاک کیا گیا اور اس میں نور و حکمت کا خزانہ بھرا گیا۔ پہلی مرتبہ جب آپ حضرت حلیمہ کے گھر تھے اُس کی حکمت یہ تھی کہ حضور ﷺ ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور شرارتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ دوسری بار دس برس کی عمر میں ہوا تا کہ جوانی کی پر آشوب شہادتوں کے خطرات سے آپ بے خوف ہو جائے۔ تیسری بار غار حرا میں شقِ صدر ہوا۔ اور آپ کے قلب میں نور سکینہ بھر دیا گیا تا کہ آپ وحی الٰہی کے عظیم اور گراں بار بوجھ کو برداشت کر سکیں۔ چوتھی مرتبہ شبِ معراج میں آپ کا مبارک سینہ چاک کر کے نور و حکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا تا کہ آپ کے قلبِ مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدار الٰہی کی تجلّیوں اور کلام ربانی کی ہیبتوں اور عظمتوں کے متحمل ہو سکیں۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

حضور اقدس ﷺ کی عمر شریف جب چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ کے دادا کے ننہیال بنو عدی نجار میں رشتے داروں سے ملاقات یا اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئیں۔ حضرت اُمّ ایمن بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ وہاں سے واپسی پر ''ابواء'' نامی گاؤں میں حضرت بی بی آمنہ کی وفات ہوگئی اور وہ وہیں دفن ہوئیں۔ حضرت بی بی آمنہ کی وفات کے بعد حضرت اُمّ ایمن آپ کو مکہ مکرمہ لائیں اور آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے سپرد کیا اور دادا نے آپ کو اپنی آغوشِ تربیت میں انتہائی شفقت ومحبت کے ساتھ پرورش کی۔ جب آپ کی عمر آٹھ برس کی ہوگئی تو آپ کے دادا کا بھی انتقال ہوگیا۔

عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے آپ کو اپنی آغوش، تربیت میں لے لیا، حضور ﷺ کی نیک خصلتوں اور دل لبھا دینے والی بچپن کی پیاری اداؤں نے ابو طالب کو ایسا گرویدہ کیا کہ آپ ہر وقت اُنہیں اپنے ساتھ رکھتے۔

ابو طالب کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ کسی وقت بھی جھوٹ بولے ہوں یا کبھی کسی کو دھوکا دیا ہو، یا کسی کو کوئی ایذا پہنچائی ہو یا بے ہودہ لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے گئے ہوں یا کبھی کوئی خلاف تہذیب بات کی ہو۔ ہمیشہ انتہائی خوش اخلاق، نیک اطوار، نرم گفتار بلند کردار اور اعلیٰ درجے کے پارسا اور پرہیز گار رہے۔ حضور انور ﷺ کا نام احمد بھی ہے، آپ کا لقب ''اُمّی'' ہے یعنی اَن پڑھ، دراصل آپ نے دنیا میں کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ اور یہ حضور ﷺ کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی نے بھی آپ کو نہیں پڑھایا لکھایا۔ مگر خداوند قدوس

Marfat.com

نے آپ کو اس قدر علم عطا فرمایا کہ آپ کا سینہ اوّلین و آخرین کے علوم و معارف کا خزینہ بن گیا اور آپ پر ایسی کتاب نازل ہوئی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یقیناً جس کا استاد اور تعلیم دینے والا خلاق عالم جل جلالہ ہو بھلا اس کو کسی عام ہستی سے تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

آپ کے اُمی ہونے کا حقیقی راز کیا ہے؟ اُس کو تو صرف پروردگار ہی بہتر جان سکتا ہے لیکن بہ ظاہر اس میں چند حکمتیں اور فوائد معلوم ہوئے ہیں۔

1) تمام دنیا کو علم و حکمت سکھانے والے حضور اقدس ﷺ ہوں اور آپ کا استاد صرف رب تعالیٰ ہو۔ کوئی انسان آپ کا استاد نہ ہو، تاکہ کبھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پیغمبر تو میرا پڑھایا ہوا شاگرد ہے۔

2) کبھی کوئی شخص یہ نہ سوچ سکے کہ فلاں آدمی نے حضور اکرم ﷺ کو پڑھایا تو یہ اُستاد حضور ﷺ سے زیادہ علم والا ہوگا۔

3) حضور ﷺ کے بارے میں کوئی یہ وہم بھی نہ کر سکے کہ حضور ﷺ چوں کہ پڑھے لکھے آدمی تھے اس لیے انہوں نے خود ہی قرآن کی آیتوں کو اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے۔ اور قرآن ان کا بنایا ہوا کلام ہے۔

4) آپ ﷺ ساری دنیا کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیں تو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پہلی اور پرانی کتابوں کو دیکھ کر اس قسم کی اَن مول اور انقلاب آفرین تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

5) اگر حضور ﷺ کا کوئی استاد ہوتا تو آپ کو تعظیم کرنی پڑتی، حالاں کہ حضور ﷺ کو خالق کائنات نے اس لیے پیدا فرمایا تھا کہ سارا عالم آپ کی

Marfat.com

تعظیم کرے۔ اس لیے رب تعالیٰ نے گوارہ نہیں فرمایا کہ میرے محبوب کا کوئی اُستاد ہو۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

جب حضور ﷺ کی عمر شریف بارہ برس کی ہوئی تو اُس وقت ابو طالب نے تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر کیا۔ اعلان نبوت سے قبل آپ نے تین بار تجارتی سفر فرمایا۔ دو مرتبہ ملک شام گئے اور ایک مرتبہ یمن تشریف لے گئے۔ یہ ملک شام کا پہلا سفر تھا اس سفر کے دوران ''بصریٰ'' میں ''بحیرٰی'' راہب (عیسائی سادھو) کے پاس آپ کا قیام ہوا۔ اُس نے توریت اور انجیل میں بیان کی ہوئی آخری نبی کی نشانیوں کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بہت عقیدت واحترام کے ساتھ آپ کے قافلے والوں کی دعوت کی اور ابو طالب سے کہا کہ یہ سارے جہان کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جن کو خدا نے رحمتہ العالمین بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شجر ہوں حجر ہوں اُن کو سجدہ کرتے ہیں۔ اَبر اُن پر سایہ کرتا ہے اور اُن کے دونوں شانوں کے درمیان مہر بنوت ہے اس لیے تمہارے حق میں بہتر ہوگا کہ تم ان کو لے کر آگے نہ جاؤ اپنا مال تجارت یہیں فروخت کر کے مکہ واپس لوٹ جاؤ، کیوں کہ ملک شام میں یہودی ان کے بہت بڑے دشمن ہیں وہ لوگ ان کو شہید کر ڈالیں گے۔ بحیرٰی راہب کے کہنے پر ابو طالب نے اپنا سامان وہیں فروخت کیا اور آپ ﷺ کو لے کر مکہ واپس آگئے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضور ﷺ جوان ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر ایک شر وفساد سے، جاہلیت کی ہر ناپاکی سے پاک ومطہر رکھا تھا۔ آپ انتہائی بامروّت، صاحب اخلاق،

Marfat.com

رحیم کریم، راست گو، امین اور باحلم تھے۔ جب آپ کی عمر بیس سال ہوگئی تو پہلے آپ نے قریشی تجارت میں حصہ لیا۔ آپ نے تجارت کو اپنا وسیلہ رزق بنایا ایک صالح ہونہار اور معزز نوجوان کی حیثیت سے آپ ﷺ پہلے ہی مکہ مکرمہ کے تجارتی حلقوں میں معروف تھے۔ آپ کے حسن معاملے کی دور دور تک شہرت تھی۔

شہر مکہ کی دولت مند خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو اپنا سامان تجارت شام لے جانے کی دعوت دی۔ معاوضہ دوسروں کی نسبت زیادہ دینے کی پیش کش کی۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے مشورے کے بعد سفر پر جانا منظور کرلیا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا ایک بااعتماد غلام ''میسرہ'' کو بھی آپ کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ آپ کی خدمت کرتا رہے۔ جب آپ ملک شام کے مشہور شہر ''بصریٰ'' کے بازار میں پہنچے اور بصریٰ پہنچ کر آپ ﷺ ایک سوکھے درخت کے نیچے سب سے الگ فروکش ہوئے تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت بڑا ہونے لگا۔ اُس کے قریب ہی کلیسا تھا۔ جہاں نسطوراء نامی راہب رہا کرتا تھا۔ نسطوراء نے میسرہ سے دریافت کیا یہ کون شخص ہیں جو اس درخت کے نیچے اُترے ہیں؟ میسرہ نے آپ کے بارے میں بتایا کہ یہ مکہ کے رہنے والے ہیں اور خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ ہیں اور اِن کا نام ''محمد'' (ﷺ) اور لقب ''امین'' ہے۔

نسطوراء نے فوراً کہا کہ سوائے نبی کے آج تک اس درخت کے نیچے کبھی کوئی نہیں اُترا اس لیے مجھے یقین ہے کہ یہی آخری نبی ہیں۔ کیوں کہ توریت و انجیل میں آخری نبی کو جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ ان میں دیکھ رہا ہوں، کاش میں اُس وقت تک زندہ رہتا جب یہ اپنی نبوت کا اعلان کریں گے تو میں اُن کی مدد کرتا اور پوری

Marfat.com

جانثاری کے ساتھ اُن کی خدمت میں اپنی عمر گزار دیتا۔ اے میسرہ! میں تم کو نصیحت اور وصیت کرتا ہوں کہ خبردار ایک لمحے کے لیے بھی ان سے جدا نہ ہونا اور انتہائی خلوص و عقیدت کے ساتھ ان کی خدمت کرتے رہنا۔ کیونکہ اللہ نے ان کو آخری نبی ﷺ یعنی ''خاتم النبین'' کا شرف عطا فرمایا ہے۔ میسرہ آپ ﷺ کے اخلاق عادات و خصائل دیکھ کر اُن کا گرویدہ ہو چکا تھا۔ انوار و برکات دیکھے تو دنگ رہ گیا۔

حضور اقدس ﷺ بصریٰ کے بازار میں بہت جلد تجارت کا مال فروخت کر کے مکہ واپس آ گئے۔ جب آپ کا قافلہ شہر مکہ میں داخل ہونے لگا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بالا خانے پر بیٹھی ہوئی قافلے کی آمد کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ جب اُن کی نظر حضور اکرم ﷺ پر پڑی تو اُنہیں ایسا نظر آیا کہ دو فرشتے آ کے سر پر دھوپ سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قلب پر اس نورانی منظر کا خاص اثر ہوا۔ پھر اُن کے غلام میسرہ نے آپ ﷺ کے بارے میں دوران سفر پیش آنے والے واقعات کا ذکر کیا۔ انوار و برکات نسطورا راہب کی گفتگو، غرض یہ کہ اُس نے تمام باتیں تفصیلی طور پر بیان کیں۔ یہ سُن کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ سے بے پناہ عقیدت و محبت ہو گئی۔

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مال و دولت کے ساتھ انتہائی شریف اور عفت ماب خاتون تھیں اہل مکہ اُن کی پاکدامنی اور پارسائی کی وجہ سے ان کو طاہرہ (پاک باز) کہا کرتے تھے اُن کی عمر چالیس سال ہو چکی تھی۔ آپ کے پہلے شوہر ابو ہالہ بن زرارہ تھے۔ اُن سے آپ کے دو لڑکے پیدا ہوئے پھر ابو ہالہ کے انتقال کے بعد آپ کا دوسرا نکاح عتیق بن مخزومی سے ہوا ان سے بھی آپ کے دو اولاد ہوئیں ایک لڑکا

Marfat.com

اور ایک لڑکی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوسرے شوہر عتیق کا انتقال بھی ہو گیا۔ بڑے بڑے سرداران قریش آپ کے ساتھ نکاح کے خواہش مند تھے لیکن انہوں نے سب پیغاموں کو ٹھکرا دیا۔ مگر حضور اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ اخلاق و عادات کو دیکھ کر اور آپ کے حیرت انگیز حالات سُن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دل خود بخود حضور اکرم ﷺ کی طرف راغب ہو گیا۔ پھر آپ نے حضور اکرم ﷺ کی پھوپی حضرت صفیہ کو بلایا اور آپ کے ذاتی حالات کے بارے میں معلومات حاصل کیں پھر ''نفیسہ'' بنت اُمیّہ کے ذریعے آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ مشہور امام سیرت محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس رشتے کو پسند کرنے کی جو وجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود حضور ﷺ سے بیان کی ہے وہ خود اُن کے الفاظ میں یہ ہے۔ یعنی ''میں نے آپ کے اچھے اخلاق اور آپ کی سچائی کی وجہ سے آپ کو پسند کیا۔''

حضور ﷺ نے اس رشتے کو اپنے چچا ابو طالب اور خاندان کے دوسروں بڑوں کے سامنے پیش کیا۔ بھلا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی پاک دامن شریف، عقل مند، مال دار عورت سے شادی کرنے کو کون نہ کہتا؟ سارے خاندان والوں نے نہایت خوشی کے ساتھ اس رشتے کو منظور کر لیا۔ اور نکاح کی تاریخ مقرر ہوئی ۔ پھر حضرت خدیجہ کے مکان میں آپ کا نکاح ہوا۔

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقریباً 25 برس تک حضور ﷺ کی خدمت میں رہیں۔ اُن کی زندگی میں حضور ﷺ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ حضور ﷺ کے ایک فرزند حضرت ابراہیم کے سوا باقی آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے بطن سے پیدا ہوئی۔ حضرت خدیجہ نے اپنی ساری دولت

Marfat.com

حضور ﷺ کے قدموں پر قربان کر دی اور اپنی تمام عمر حضور ﷺ کی غم گساری اور خدمت میں نثار کر دی۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

آپ کی راست بازی، امانت و دیانت کی بدولت خداوند عالم نے آپ کو اس قدر مقبولِ خلائق بنا دیا اور عقل سلیم اور بے مثال دانائی کا ایسا عظیم جوہر عطا فرما دیا کہ کم عمری میں آپ نے عرب کے بڑے بڑے سرداروں کے جھگڑوں کا لاجواب فیصلہ فرمایا۔

بچپن کی طرح آپ کی جوانی بھی نرالی تھی۔ آپ کا شباب مجسم حیا اور چال چلن عصمت و وقار کا کامل نمونہ تھا۔ اعلانِ نبوت سے قبل حضور ﷺ کی تمام زندگی بہترین اخلاق و عادات کا خزانہ تھی۔ سچائی، دیانت داری، وفاداری، عہد کی پابندی، بزرگوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت، رشتے داروں سے محبت، رحم و سخاوت، قوم کی خدمت، دوستوں سے ہمدردی، عزیزوں کی غم خواری، غریبوں اور مفلسوں کی خبر گیری، دشمنوں کے ساتھ نیک برتاؤ، مخلوق خدا کی خیر خواہی، غرض تمام نیک خصلتوں اور اچھی اچھی باتوں میں آپ اتنی بلند منزل پر پہنچے ہوئے تھے کہ دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کے لیے وہاں تک رسائی تو کیا اس کا تصور بھی ممکن نہیں۔ کم بولنا، فضول باتوں سے نفرت کرنا، خندہ پیشانی اور خوش رُوئی کے ساتھ دوستوں اور دشمنوں سے ملنا، ہر معاملے میں سادگی اور صفائی کے ساتھ بات کرنا۔ حضور ﷺ کا خاص شیوہ تھا۔ حرص طمع، دغا، فریب، جھوٹ، شراب خوری، بدکاری، ناچ گانا، لوٹ مار، چوری، فحشگوئی، عشق بازی! یہ تمام بُری عادتیں اور مذموم خصلتیں جو زمانہ جاہلیت میں گویا ہر بچے کے خمیر میں ہوتی

Marfat.com

تھیں۔ حضور ﷺ کی ذات گرامی ان تمام عیوب ونقائص سے پاک رہی ۔آپ کی راست بازی اور امانت ودیانت کا پورے عرب میں شہرہ تھا۔

ایک خاص بات کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گی توریت میں تو آپ کی بعثت کا ذکر ہے ہی مگر ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں جو بعثت محمدی سے ہزاروں برس پہلے مدّون ہوئیں آپ کی آمد آمد کا ذکر ہے۔ چنانچہ بھوشیہ پراٹ میں ہے:

کل جگ میں ''سرب انما'' (محمد) پیدا ہوں گے۔ جن کے سر پر بادل سایہ کرے گا۔

اُن کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔
اُن کے جسم پر مکھی نہ بیٹھے گی۔
وہ زمین کو لپیٹ جائیں گے۔
دنیا کے لیے کچھ تلاش نہ کریں گے۔
تمام عمر کم کھائیں گے۔
وہ اللہ کے محبوب ہوں گے۔

سبحان اللہ! کیسی واضح نشانیاں ہیں، آپ کی ذات قدسی میں ایک ایک علامت تھی۔ یونانی فلسفی سقراط نے جو پیش گوئی کی، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے آسمانی کتابوں کو یقین کی آنکھ سے دیکھا تھا اور دِل سے مانا تھا۔ وہ کہتا ہے۔

''ایک ہدایت یافتہ پیغمبر ہماری دنیا کے لیے یکہ وتنہا ہو کر ظاہر ہوگا میں اُسی کو مانتا ہوں، وہی ہمارا ہادی ہے۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

جب حضور اکرم ﷺ کی مقدس زندگی کا چالیسواں سال شروع ہوا تو آپ کی ذات اقدس میں ایک نیا انقلاب رونما ہو گیا۔ آپ ایک دم خلوت پسند ہو گئے اور اکیلے تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کا ذوق وشوق پیدا ہو گیا۔ آپ اکثر اوقات غور وفکر میں پائے جاتے، آپ کا زیادہ تر وقت مناظر قدرت کے مشاہدے اور کائنات فطرت کے مطالعے میں صرف ہوتا تھا۔ دن رات خالقِ کائنات کی ذات وصفات کے تصور میں مستغرق اور اپنی قوم کے بگڑے ہوئے حالات سدھارنے اور اُس کی تدبیروں کے سوچ وبچار میں مصروف رہنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ کو اچھے اچھے خواب نظر آنے لگے آپ کا ہر خواب اتنا سچا ہوتا کہ آپ جو کچھ دیکھتے اُس کی تعبیر صبح صادق کی طرح روشن ہو کر ظاہر ہو جایا کرتی۔ مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کی دوری پر ''جبل حراء'' کے اوپر ایک غار ہے جس کو غار حرا کہتے ہیں آپ اکثر کئی دنوں کا کھانا پانی ساتھ لے کر اُس پُرسکون ماحول میں خدا کی عبادت میں مصروف رہتے، جب کھانا پانی ختم ہو جاتا تو کبھی خود گھر پر آکر لے جاتے اور کبھی حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا پانی غار میں پہنچا دیا کرتی تھیں۔

ایک دن آپ ﷺ غار حرا کے اندر عبادت میں مشغول تھے کہ بالکل اچانک غار میں آپ کے پاس ایک فرشتہ ظاہر ہوا (یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے) فرشتے نے کہا۔ ''پڑھیے'' آپ نے فرمایا ''میں پڑھنے والا نہیں۔'' فرشتے نے آپ کو پکڑا اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ آپ سے زوردار معانقہ کیا پھر چھوڑ کر کہا۔ ''پڑھیے'' آپ نے پھر فرمایا۔ ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔'' دوسری مرتبہ فرشتے نے پھر آپ کو اپنے سینے سے چمٹایا اور چھوڑ کر کہا۔ ''پڑھیے'' پھر اسی طرح تیسری مرتبہ فرشتے نے آپ کو

Marfat.com

سینے سے چمٹایا اور کہا اقرا بسم .... سورۂ علق کی آیتیں نازل ہوئیں یہ پہلی وحی تھی۔ آپ جب گھر تشریف لائے تو آپ کے قلب مبارک پر لرزہ طاری تھا۔ آپ نے گھر والوں سے فرمایا مجھے کمبل اوڑھاؤ۔ پھر جب آپ پُرسکون ہوئے تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے غار میں پیش آنے والا واقعہ بیان کیا۔ حضرت بی بی خدیجہ نے آپ کو بے حد تسلی دی پھر آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، ورقہ موحد تھے۔ انجیل کا عبرانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ''بھائی جان! آپ اِن کی بات سنیئے تب ورقہ بن نوفل سے حضور اکرم ﷺ نے غارِ حرا کا پورا واقعہ بیان کیا۔ تب ورقہ بن نوفل نے کہا یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا۔ اے کاش! میں آپ کے اعلانِ نبوت کے زمانے میں تندرست جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے باہر نکالے گی۔'' یہ سُن کر حضور ﷺ نے فرمایا کیا مکہ والے مجھے مکہ سے نکال دیں گے؟ تو ورقہ نے کہا جی ہاں! جو شخص بھی آپ کی طرح بنوت لے کر آیا لوگ اُس کے ساتھ دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے۔

اُس کے بعد کچھ دونوں تک وحی کا سلسلہ رُک گیا۔ آپ ﷺ وحی کے انتظار میں بے قرار رہنے لگے یہاں تک کہ ایک دن آپ گھر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ کسی نے ''یا محمد'' کہہ کر پکارا۔ آپ نے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ نظر آیا جو غار میں آیا تھا۔ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے یہ منظر دیکھ کر آپ کے قلب مبارک میں ایک خوف کی کیفیت طاری ہوگئی، آپ مکان میں آ کر

Marfat.com

لیٹ گئے اور گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے کمبل اوڑھاؤ چنانچہ آپ کمبل اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ ترجمہ:۔ ''اے بالا پوش اوڑھنے والے! کھڑے ہو جاؤ، پھر ڈر سناؤ اور اپنے ربّ ہی کی بڑائی بولو، اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو!'' ان آیات کے نزول کے بعد حضور ﷺ کو خداوند قدوس نے دعوتِ اسلام کے منصب پر مامور فرمادیا اور آپ خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق دعوتِ حق اور تبلیغ اسلام کے لیے کمربستہ ہوگئے۔

تین برس تک حضور اقدس ﷺ انتہائی پوشیدہ طور پر نہایت راز داری کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فرض ادا فرماتے رہے۔ اس دوران مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہوگئی۔ اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر ''سورۂ شعرا'' کی آیت نازل فرمائی کہ ''اے محبوب! آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو خدا سے ڈرایئے'' اُس کے بعد نبوت کے چوتھے سال سورۂ حجر کی آیت نازل فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اے محبوب! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمایئے۔'' چنانچہ اس کے بعد آپ اعلانیہ طور پر دین اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے۔ شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا بُرائی فرمانے لگے اور تمام قریش بلکہ تمام اہلِ مکہ بلکہ پورا عرب آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا اور حضور ﷺ اور مسلمانوں کی ایذا رسانیوں کا ایک طولانی سلسلہ شروع ہو گیا۔

:❄:❄:❄:❄:❄:

آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا۔ کفار کی ایذا رسانیاں شروع ہو گئیں۔ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اعلانِ نبوت کے ساتویں سال کفار مکہ نے جب یہ دیکھا کہ دن بہ دن مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے تو تمام سرداران قریش

Marfat.com

اور مکہ کے دوسرے کفّار نے یہ اسکیم بنائی کہ حضور ﷺ کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ تاکہ یہ لوگ مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائیں۔ اس طرح معاہدہ لکھا گیا منصور بن مکرمہ نے لکھا تمام سرداروں نے دستخط کیے اور اس دستاویز کو کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔ ابو طالب مجبوراً حضور ﷺ اور دوسرے خاندان والوں کو لے کر پہاڑ کی اس گھاٹی میں جس کا نام ''شعب ابی طالب'' تھا پناہ گزین ہوئے۔ ابولہب کے سوا خاندان کے دوسرے کافروں نے بھی خاندان کی بنا پر حضور اکرم ﷺ کا ساتھ دیا۔ یہ تین برس کا زمانہ تھا۔ یہ انتہائی سخت اور کٹھن گزرا۔ یہ تین برس انتہائی تکلیف جھیلتے ہوئے گزرے کہ قریش کے چند لوگوں کو بنو ہاشم کی ان مصیبتوں پر رحم آ گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس ظالمانہ معاہدے کو توڑنے کی تحریک اُٹھائی اور زہیر نے کفار قریش کو مخاطب کیا کہ اے لوگو! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہم تو آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور خاندان بنو ہاشم کے بچے بھوک پیاس سے بلبلا رہے ہیں۔ جب تک اس وحشیانہ معاہدہ کی دستاویز پھاڑ کر پاؤں سے نہ روندی جائے گی میں ہرگز چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ تب ابوجہل نے تڑپ کر کہا ''خبردار! ہرگز ہرگز تم اس معاہدے کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ زمعہ نے ابوجہل کو للکارا اسی مجمع میں ایک طرف ابو طالب بھی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا اے لوگو! میرے بھتیجے محمد (ﷺ) کہتے ہیں کہ اس معاہدے کی دستاویز کو کیڑوں نے کھا ڈالا ہے اور صرف جہاں جہاں خدا کا نام لکھا ہوا تھا کیڑوں نے چھوڑ دیا۔ تو تم لوگ اس دستاویز کو دیکھو۔ اگر واقعی اُسے کیڑوں نے کھا لیا ہے تب اس کو پھاڑ کر پھینک دو اور یوں مطعم بن عدی کعبہ کے اندر گیا دستاویز کو اُتار لایا۔ سب نے دیکھا تو واقعی اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا باقی پوری دستاویز کیڑوں نے کھا لی ہے۔ انہوں نے سب کے سامنے اس کو

Marfat.com

پھاڑ دیا۔ پھر لوگ گھاٹی پر جا کر بنو ہاشم کے لوگوں کو لے آئے اور اُن کو اُن کے مکانوں میں آباد کر دیا۔ منصور بن عکرمہ نے یہ دستاویز لکھی تھی اُس پر یہ قہر الٰہی ٹوٹا کہ اُس کا ہاتھ شل ہو کر سوکھ گیا۔ پھر نبوت کے دسویں سال حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا، حضرت ابو طالبؓ کا وصال ہوا۔ ان دونوں عزیز ترین ہستیوں کی جدائی آپ کے قلب نازک پر عظیم صدمہ کی صورت میں نازل ہوئی تبلیغ اسلام جاری رہی.... آپ ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ بہت سے غزوات ہوئے۔ اسلام پھیلتا چلا گیا۔ سب سے اہم واقعہ معراج کا واقعہ ہے۔ طائف کے سفر سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا رُتبہ بلند کرنے کے لیے معراج کی نعمتوں سے نوازا۔ قرآن مجید کی سورۂ اسرائیل کی پہلی آیت میں ذکر ہے۔ اس کو اسراء کہتے ہیں وہاں آپ ﷺ کو آسمانوں کی سیر کروائی اور سدرۃ المنتہٰی نامی بلند مقام تک آپ ﷺ کو عروج بخشا۔ معراج رجب کے مہینے میں وقوع پذیر ہوئی۔ آپ ﷺ بارگاہ جلال الٰہی تک پہنچے جہاں اللہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیات تعلیم فرمائی۔

حضور ﷺ معراج کی رات اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے، محبوب و محب کی ملاقات کی کیا کیفیات تھیں۔ قاب قوسین کے قریب کی تفصیلات کیا ہیں جو کچھ خالق و مالک نے اپنے محبوب بندے اور رسول ﷺ کو دینا تھا دیا۔ جو کہنا تھا کہا راز و نیاز کے انداز میں ہونے والی باتیں کیا تھیں؟ کون کچھ بتا سکتا ہے جو کچھ ہمیں بتانا مقصود تھا احادیث مبارکہ کے ذریعے ہم تک پہنچا دیا گیا۔

:❄:❄:❄:❄:❄:

Marfat.com

حضور رحمت اللعالمین ﷺ کا اس عالم میں تشریف لانا صرف اس لیے تھا کہ آپ خدا کے آخری اور قطعی پیغام یعنی دین اسلام کے احکام اُس کے بندوں تک پہنچادیں اور خدا کی محبت تمام فرمادیں۔ جب سے دنیا وجود میں آئی ہے ہزاروں انبیاء ورسل علیہم السلام اس عظیم الشان کام کو انجام دینے کے لیے تشریف لائے۔ اوران تمام انبیاء کے تبلیغی کارناموں کو دیکھیں تو حضور انور ﷺ کے تبلیغی شاہکاروں کے مقابلے میں ایسے نظر آئیں گے جیسے آفتاب کے مقابلے میں چراغ، سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ آپ کی تبلیغ نے عالم میں ایسا انقلاب پیدا کردیا کہ کائنات ہستی کی ہر پستی کو معراج کمال کی سر بلندی عطا فرما کر ذلت کی زمین کو عزت کا آسمان بنادیا۔ اور دین حنیف کے اس مقدس اور نورانی محل کو جس کی تعمیر کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء ورسل معمار بنا کر بھیجے جاتے رہے آپ نے خاتم النبین کی شان سے اس قصر ہدایت کو اس طرح مکمل فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اَلیوم اَکملتُ لکُم دینکُم کی مہر لگادی۔

جب دین اسلام مکمل ہو چکا اور دنیا میں آپ کے تشریف لانے کا مقصد پورا ہو چکا، خالق نے انہیں ایک ایسا ماڈل بنایا جو سارے انسانوں کے لیے کافی ہو۔ کیوں کہ وہ مخلوق کے احوال سے باخبر ہے اس لیے حضور اکرم ﷺ کو وہ عظیم الشان ماڈل بنا دیا اور عالم انسانیت پر بڑا ہی کرم فرمایا۔ اب اس کے مطابق زندگی گزارنا ہمارا کام ہے۔

20 یا 22 صفر 1ء کو حضور ﷺ جنت البقیع میں آدھی رات کو تشریف لے گئے جب وہاں سے واپس آئے تو طبیعت ناساز ہوگئی۔ پھر آپ کی علالت شدید ہوگئی۔

Marfat.com

آپ کی خواہش پر تمام ازواج مطہرات نے اجازت دے دی کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں قیام فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سہارا دے کر آپ کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں پہنچادیا۔ جب تک طاقت رہی آپ خود مسجد نبوی میں نمازیں پڑھاتے رہے، جب کمزوری بہت بڑھ گئی تو آپ نے حکم دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے مصلّے پر امامت کریں۔ چنانچہ سترہ نمازیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائیں۔

طبیعت زیادہ خراب ہوتی گئی۔ اس دوران آپ کبھی یہ فرماتے کہ اللھم فی الرَّفیقِ الا علیٰ خداوند! بڑے رفیق ہیں۔ اور لا الہٰ الا اللہ بھی پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ بے شک موت کیلئے سختیاں ہیں حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ تندرستی کی حالت میں آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبروں کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خواہ وفات کو قبول کریں یا حیات دنیا کو، جب حضور ﷺ کی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہوئے تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ نے آخرت کو قبول کرلیا ہے۔

وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی عبد الرحمن بن ابوبکر تازہ مسواک ہاتھ میں لیے حاضر ہوئے، آپ نے اُن کی طرف نظر جما کر دیکھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھا کہ مسواک کی خواہش ہے آپ نے فوراً مسواک لے کر اپنے دانتوں سے نرم کی اور دست اقدس میں دے دی۔ آپ نے مسواک فرمائی، حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سر اقدس کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھی تھیں۔ اتنے میں آپ نے ہاتھ اٹھا کر انگلی سے اشارہ فرمایا اور پھر یہ فرمایا کہ:

Marfat.com

بَل الرَّفیقِ الاَعلیٰ۔ (اب کوئی نہیں) بلکہ وہ بڑا رفیق چاہیے۔

یہی الفاظ زبان اقدس پر تھے اور پھر آپ کی قدسی روح عالم قدس میں پہنچ گئی۔ (انا اللہ وانا الیہ راجعون) "اللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّم وبارِک علیٰ سید نا محمد و الہِ واصحابہِ"

تاریخ وفات میں مورخین کا بڑا اختلاف ہے لیکن اس پر تمام علماء سیرت کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ کا دن اور ربیع الاوّل کا مہینا تھا۔ بہر حال عام طور پر یہی مشہور ہے کہ بارہ ربیع الاوّل 11 ھ میں دوشنبہ کے دن تیسرے پہر آپ نے وصال فرمایا واللہ اللہ اعلم۔

حضور اقدس ﷺ کی وفات سے اہل بیت عظام صحابہ کرام اور اہل مدینہ کو کتنا بڑا صدمہ پہنچا؟ اُس کی تصویر کشی کے لیے ہزاروں صفحات چاہییں۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضور اقدس ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کمال سیرت میں تمام اوّلین و آخرین سے ممتاز اور افضل واعلیٰ بنایا اسی طرح آپ کو جمال صورت میں بھی بے مثل پیدا فرمایا۔

صحابی رسول اور تاجدارِ دو عالم ﷺ کے درباری شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قصیدے میں جمال نبوت کی شان کو اس شان سے فرمایا کہ "یعنی یا رسول اللہ! آپ سے زیادہ حسین و جمال والا میری آنکھ نے کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ کمال والا کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔ یا رسول اللہ! آپ ہر عیب ونقص سے پاک پیدا کیے گئے جیسے آپ اپنی مرضی کے مطابق پیدا کیے گئے

Marfat.com

ہوں۔'' آپ کے جسم اقدس کا رنگ گورا سفید تھا، بدن انتہائی نرم و نازک آپ کے جسم مبارک کی خوشبو سے زیادہ اچھی کبھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی گئی۔ آپ کا چہرہ انور مانند چاند کا ٹکڑا تھا۔ آپ کے قد مبارک کا سایہ نہ تھا۔ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر مہر نبوّت تھی۔

صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہے کہ آپ میانہ قد تھے لیکن آپ کی یہ معجزانہ شان ہے کہ اگر آپ ہزاروں انسانوں کے مجمع میں کھڑے ہوتے تھے تو آپ کا سر مبارک سب سے زیادہ اونچا نظر آتا تھا۔ آپ کا سر مبارک بڑا تھا آپ کے موئے مبارک نہ گھونگھر دار تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ ان دونوں کیفیتوں کے درمیان تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع میں جب اپنے مقدس بال اُتروائے تو وہ صحابہ کرام میں بطور تبرک تقسیم ہوئے اور صحابہ کرام نے نہایت عقیدت کے ساتھ اِس موئے مبارک کو اپنے پاس محفوظ رکھا۔ اس کو وہ اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

آپ کا چہرہ منور جمال الٰہی کا آئینہ اور انور تجلّی کا مظہر تھا۔ نہایت ہی وجیہہ آپ کا چشمان مبارک بڑی بڑی اور قدرتی طور پر سُرمگیں تھیں پلکیں گھنی اور دراز تھیں، پتلی کی سیاہی خوب سیاہ اور آنکھ کی سفیدی خوب سفید تھی جن میں باریک باریک سرخ ڈورے تھے۔ آپ کا حسن و جمال بیان نہیں کیا جا سکتا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

اب سرسری طور پر قرآن حکیم کی کچھ آیتوں کا ترجمہ تحریر کر رہی ہوں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن کی نظر میں رسول اللہ ﷺ کا کیا مقام ہے؟ اور آپ کی اطاعت کا کتنی شدّت سے اور کتنی قوت سے حکم دیا گیا ہے۔

Marfat.com

1) اور خوشی سے کہا مانو اللہ تعالیٰ کا اور رسول کا امید ہے کہ تم رحم کیے جاؤ گے۔
آل عمران:132

2) جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی۔ سورۃ
النساء:80

3) آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو، خدا
تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ سورۃ آل عمران:31

4) جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ سے بیعت کر
رہے ہیں خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں میں ہے۔ سورۃ الفتح:10

5) اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں اور اُن کا ارشاد نری وحی
ہے جو اُن پر بھیجی جاتی ہے۔ سورۃ النجم:3

6) وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں اور
پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بناتے ہیں۔ اور گندی چیزوں کو (بدستور)
اُن پر حرام فرماتے ہیں۔ سورۃ الاعراف:157

7) اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔ اور نہ
ایسے کھل کر بولا کرو کہ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو۔
کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ سورۃ الحجرات:2 ورفعنا
لک ذِکرک۔ اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔ سورۃ الم نشرح:4

پروردگار نے اُن کا ذکر اتنا بلند کیا کہ خود بلندیاں اس بلندی کو نہیں چھو
سکتیں۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے

Marfat.com

آپ کو اپنا ذکر بنا دیا جس نے آپ کا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا۔ سبحان اللہ!

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بلندی ذکر یہ ہے کہ اذان میں، تکبیر میں، تشہد میں، منبروں پر، خطبوں میں ہر جگہ آپ کا ذکر ہے۔ پھر بلندی ذکر مصطفیٰ ﷺ کا یہ اہتمام کہ خود فرمایا، فرشتوں کو حکم دیا اور ہر مسلمان پر واجب کر دیا کہ وہ آپ کا ذکر جمیل کرتا رہے۔

ترجمہ! اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

سورۃ الاحزاب:56

اللہ اللہ کس اہتمام سے درود و سلام واجب کیا۔

مولوی اشرف تھانوی نے ذکر مصطفیٰ ﷺ کا یہ دل پذیر جائزہ پیش کیا ہے، وہ کہتے ہیں۔ ''نماز کے ہر قعدے میں السلام علیک ایھا البنی'' موجود ہے اور قعدے ظہر عصر اور مغرب عشاء میں درود ہیں اور فجر میں ایک، تو کُل نو قعدے ہوئے سنن موکدہ اور وتر میں لیجئے۔ ظہر میں مغرب میں ایک عشاء میں تین اور صبح میں ایک۔ تو کل سترہ قعدے ہوئے۔ بس یہ سترہ مرتبہ حضور اکرم ﷺ کا ذکر ہوا، اور پھر پانچوں وقت فرائض اور سنن و وتر کے قعدہ اخیرہ میں۔ کل گیارہ مرتبہ درود شریف بھی پڑھا جاتا ہے۔ پس سترہ اور گیارہ کل اٹھائیس بار تو لامحالہ ہر مسلمان کو آپ کا ذکر مبارک کرنا روزانہ ایسا ضروری ہے کہ کسی طرح مفر ہی نہیں۔ پھر پانچویں وقت اذان و تکبیر ہوتی ہے۔ اس میں اشھد ان محمد الرسول اللہ موجود ہے جس کو سب دعا بھی مانگتے ہیں اور دُعا کے آداب میں اوّل و آخر درود شریف کر دیا گیا ہے۔ غرض یہ کہ اس حساب سے

Marfat.com

28 سے بھی زیادہ تعداد حضور کے ذکر شریف کی ہو گی۔ یہ تو وہ مواقع ہیں ان میں پڑھے بے پڑھے سب شامل ہیں لیکن جو طالب علم حدیث پڑھتے ہیں وہ تو ہر وقت حضور کے ہی ذکر میں رہتے ہیں اس لیے کہ ہر حدیث کے شروع میں آپ کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف موجود ہے درمیان میں بھی، گویا حضور کے ذکر کو ایسا گوندھ دیا ہے کہ بغیر ذکر کے مسلمان کو چارہ نہیں۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔''

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے نزدیک اس کے خاندان، اُس کے مال اور عام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' اور فرمایا ''اگر موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام بھی مجھے پاتے تو اُنہیں بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

اسرائیلیات میں مروی ہے کہ ایک آدمی دو سو برس تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و سرکشی میں بڑھ چڑھ کر جرأت و دیدہ دلیری دکھاتا رہا۔ جب وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اُس کی ٹانگ پکڑی اور اُسے گھسیٹ کر ایک کوڑے پر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ ''اُس کو غسل دے کر کفن پہناؤ اور تمام بنی اسرائیل کو لے کر اس کی نماز جنازہ پڑھو۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسے ہی کیا۔ اس بات پر بنی اسرائیل کو تعجب ہوا اور لوگوں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا کوئی سرکش اور زیادہ

Marfat.com

نافرمان نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ''میں جانتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔'' انہوں نے کہا اپنے رب سے ہمارے لیے معلوم کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پروردگار سے التجا کی اور کہا اے پروردگار! تُو جانتا ہے جو یہ کہہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ ''انہوں نے سچ کہا کہ اس نے دوسو سال تک میری نافرمانی کی مگر ایک روز اس نے توریت کو کھول کر اُس میں میرے حبیب محمد ﷺ کا نام لکھا دیکھا تو اس کو بوسہ دیا اور دونوں آنکھوں سے لگالیا۔ میں نے اس کے اس عمل کی قدر کی اور اُس کے گناہ بخش دیے۔'' سبحان اللہ! آقا کا کیا مقام ہے پروردگار کے نزدیک۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات عالی صفات تمام اخلاق وخصائل صفات جمال میں اعلیٰ اور اشرف واقویٰ ہے۔ ان تمام کمالات ومحاسن کا احاطہ کرنا اور بیان کرنا انسانی قدرت و طاقت سے باہر ہے۔ آپ علم و حکمت کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ سب سے زیادہ محترم، منصف سب سے زیادہ حلیم و بُردبار، سب سے زیادہ پاک دامن لوگوں کو سب اسے زیادہ نفع پہنچانے والے، لوگوں کی ایذ ارسانی پر سب سے زیادہ صبر وتحمل کرنے والے تھے۔ سب سے زیادہ حسین، بہادر اور فیاض تھے۔ اعلیٰ ترین اخلاق کا نمونہ تھے سب سے زیادہ کریم، سب سے زیادہ سخی، اور سب سے بڑھ کر جودوسخا والے تھے آپ کا توکل اتنا زیادہ تھا کہ کبھی دوسرے دن کے لیے چیز کا ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے۔

Marfat.com

آپ برابر مغموم رہتے تھے۔ یہ کیفیت فکر آخرت سے تھی۔ دن میں ستر بار یا سو بار استغفار فرماتے تھے۔ آپ کا قلب مبارک بے حد نرم تھا، بہت رحم کرتے تھے یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کا حکم دیا۔

آپ ﷺ حق تعالیٰ کا ذکر ہر لمحہ اور تمام اوقات میں کرتے تھے۔ اور ہمیشہ یادالٰہی میں مشغول رہتے تھے اور کوئی چیز آپ کو ذکرالٰہی سے باز نہ رکھتی تھی۔ اور آپ کی ہر بات یادحق، حمد وثناء توحید وتمجید، تسبیح وتقدیس اور تکبیر وتہلیل میں ہوتی تھی۔

خاموشی کے وقت اللہ تعالیٰ کی یاد قلب اطہر میں رہتی تھی۔ آپ ﷺ کا ہر سانس آپ ﷺ کے قلب وزبان اور آپ ﷺ کا اٹھنا بیٹھنا، کھڑا ہونا، لیٹنا، کھانا پینا، سونگھنا، آنا جانا، سفر و اقامت، پیدل وسواری، غرض یہ کہ کسی بھی حالت میں ذکرحق جدا نہ تھا۔

دن اور رات کے اعمال واشغال، وقت تہجد سے سونے کے وقت تک مختلف اوقات ولمحات وحالات میں حضور اکرم ﷺ دعائیں وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ یہی ادعیہ ماثورہ تمام مقاصد ومطالب اور حاجات کو شامل وحاوی ہیں۔

آپ ﷺ پر فقر و فاقہ کی سختیاں بھی گزری ہیں۔ آپ کبھی بھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتے تھے کیوں کہ آپ کو فقر غنا سے اور بھوک پیٹ بھر کر کھانے سے زیادہ محبوب وپسندیدہ تھی۔ حالانکہ آپ ﷺ اگر چاہتے تو اللہ تعالیٰ سے دنیا کے تمام خزانے اور ہر قسم کی نعمتیں اور فراوانیاں مانگ سکتے تھے مگر آپ ﷺ نے فقر و فاقہ کو عیش سامانی پر ہمیشہ ترجیح دی۔ آپ ﷺ فرماتے "اے عائشہ! ہمیں دنیا سے کیا غرض، مجھ سے پہلے میرے بہت سے بھائی جو جلیل القدر پیغمبر تھے اس دنیا میں آئے، انہوں نے مجھ سے

Marfat.com

زیادہ سختیاں برداشت کیں، مگر صبر کیا اور اسی حال میں اپنے خدا سے جا ملے۔ وہاں انہیں بلند مقامات سے نوازا گیا اور طرح طرح کی نعمتیں اُن کو عطا کی گئیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ مجھے اس دنیا میں فراخی دے دی جائے اور آخرت کی لازوال نعمتوں میں کمی ہو جائے۔ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کوئی بات نہیں کہ میں اپنے دوستوں اور بھائیوں سے اسی حالت میں جاملوں۔

سب سے اہم بات، وہ یہ کہ اسلام سے پہلے سرزمین عرب میں لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا بڑی فضیلت سمجھا جاتا تھا۔ سرکار دوعالم کا دربار سجا ہوا تھا۔ ایک صحابی حاضر خدمت ہوئے اور ایام جاہلیت میں اپنی بیٹی کو دفن کرنے کا واقعہ سنایا کہ میں نے اپنی بیٹی کو نئے کپڑے پہنائے اور اس کو ایک مقام پر لے گیا، میں نے وہاں گڑھا کھودا اور بچی کو زندہ دفن کرنے لگا۔ بچی ابا ابا کہتی رہی مگر مجھ پر اُس کی معصومیت کا کوئی اثر نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے اس کو زندہ دفن کر دیا۔ حضور انور ﷺ نے جب یہ واقعہ سُنا تو آپ اس قدر آب دیدہ ہوئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اسلام نے عورتوں کو پستیوں سے نکال کر بلندیوں تک پہنچایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''جنت ماں کی قدموں کے نیچے ہے۔ خواتین کو عزت وعظمت اور مرتبہ عطا فرمایا اور ان پر ایسی شفقت فرمائی وہ جب گھر میں آتے مسکراتے آتے، وہ اپنی محسنہ حضرت حلیمہ کا کھڑے ہو کر استقبال کرتے، اپنی نور نظر کو فرط محبت سے چُومتے، وہ صنفِ نازک پر قہرماں نہ تھے۔ اُن پر رعب نہ جماتے وہ اُن سے اپنے کام نہ کراتے اور نہ اٹھتے بیٹھتے ٹوکتے، آپ ﷺ نے عورتوں پر عنایت وکرم کی ہدایت کی، سادہ زندگی گزاری اور سادگی کی انتہا کر دی۔

Marfat.com

ایک بار آپ ﷺ اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان کسی بات پر تکرار ہوگئی۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے درمیان ثالث بنایا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم بات کرو گی یا میں بات کروں۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ آپ بات کریں لیکن حق کے سوا کچھ نہ کہیں۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طمانچہ مارا جس سے اُن کے منہ سے خون نکل آیا اور فرمانے لگے۔ اے اپنی جان کی دشمن! کیا آپ ﷺ حق کے علاوہ بھی کچھ کہہ سکتے ہیں بلکہ تُو اور میرا باپ غلط بول سکتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ حق کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے۔ حتیٰ کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کی پناہ لی اور آپ کی پشت کے پیچھے جا کر بیٹھ گئیں۔ آپ ﷺ نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

''ہم نے تمہیں اس لیے تو نہیں بلایا تھا اور نہ ہمارا یہ ارادہ تھا۔''

آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ لوگوں سے زیادہ خوش طبعی سے پیش آتے تھے۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک جملہ میں صحیح تصویر کشی کی ہے کہ ''یعنی تعلیمات قرآن پر پورا پورا عمل ہی آپ کے اخلاق تھے۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

ہر نبی کا معجزہ چوں کہ اُس کی نبوت کے ثبوت کی دلیل ہوا کرتا ہے اس لیے خداوند عالم نے ہر نبی کو اُس دور کے ماحول اور اُس کی اُمّت کے مزاج کے مناسب معجزات سے نوازا۔

میں یہاں سرکار دو عالم کے معجزات کا ذکر نہیں کر رہی کیوں کہ صرف معجزات

Marfat.com

کے لیے پوری ایک کتاب مرتب ہو جائے گی۔قرآن پاک جو نازل ہوا وہ آپ کا سب سے بڑا اور قیامت تک رہنے والا ابدی معجزہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات مقدسہ کو انبیاء سابقین کے تمام معجزات کا مجموعہ بنا دیا۔

پروردگار نے انسان کو تخلیق کیا۔اعضاء سے نوازا،علوم وفنون عطا فرمائے، چاند اور ستارے پیدا کیے،سورج جیسی نعمت ہمیں عطا کی ، بادل سے مینہ برسایا، حیوانات پیدا کیے،نباتات کو پیدا کیا،انسان کو زندگی جیسی نعمت عطا کی،سانس اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت ہے،سورۂ رحمٰن میں بکثرت نعمتوں کا ذکر کیا۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ سے زیادہ انبیاء مبعوث فرمائے۔لیکن اتنا کچھ عطا کرنے پر پروردگار نے احسان نہیں جتایا۔بالکل نہیں جتایا، ہاں احسان جتایا تو صرف اور صرف حضور سیّد عالم ﷺ کی تشریف آوری پر اس لیے کہ:

☆ جن کی خاطر اپنی ربوبیت ظاہر کی اور اُن کو معرفتِ الٰہی کا امین بنایا۔(اخلاص:1)

☆ جن کے نور کو سب سے پہلے تخلیق کیا۔(المائدہ:15)

☆ جن کی خاطر یہ ساری کائنات سجائی۔(البقرہ:29)

☆ جن کی نگاہوں کے صدقے میں خانہ کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنایا۔(البقرہ:144)

☆ جن پر قرآن نازل کیا،جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔(النحل:81)

☆ جن کے سینے میں معرفت الٰہی کے خزانے رکھ دیے گئے۔(آل عمران:164)

Marfat.com

☆ جن کو رویت باری تعالیٰ سے مشرّف فرمایا گیا (انجم: 17)

☆ جن کو رحمت العالمین بنا کر بھیجا گیا۔ (انبیاء: 107)

☆ جن کو اخلاق کی بلندیوں پر فائز کیا گیا۔ (قلم: 4)

☆ جن کو مسلمانوں کی جانوں کا مالک بنایا۔ (الاحزاب: 6)

☆ جن کو ہر اُمت کے لیے گواہ بنایا گیا۔ (النحل: 89)

☆ جن کو شفاعت عظمیٰ پر فائز کر کے مقام محمود رعطا کیا گیا۔ (بنی اسرائیل: 79)

☆ جن کے صدقے میں نماز عطا ہوئی، روزہ عطا ہوا، حج عطا ہوا۔ ہر نیک عمل سے مشرّف کیا گیا۔

اس لیے احسان جتایا کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اُس کے محبوب کا ذکر کرے۔ اُن کی تشریف آوری کا جشن منائے اُن کے حضور دُرودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیں پیش کرے۔ اُن کی اطاعت کرے، اُن کی اتباع کرے، اُن سے محبت کرے اُن سے عشق کرے اور اس عشق و محبت کے صلے میں اللہ کا محبوب بن جائے کیوں کہ آپ کی ذات پر نُور اللہ تعالیٰ کی معرفت کا سب سے بڑا اور کامل وسیلہ ہے، بلاشبہ حضور انور ﷺ اللہ کا احسان عظیم ہیں۔

اور آج بھی اپنے روضہ اقدس میں اپنی اُمت کے لیے استغفار میں مصروف ہیں، سورۂ نساء کی آیات میں ہے اے اللہ! تیرا پاک ارشاد ہے اور تیرا ارشاد حق ہے اور وہ یہ ہے کہ اب میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ (مراد روضہ پر) اور اپنے گناہوں سے مغفرت چاہتا ہوں اور آپ سے اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت چاہتا ہوں اے اللہ تو میری مغفرت کو واجب کر دے۔

Marfat.com

خلفاء عباسیہ میں سے منصور عباسی نے حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ دعا کے وقت حضور اقدس ﷺ کی طرف چہرہ کروں یا قبلہ کی طرف؟ تو حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی طرف سے منہ ہٹانے کا کیا محل ہے، جب کہ آپ تیرا بھی وسیلہ ہیں اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ ہیں، حضور کی طرف منہ کر کے حضور ﷺ سے شفاعت چاہو۔ اللہ تعالیٰ اُن کی شفاعت قبول کرے۔

سب سے اہم بات جو قابلِ ذکر ہے وہ یہ کہ مدینہ منورّہ کی وہ زمین جو حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک سے متصل ہے، تمام علماء کے نزدیک سب جگہوں سے افضل ہے۔ ابن عساکر رحمتہ اللہ، قاضی رحمتہ اللہ وغیرہ حضرات نے اُمّت کا اتفاق اور اجماع نقل کیا ہے۔ کہ یہ حصہ زمین کا جو حضور ﷺ کے جسم مبارک سے ملا ہوا ہے۔ ہر حصہ بیت اللہ شریف سے بھی افضل ہے بلکہ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔ عرش سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، مکان سے بے نیاز ہے اور زمین کے اس حصّے میں حضور اقدس ﷺ کا جسم مبارک موجود ہے۔

ترجمہ:۔ اے صاحب جمال اور انسانوں کے سردار!

آپ کے نورانی چہرے سے تو چاند کو روشنی بخشی گئی ہے۔

جیسا کہ آپ ﷺ کی تعریف کا حق ہے ایسی تعریف ممکن نہیں، خدائے ذوالجلال کے بعد آپ ہی سب سے بڑے ہیں، یہی مختصر بات ہے۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

Marfat.com

# مناجات

یا اللہ یا رحمٰن و یا رحیم۔ اے پروردگار! یہ محض تیرا کرم اور فضل عظیم ہے کہ تو نے اس عاجز و گناہ گار کو بے نوا بے مایہ علم و عمل کو ایک والہانہ ذوق و شوق عطا فرما کر اپنے محبوب نبی ﷺ کی شان اقدس میں لکھنے کی توفیق و سعادت عطا کی۔

اور اے پروردگار! اپنے بے مثل واحسان و بندہ نوازی سے اس ناچیز کو اپنی بارگاہ اور اپنے محبوب اور ہمارے آقائے نامدار ﷺ کی کریمانہ نگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما۔ اور دونوں جہان میں سرفرازی عطا فرما، اور یا اللہ جن نفوس قدسیہ کی متبرک تصانیف سے میں نے استفادہ کیا ہے ان سب حضرات کو جو وصال پا چکے ہیں ان کی ارواح پاک پر اپنی خاص رحمتوں کا نزول فرماتا رہے، اُن کے درجات بلند کرے۔ آمین!

اور وہ حضرات جو حیات ہیں اُن پر اپنی خاص عنایتیں اور رحمتیں عطا رکرے۔ اُن کے فیوض و برکات علمیہ و دینیہ کو قیامت تک قائم و دائم رکھے۔ (آمین) اور یا اللہ! اِس تحریر کے مطالعہ کرنے والوں کو بھی اس کے تمام علمی و عملی منافع عطا کرے اور اطاعت واتباع اسوۂ رسول اکرم ﷺ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) یا اللہ اس کو سرمایۂ نجات آخرت بنادے۔ (آمین) یا رب العالمین بحق رحمته العالمین شفیع المذنبین ﷺ واصحابه اجمعین وسلم تَسليماً كثيراً كثيرا۔

یا اللہ ہماری یہ مناجات قبول فرمالے۔ (آمین)

Marfat.com

# مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

## کے فضائل، کمالات اور معجزات

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے جو اپنی عظمت کے ساتھ دلوں پر روشن و درخشاں ہے اور تمام چیزوں پر اپنے اقتدار سے قابو رکھتا ہے، نہ آنکھیں اُس کے دیدار کی تاب لاسکتی ہیں اور نہ عقلیں اُس کی عظمت کی حد کو پہنچ سکتی ہیں۔ وہی خدا ہے جو زندہ قائم و دائم، قدیم قادر اور علم و حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں، وہی آقا ہے وہی مولا اور زبردست حکمت والا، جو تمام تر کائنات کا تخلیق کرنے والا ہے، وہی ہے جو پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا اور صورت گر ہے۔ ہر عطاو بخشش کی انتہا صرف اس کی ذات ہے اس لیے ہر دستِ طلب اُس کے آگے بڑھتا ہے اور مانگنے والا کبھی محروم و ناکام نہیں پلٹتا۔ روئے زمین کی ہر شے فنا ہونے والی ہے مگر ہمارا عظیم پروردگار جو جلالت و بزرگی کا سرمایہ دار ہے، ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور نظم عالم قائم کرنے والا ہے یقیناً خدا قوی و غالب ہے۔ اُس کی ذات جلال و عظمت اور کبریائی و رفعت کی مالک ہے، اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے جس نے نبی کریم ﷺ اور ان کی آل کو عزت و بزرگی کے ساتھ مخصوص کیا اور جنہیں منصبِ رسالت عطا کیا اور وسیلہ بنا کر امتیاز خاص بخشا۔

بار الٰہٗ! نبی اکرم ﷺ اور اُن کی پاکیزہ آل رحمت نازل فرما اور یقیناً تو ہر چیز پر قادر و توانا ہے۔

Marfat.com

ہم رسول اللہ ﷺ کے اوصاف لکھ پائیں گے کیا
عرش سے لُوح و قلم ہم جا کر لے آئیں گے کیا؟

:❄:❄:❄:❄:❄:

اِک ذرا دل نے چھیڑا تھا ذکرِ نبی ﷺ
عشق سیراب ہوتا رہا دیر تک
قلب سے جدا ہوا ذکرِ صلی اللہ ﷺ
چار سو نور پھیلا رہا دیر تک

نبی کریم ﷺ کے اوصاف، فضائل، عظمتیں اور اُن کے معجزات کے بارے میں یہ بے حد ادنیٰ اور حقیری کوشش ہے کیوں کہ جس ہستی کی تعریف پروردگار کرے تو پھر بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ ہمارے الفاظ بھلا کیا حق ادا کریں گے، بہرحال اس سے پہلے ایک اہم بات کہنا چاہوں گی جو بے حد شدت سے محسوس کی کہ آج ہم مسلمان انتہائی پستی کا شکار کیوں ہیں؟

دراصل ہم میں سے کچھ ایسے ہیں جو دین کی راہ سے بھٹک گئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو دین کی راہ پر تو ہیں لیکن اپنے محور کی پہچان بھول گئے، جس طرح راستے سے بھٹک جانے والا عمر بھر چلتا رہے تو بھی اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا اسی طرح دین کے محور کو فراموش کر دینے والا شخص ساری زندگی عبادت، ریاضت اور مجاہدے میں گزار دے مگر اپنی منزل نہیں پا سکتا۔ اس کے لیے سب سے اہم ہے کہ اپنے محور کو پہچانے اور پھر اُس کی معرفت حاصل کرے جب محور کی بہ خوبی پہچان ہو جائے گی اور معرفت حاصل ہو جائے گی تو پھر عبادت، ریاضت نتیجہ خیز ثابت ہوں گی۔ اس طرح

Marfat.com

دین، ایمان، علم، عمل، نیکی اور تقویٰ محض چند رسومات ادا کرنے کا نام نہیں بلکہ اپنی پوری زندگی اور دینی کوششوں کو ایک خاص مرکز و محور کے گرد گھمانے کا نام ہے اور وہ مرکز و محور حضور اکرم ﷺ کی ذات ہے آپ ﷺ کی ذات ہمارے ایمان کا مرکز و محور اور اس کی اصل اساس آپ ﷺ سے نسبت و تعلق ہی حقیقتاً ایمان ہے۔ یہ تعلق اگر مضبوط و مستحکم ہو تو ایمان کامل ہے اور اگر کمزور و ناقص ہو تو ایمان کامل نہیں ہوتا۔

اور یہ تمام اسلام دشمن قوتیں ہمیشہ سے یہ بات جانتی ہیں کہ مسلم قوم میں تمام تر خرابیوں اور کوتاہیوں کے باوجود اُن کے دامن میں ایک ایسی انقلاب انگیز قوت موجود ہے جو کسی بھی وقت اپنی عظمت رفتہ کے حصول کے لیے تن من کی بازی لگا سکتی ہے اور اسلام کی وہ عظیم انقلابی قوت جس سے یہ تمام اسلام دشمن عناصر خوف زدہ تھے عشق رسول ﷺ تھا اور اُسی سے تمام مسلمانوں کی مذہبی و روحانی قوتیں زندگی روزِ اول سے آج تک وابستہ ہے چنانچہ یہ دشمن وتیں منظم ہو کر نبی اکرم ﷺ کے عشق کی شمع بجھانے کا سوچتی رہیں کیوں کہ انھیں احساس تھا کہ اگر مسلمانوں کے دل حضور اکرم ﷺ کے عشق و محبت سے خالی ہو گئے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اُنھیں کھوئی ہوئی عظمت واپس نہیں دلا سکتی، یہ محض ایک مفروضہ نہیں بلکہ ایک روشن حقیقت ہے۔ اسی سازش کی طرف علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں
روح محمد ﷺ اُس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

Marfat.com

لہٰذا اُن ہی اسلام دشمن قوتوں نے اسلام کی تعلیمات اور بانی اسلام حضور اکرم ﷺ کی شخصیت اور سیرت پر بے شمار کتب تحریر کیں کہ اگر کوئی خالی الذہن سادہ مسلمان ان تصانیف کا مطالعہ کرتا ہے تو اُس کا ذہن حضور کی ذات اور تعلیمات کے لیے طرح طرح کے شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتا ہے اور پھر جو ذہن بنتا ہے اُسے عشق رسول کے تصور سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

آپ ﷺ کی مقدّس شخصیت کے دو پہلو ہیں جو بے حد لازم وملزوم ہیں، کسی ایک پہلو کو بھی نظر انداز کرنا اسلام کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔

1- حیات طیبہ کا حسّی پہلو۔

2- حیات طیبہ کا روحانی پہلو

## حسّی پہلو

حضور اکرم ﷺ کے بشری وانسانی اوصاف وکمالات پر مشتمل ہیں جس کے مطالعہ سے ایک کامل انسان اور اسوۂ حسنہ کا درست نقشہ سامنے آتا ہے، حضورا کے حُسن اخلاق، حُسن معیشت، شجاعت، صبر وتحمّل، امانت، صداقت، تدبّر وبصیرت، عدل و انصاف، رحم، سخاوت جیسے عظیم خصائص کا علم ہوتا ہے اور ہر قاری حضور اکرم ﷺ کی ذات کو عظیم رہنما، عظیم مدبّر ومنتظم، عادل قاضی، بے نظیر محقق، مثالی قائد وسپہ سالار، دیانت دار تاجر، بہترین خاوند اور سربراہ خاندان اور بے حد کامیاب سربراہ ریاست

Marfat.com

کے عظیم روپ میں دیکھنے لگتا ہے۔ لیکن بعض مسلم مفکرین و مصنفین نے حضور اکرم ﷺ کے فضائل وشمائل کے بین کو صرف حسی پہلو تک محدود کر دیا اور وہ روحانی اور معجزاتی پہلو جو حضور اکرم ﷺ کے بلند و بالا کمالات نبوت اور فضائل وشمائل پر مشتمل تھا نظر انداز کر دیا کہ جدید تعلیم یافتہ نسل کا اس سے کوئی تعلق نہیں، یہ تو صرف صوفیا اور عرفا کے لیے ہے اور ان ظاہری فضائل کا بیان بھی محبت و عقیدت کی چاشنی اور ادب و تعظیم کے رنگ سے خالی رکھا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ قلبی عقیدت اور والہانہ اُنس و محبت جو رفتہ رفتہ عشق میں بدل جایا کرتی ہے اس نسل کے دلوں سے ناپید ہوگئی، کیونکہ عشق کی کیفیت جس کا تعلق عقل و خرد سے نہیں خالصتاً دل کی دنیا سے ہوتا ہے جدید دور کے تقاضوں کے تحت غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ نتیجتاً مسلمانوں کے دلوں میں حضور اقدس ﷺ کے عشق و محبت کا وہ چراغ روشن نہیں کیا جا سکا جس کے باعث دیوانہ وار محبت و عقیدت کا وہ طوفان امنڈ پڑے جس کی قوت سے کفر و طاغوت کے خلاف ٹکرایا جا سکے اور ناموس دین مصطفی ﷺ کے لیے جانوں کے نذرانے پیش کیے جا سکیں۔ ان تعلیمات سے جو تصور مسلمانوں میں پیدا ہو رہا ہے وہ یہی ہے کہ اسلام کو بحیثیت نظام حیات قبول کرنا اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت و تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہی کمال ایمان اور محبت رسول ﷺ ہے۔ اس اتباع کے علاوہ حضور اقدس ﷺ کی وہ ذات و صفات سے خاص قلبی لگاؤ جو والہانہ عشق کہلاتا ہے (جس سے صرف اہل دل بہ خوبی واقف ہیں) ایمان کا مقصد ہے اور نہ اسلام کی تعلیم، بلکہ یہ جاہلانہ شخصیت پرستی کی ایک صورت ہے جو توحید خالص کے منافی ہے یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اگر صرف توحید پرستی کی بات کی جائے تو ابلیس شیطان سے زیادہ کون توحید پرست ہے، جس نے اللہ کے علاوہ

Marfat.com

حضرت آدم کو سجدہ نہ کیا مگر بارگاہ الٰہی میں مقبول نہ ہوا بلکہ مردود ٹھہرا۔ تو اس نام نہاد روشن خیالی سے جس قدر نقصان پہنچا ہے وہ بیان سے باہر ہے، آج ہمیں عشق رسول ﷺ کے اصل تصور کو قرآن و حدیث اور سنت صحابہؓ کے آئینے میں اس طرح اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ ہماری نوجوان نسل اور مسلمان اس آفاقی حقیقت کو سمجھ کر پھر اپنے رسول ﷺ کے ساتھ عشق محبت کا وہ تعلق استوار کرلیں کہ اُن کی نظروں کو دانش فرنگ کے جلوے متاثر نہ کرسکیں۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

ہمارے علم میں ایک طرف حضور اقدس ﷺ کی وہ عظمت وشان ہو جو آپ کو بارگاہ خداوندی میں حاصل ہے اور پھر ادب و تعظیم کے واقعات، اُن عشاق صحابہ کرام کے تذکرے عام کیے جائیں جنھوں نے اپنی زندگیوں کو حضور اقدس ﷺ کی محبت اور والہانہ عشق کی بھٹی میں گزارتے ہوئے ادب و تعظیم اور محبت کے وہ انمٹ نقوش چھوڑے کہ کوئی مثال نہیں پیش کی جاسکتی... تب حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے روحانی پہلو اور آپ کے جانثار صحابہ کی عملی مثالوں سے ہمیں احساس ہوگا کہ عشق رسول ﷺ استحکام ایمان کا واحد ذریعہ اور قوت ہے جس سے امت مسلمہ پستیوں سے نکل سکتی ہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

تمام پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ ایک بار درود شریف پڑھ لیں۔

اگر قرآن مجید کو دل کی آنکھ سے بہ غور دیکھا جائے تو اس میں اوّل سے آخر

Marfat.com

تک نعت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہوتی ہے، حمد الٰہی ہو، عقائد کا بیان، گذشتہ انبیا کرام اور اُن کی اُمتوں کے واقعات ہوں یا احکام قرآن مجید! ہر موضوع اپنے لانے والے محبوب کے اوصاف اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا، پھر وہ نور اللہ تعالیٰ نے جہاں چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ بہشت، نہ دوزخ نہ فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ دن نہ رات اور نہ انسان تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے ایک حصے سے قلم دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش پیدا کیا۔''

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس وقت ہی خاتم النبین بن چکا تھا جس وقت حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے گارے کی شکل میں تھے''

حضرت شعبی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ آپ کب نبی بنائے گئے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''جس وقت حضرت آدم علیہ اسلام روح اور جسم کے درمیان تھے اُس وقت مجھ سے نبوت کا عہد لیا گیا تھا۔'' سبحان اللہ۔

:❄:❄:❄:❄:❄:

Marfat.com

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں محمد، عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو اچھے گروہ میں پیدا کیا یعنی انسان بنایا پھر انسان میں دو فرقے پیدا کیے عرب اور عجم! مجھ کو اچھے فرقے یعنی عرب میں پیدا کیا تو پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا یعنی قریش! پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی بنو ہاشم میں۔ اس لیے میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ میں تمام مشارق اور مغارب میں پھرا، میں نے کوئی شخص محمد ﷺ سے افضل اور کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کا نسب باکرامت ہے اُس کے اجزا پاکیزہ ہیں اصل سے بھی اور فرع سے بھی اور آپ ﷺ کی وجہ سے انسانیت کو شرف حاصل ہو گیا۔

آپ ﷺ کی ولادت کے بہت سے عجیب واقعات روایت کیے گئے ہیں جن میں کسریٰ کے محل میں زلزلہ آجانا اور اس سے چودہ کنگروں کا گر پڑنا۔ بحیرہ طبریہ کا فوراً خشک ہو جانا، فارس کے آتش کدے کا بجھ جانا جو ایک ہزار سال سے مستقل روشن تھا کبھی نہ بجھتا تھا۔ آپ ﷺ کی ولادت نے غیبی باتوں اور بڑی بڑی کرامتوں کے ظاہر ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کی عمدگی، لطافت اور اصل مبارک کی طہارت کو ظاہر کر دیا، ایک حدیث جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس میں آپ ﷺ نے فرمایا ''رعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے اور مجھے جو مرحمت فرمائے گئے ہیں اور

Marfat.com

میں حالت خواب میں تھا جب زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے پاس لائی گئیں اور پھر میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں تمہارے لیے حوض کوثر پر آگے جانے والا ہوں اور تمہارے اوپر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرمائی گئی ہیں اور اللہ کی قسم مجھے ہرگز یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے تو اس چیز کا خطرہ ہے کہ تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے۔"

حضرت امام جعفر صادقؓ نے اپنے والد محترم حضرت امام باقرؒ سے روایت کی ہے کہ "قیامت کے روز ایک مفادی ندا کرے گا کہ اے لوگو! تم میں سے جس کا نام محمد یا احمد ہے وہ جنت میں چلا جائے" اس حکم سے اللہ تعالیٰ کا مقصد اپنے حبیب ﷺ کے اسم مبارک کی عظمت و کرامت دکھانا ہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

اللہ تبارک و تعالیٰ کو از خود کوئی نہ جانتا تھا کسی نے اُسے دیکھا تھا اور نہ ہی کسی نے اُسے سنا تھا۔ غرض یہ کہ ساری دنیا اُس سے بے خبر تھی اللہ رب العزّت نے چاہا کہ دنیا کو میری خبر ہو، تب اُس نے ایک باخبر پیدا فرمایا، اُسے اپنا راز دیا، اُسے اپنی معرفت و پہچان دی۔ پھر اُس نے فرمایا "اب لوگوں کو میری خبر دے۔" سورۂ اخلاص میں اس تصور کر بے حد اچھے انداز میں سمجھایا گیا ہے کہ دین و ایمان کا مرکز و محور حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔

ارشاد ربانی ہے کہ "اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے، بے

Marfat.com

نیاز ہے، نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا اور نہ ہی اُس کا کوئی ہمسر ہے۔''

اس سورۃ کا پورا مضمون توحید کے بیان پر ہے لیکن یہاں غور کریں پہلی آیت پر، قل، ھو ل اللہ احد، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔

یہاں ''قل'' حضور ﷺ کے ساتھ خطاب ہے، یہاں قل کے بغیر بھی بات شروع کی جاسکتی تھی کہ اللہ ایک ہے لیکن یہ ''قل'' کا اضافہ اس لیے کیا گیا کہ اے محبوب ﷺ! آپ اپنی زبان سے کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے اور لوگ جب آپ ﷺ کی زبان سے سن کر اور آپ ﷺ پر بھروسہ کر کے ایک مانیں گے تو اُن کا یہی اقرار وحدت میرے (اللہ) کے نزدیک عقیدۂ توحید بن جائے گا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جب ہمیں کوئی خبر ملتی ہے تو سب سے پہلے مخبر ہوتا ہے یا خبر؟ یقیناً پہلے مخبر کے ساتھ تعلق قائم ہوتا ہے پھر خبر کے ساتھ۔ یقیناً ہم پہلے مخبر کو سچا مانتے ہیں تب ہی تو اس کی خبر پر یقین کرتے ہیں۔ تو پس مخبر پہلے ہوا اور خبر بعد میں۔ تو خبر یہاں توحید ہے اور مخبر کا آنا رسالت ہے۔

تو جب تک خبر دینے والے کا دامن تھام نہ لیا جائے مخبر (جس کی خبر دی جائے) تک رسائی حاصل نہیں ہوسکتی۔ بس اللہ کا رسول، اللہ کی خبر دینے والا بن کر آتا ہے اور انہیں خبر دیتا ہے جنہوں نے کبھی اُسے دیکھا نہیں ہوتا، کبھی سنا نہیں ہوتا اس کی ذات اور صفات کا براہ راست مشاہدہ نہیں کیا ہوتا۔ تو بس رسول اکرم ﷺ آ کر خبر دیتے ہیں کہ میں اُس کی (اللہ تعالیٰ) طرف سے بھیجا گیا ہوں وہ ایک ہے اُسے مان لو۔

ہم بات کے پیچھے بھاگتے ہیں بتانے والے کو چھوڑ دیتے ہیں اور اب ہماری

Marfat.com

حالت یہ ہے کہ خبر کے پیچھے جاتے ہیں مخبر کو چھوڑ دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کامیابی نصیب نہیں ہورہی، دین کو جب تک صاحبِ دین کی نسب سے نہ مانا جائے، شریعت کو جب تک صاحب شریعت کے حوالے سے نہ جانا جائے منزل مقصود تک پہنچنا ناممکن ہے۔اسی لیے روحانیت حاصل نہیں ہوتی۔

بے شک توحید اللہ رب العزت کی الوہیت اور اُس کی ربوبیت کا اقرار ہے اور اس کی اطاعت بندگی اور عبادت سے عبارت ہے لیکن اس عظیم الشان رب تک رسائی حاصل کرنے کے لیے پہلے نبی کریم ﷺ سے تعلق جوڑنا ہوگا آپ ﷺ کی غلامی میں آنا ہوگا۔آپ ﷺ کو ماننا ہوگا اسی لیے رب العزت نے فرمایا۔''قل'' تم کہہ دو (کہ میں ایک ہوں) باری تعالیٰ بات تیری اپنی ہے اور جن سے بات کرنی ہے وہ بھی تیرے اپنے ہیں تُو خود ہی اُن سے بات کرلے لیکن پروردگار کی عادت کریما ہے کہ ہمیشہ وہ ہر چیز آپ کو بغیر واسطے یا وسیلے کے عطا نہیں کرتا۔کائنات کی ہر شے پر غور کریں اولاد بغیر والدین کے وسیلے سے اس دنیا میں نہیں آتی، پروموشن آپ کو بغیر افسر کے وسیلے کے نہیں ملتا، کھانا منہ تک لے جانے کے لیے دو ہاتھوں کا وسیلہ چاہیے ہوتا ہے، علم بغیر استاد کے نہیں ملتا تو پروردگار کو جب بھی بات کرنا ہوتی ہے تو وہ نبی اکرم ﷺ کے ذریعے ہمکلام ہوتا ہے، جب بھی کوئی پیغام پہنچانا ہوتا ہے وہ نبی اکرم ﷺ کے واسطے سے پہنچاتا ہے۔

لفظ ''قل'' کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرنے سے ہمیں ایک نہایت اہم سبق بھی حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ باری تعالیٰ گویا فرماتے ہیں کہ سنو! میں تمہارا رب ہوں جس سے چاہوں بغیر واسطے کے خطاب کرسکتا ہوں، جسے چاہوں بغیر واسطے

Marfat.com

کے اپنے طرف بلا سکتا ہوں کیوں کہ میں قادر مطلق ہوں، لیکن تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جب میں قادر مطلق ہو کر بھی تم سے اپنے نبی اکرم ﷺ کے واسطے کے بغیر کلام نہیں کرتا تو تم بندے ہو کر نبی کے واسطے کے بغیر مجھ سے کس طرح بات کر سکتے ہو، تمہیں خبر ہونی چاہیے کہ جب میں رب ہو کر مخلوق سے براہ راست بات نہیں کرتا تو مخلوق کو مجھ سے میرے نبی ﷺ کے واسطے کے بغیر بات کرنے کا حق کیسے پہنچتا ہے۔ کائنات میں کوئی شخص ایسا نہیں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ مجھ تک اللہ رب العزت نے یہ ہدایت نبی اکرم ﷺ کے واسطے کے بغیر بھیجی۔ اللہ تعالیٰ واسطے کا محتاج نہیں ہے یہ ساری محتاجی ہماری ہے جب وہ بے نیازی کی شان کا مالک ہو کر بھی ہم سے بات کرتے وقت اپنے محبوب ﷺ کو درمیان میں واسطہ بناتا ہے تو ہم عاجز و گناہ گار ہیں۔ اس سے ہمکلام ہوتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے وسیلے سے کیوں کر بے نیاز ہو سکتے ہیں؟

پس اگر خالق، مخلوق کے درمیان رسول اکرم ﷺ کا وسیلہ اور واسطہ قائم رہا تو بات اِدھر سے اُدھر آتی رہے گی اور اِدھر سے اُدھر جاتی بھی رہے گی ورنہ صرف ضائع ہی ضائع ہے۔ چناں چہ نبی اکرم ﷺ کی نسبت سے اللہ کی یاد اور اُس کا ذکر کیا کریں، یہ نسبت خود ہمیں بھی اور ہمارے ذکر کو بھی اللہ کی بارگاہ میں عزیز تر بنا دے گی۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضور اقدس ﷺ کی شخصیت حُسن و صورت اور حُسن سیرت کا حسین امتزاج ہے آپ ﷺ ظاہری اور باطنی حُسن و جمال کے اُس مرتبۂ کمال پر فائز ہیں جہاں سے ہر حسین کو خیرات مل رہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب اور مقرب نبی ہیں اس لیے باری تعالیٰ نے تمام انبیائے سابقین کی ساری اچھی خصلتیں، عادات

Marfat.com

آپ ﷺ کی ذات اقدس میں اس طرح جمع فرمادیں کہ آپ ﷺ افضلیت و اکملیت کا معیار آخر قرار پائے۔ اس لحاظ سے حُسن و جمال کا معیار آخر بھی آپ ﷺ ہی کی ذات ہے۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں ''(اللہ رب العزّت کی ) تمام مخلوقات کمالات انبیائے علیہم السلام میں اور تمام انبیا و رسل حضور ﷺ کی ذات اقدس میں متحیر ہیں۔ دیگر ابنیاء و رُسل کے کمالات محدود اور متعین ہیں جب کہ حضور ﷺ کے محاسن و فضائل کی کوئی حد نہیں بلکہ ان تک کسی کے خیال کی پرواز ہی ممکن نہیں۔''

امام زرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ایمان افروز قول نقل کیا ہے ''حضور ﷺ کا حُسن و جمال مکمل طور پر ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اور اگر آقائے کائنات ﷺ کا تمام حُسن و جمال ہم پر ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں حضور کے جلووں میں نظارہ کرنے سے قاصر رہتیں۔'' اس حوالے سے امام نبہانی رحمتہ اللہ علیہ حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں ''بعض آئمہ کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ کا تمام حُسن و جمال ہم (یعنی مخلوق) پر ظاہر نہیں کیا گیا، نہایت ہی حسین و جمیل قول ہے۔''

شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھ کر اپنی آنکھیں ہتھیلیوں سے ڈھانپ لیا کرتے تھے۔ خود فرماتے ہیں۔ ''آپ ﷺ سے حسین تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور نہ کبھی کسی ماں نے آپ ﷺ سے جمیل تر کو جنم دیا ہے آپ ﷺ کی تخلیق بے عیب (ہر نقص سے پاک) ہے (یوں دکھائی دیتا ہے) جیسے آپ ﷺ کے ربّ نے آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق

Marfat.com

آپ ﷺ کی صورت بنائی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حضور رحمت عالم ﷺ سر پا نور سے لے کر قدم پاک تک نور ہی نور تھے۔ آپ ﷺ کے حُسن و جمال کا نظارہ کرنے والے کی آنکھیں چندھیا جاتیں، آپ ﷺ کا جسم اطہر چاند اور سورج کی طرح منور و تاباں تھا۔ اگر آپ ﷺ کے جلوہ پاک کے حُسن لباس بشری میں مستور (پوشیدہ) نہ ہوتے تو روئے منور کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا ناممکن ہو جاتا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو انہوں نے عرض کیا، یارسول ﷺ! زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ اسلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بعض لوگ انہیں دیکھ کر بے ہوش بھی ہو جاتے تھے۔ لیکن کیا سبب ہے کہ آپ ﷺ کو دیکھ کر ایسی کیفیات طاری نہیں ہوتیں؟'' اس پر حضور اقدس نے فرمایا۔ میرے اللہ نے غیرت کی وجہ سے میرا جمال لوگوں سے مخفی (پوشیدہ) رکھا ہے اگر وہ کما حقہ، (ٹھیک ٹھیک، جیسا اُس کا حق ہے) آشکار ہو جاتا تو لوگوں پر محویت و بے خودی کا عالم اس سے کہیں بڑھ کر طاری ہوتا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا کرتا تھا۔''

مولانا اشرف علی تھانوی اس بات کی تائید یوں کرتے ہیں ''میں کہتا ہوں کہ (باوجود ایسے حسن و جمال کے) عام لوگوں کا آپ ﷺ پر اس طور عاشق نہ ہونا جیسا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے سبب غیرت الٰہی کے ہے کہ آپ ﷺ کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا۔ جیسا خود حضرت یوسف علیہ اسلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں

Marfat.com

کیا۔"

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے اُن کے آبائی وطن قرن پہنچے۔ اس وقت دوران گفتگو حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ نے ان دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے کبھی فخرِ موجودات ﷺ کا دیدار بھی کیا ہے؟" انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تو مسکرا کر کہنے لگے" تم نے حضور ﷺ کے حُسن و جمال کا محض پرتو دیکھا ہے۔"

شیخ عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ فرماتے ہیں۔" اگر حضور ﷺ کے نور کامل کو عرش عظیم پر ظاہر کر دیا جاتا تو وہ بھی پگھل جاتا اس طرح اگر تم مخلوقات کو جمع کر کے اُن پر حضور کے انوار مقدسہ کو ظاہر کر دیا جاتا تو وہ فنا ہو جاتے۔"

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا" اے ابوبکرؓ! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میری حقیقت میرے پروردگار کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔"

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کی ذات مقدسہ کی حقیقت کو اپنی مخلوقات سے پوشیدہ رکھا اور تجلیّات مصطفیٰ ﷺ کو پردوں میں چھپایا اسی طرح آپ ﷺ کے اوصاف ظاہری کو بھی وہی پروردگارِ عالم خوب جانتا ہے۔ محدثین، مفسرین اور علمائے حق کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اوصاف ظاہری کی حقیقت بھی مکمل طور پر مخلوق کی دسترس سے باہر ہے اس ضمن میں آپ کے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظّام نے جو کچھ بیان کیا وہ بطور تمثیل ہے، ورنہ تو حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ

Marfat.com

کی حقیقت کو اُن کے خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

امام ابراہیم بیجوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس کسی نے حضور ﷺ کے اوصاف بیان کیے بطور تمثیل ہی کیے ہیں اُن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔''

حضرت امام علی برہان الدین حلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حضور ﷺ کی صفات ظاہرہ کے حقائق کا ادراک بھی ممکن نہیں۔'' حضرت امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اسلاف نے آقا ﷺ کے اوصاف کا جو تذکرہ کیا ہے یہ بہ طور تمثیل ہے ورنہ آقا ﷺ کی ذات اقدس اور مقام اس سے بہت بلند ہے۔''

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کسی شخص کا ایمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ یہ اعتقاد نہ رکھے کہ بلاشبہ آپ ﷺ کے وجودِ اقدس میں ظاہری اور باطنی محاسن و کمالات ہر شخص کی ظاہری و باطنی خوبیوں سے بڑھ کر ہیں۔''

حضرت امام قسطلانی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں ''یہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ کا ایمان کی تکمیل کے لیے (بندۂ مومن کا) یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو حضور ﷺ سے پہلے اور نہ بعد میں ہی کسی کو آپ ﷺ کی مثل حسین و جمیل بنایا۔''

حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر ایمان کی تکمیل کے موضوع پر حضرت امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ایمان کی تکمیل کے لیے اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ رب کائنات نے حضور اکرم ﷺ کا وجود اقدس حُسن و جمال میں بے نظیر و بے مثال تخلیق فرمایا ہے۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

کتب حدیث میں درج ہے کہ آپ ﷺ کا مقدّس جسم اتنا لطیف تھا کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''سورج اور چاند (کی روشنی میں) آپ ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا کیوں کہ آپ ﷺ سراپا نور تھے۔''

حضرت امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کیوں کہ آپ ﷺ سراپا نور تھے۔ پس جب آپ ﷺ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا۔''

''آپ ﷺ کا جسم اطہر نہایت ہی نرم و نازک اور اس طرح خوشبودار تھا جیسے وہ کستوری میں ڈوبا ہوا ہو۔'' خوشبو آپ کے جسم اطہر کا حصہ تھی۔

نہ تو قلم میں اتنی سکت ہے کہ حسن مصطفیٰ ﷺ کو تحریر کر سکے اور نہ زبان ہی میں جمال مصطفیٰ ﷺ کو بیان کرنے کا یارا ہے۔ حضور اقدس ﷺ اول و آخر ہیں سب سے پہلے نبوت آپ کو عطا ہوئی خود فرماتے ہیں ''ہم اُس وقت نبی تھے جب حضرت آدم اپنی آب و گل میں جلوہ گر میں تھے، میثاق کے دن ''اَلستُ بربّکم'' کے جواب میں سب سے پہلے ''بلیٰ'' فرمانے والے حضور ہی ہیں، بہ روز قیامت سب سے پہلے آپ ﷺ کی قبر انور کھولی جائے گی، بہ روز قیامت اوّل حضور ﷺ کو سجدہ کا حکم ملے گا سب سے پہلے حضور ﷺ شفاعت فرمائیں گے اور شفاعت کا دروازہ حضور ﷺ ہی کے دست اقدس پر کھلے گا۔ اوّل حضور اکرم ﷺ ہی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے اوّل حضور ہی جنّت میں تشریف فرما ہوں گے بعد میں تمام انبیاء، اوّل حضور ہی کی اُمّت جنت میں جائے گی بعد میں باقی اُمتیں۔ غرض یہ کہ ہر جگہ اوّلیت کا سہرا آپ ہی کے سر پر ہے اوّلیت کے باوجود سرکار ﷺ آخر بھی ہیں، سب سے آخر میں آپ ﷺ کا ظہور

Marfat.com

ہوا، خاتم النبین آپ ﷺ ہی کا لقب ہوا، سب سے آخری حضور ﷺ ہی کو کتاب (قرآن) ملی، سب سے آخر میں حضور اکرم ﷺ کا دین آیا۔ سب سے آخری دن یعنی قیامت تک حضور ﷺ کا ہی دین باقی رکھا گیا ہے۔

مولانا محمد قاسم بانی مدرسہ دیو بند تحذیر الناس میں لکھتے ہیں کہ علوم اوّلین و آخرین حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کے علم میں مجتمع ہیں جیسے کہ علم سمع، علم بصر علیحدہ علیحدہ ہیں مگر نفس ناطقہ میں سب سے جمع! اسی طرح حضور عالم حقیقی ہیں اور باقی انبیاء عالم بالعرض، فتوحات مکیہ میں شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حضرت آدم علیہ السلامحضور علیہ اسلام کے پہلے خلیفہ اور نائب ہیں۔ قرآنی آیات اور حدیث پاک اور اقوال علما سے بہ خوبی واضح ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا علم باوجود اس قدر وسعت کے ہمارے آقا و مولیٰ کے علم کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک دن روتے روتے حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں آیا کہ میں جب پیدا ہوا تھا تب میں نے عرش پر لکھا دیکھا تھا **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ۔ معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول ﷺ ایسے پیارے اور مقرب بارگاہ الٰہی ہیں کہ ان کا نام ربّ نے اپنے نام سے ملا کر عرش پر لکھا ہے۔ تب عرض کیا کہ اے خداوند! میں اس ذات گرامی کے طفیل اپنی خطا کی معافی چاہتا ہوں مجھے معاف فرما۔ اُس وقت رحمت الٰہی کا دریا جوش میں آیا اور خطا سے معافی ہوئی۔ سبحان اللہ!

اب اولاد آدم کو بھی یہی حکم دیا گیا کہ اگر تم لوگ گناہ کرو، کفر کرو، تو بارگاہ مصطفیٰ علیہ السلام میں حاضر ہو کر اُن سے شفاعت کی درخواست کرو اور وہاں جا کر ربّ

Marfat.com

سے توبہ کرو اور محبوب بھی تمہاری شفاعت فرما دیں تو تمہاری توبہ قبول ہو گی۔ تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔" (سورۃ النساء: 64)

:❋:❋:❋:❋:❋:

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب نبی ﷺ کے ادب اُن کی تعظیم اور اُن کی عظمت کا جگہ جگہ ذکر کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے "اے ایمان والو! راعنا نہ کہو یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی بہ غور سُن لو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔" (سورۃ البقرہ: 104)

اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ صحابۂ کرام کا یہ دستور تھا کہ جب حضور اکرم ﷺ کچھ کلام فرماتے اور صحابہ کرام کی سمجھ میں کوئی کلمہ نہ آتا تو عرض کرتے "راعنا یارسول اللہ یا حبیب اللہ! اس کلام میں ہماری رعایت فرمایئے یعنی دوبارہ عرض کر دیجیے۔ یہ کلمہ راعنا یہود کی زبان میں ایک گالی تھی یہود بھی خدمت اقدس میں یہی کلمہ بری نیت سے کہتے تھے، اس پر یہ آیت کریم نازل ہوئی اور مسلمانوں کو یہ کلمہ بولنے سے روک دیا گیا اور فرمایا گیا کہ اے مسلمانوں اس کلمے کے بجائے تم انظرنا کہا کرو کیوں کہ تم لوگ تو نیک نیتی سے یہ کلمہ کہتے ہو مگر یہود کو گستاخی کا موقع مل جاتا ہے۔ "سبحان اللہ! رب کو کیا عظمت محبوب کا پاس ہے اور اپنے محبوب کی شان اس قدر بڑھانا منظور ہے کہ کسی کو ایسی بات کہنے کی اجازت نہیں جس کلمے سے دوسرے کو بدگوئی کرنے کا موقع ملے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں کوئی ہلکی بات منہ سے نکالنا اگرچہ بری نیت سے نہ ہو کفر ہے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے حضور علیہ السلام کے نعلین پاک کی بھی ادنیٰ گستاخی کی، کافر ہو گیا۔ شرح فقہ اکبر امام ابو یوسف رحمتہ اللہ

Marfat.com

علیہ کا ایک واقعہ نقل فرمایا ''ہارون رشید کے دستر خوان پر کدّو پک کر آیا، کسی نے کہا کدّو حضور اکرم ﷺ کو مرغوب تھا۔ دوسرے نے کہا مجھے پسند نہیں۔ اس پر امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے قتل کے ارادے سے تلوار نکال لی اور حکم فرمایا کہ تو مرتد ہو گیا ہے کیوں کہ تو نے اپنی بے رغبتی کا حضور اکرم ﷺ کے مقابلے میں ذکر کیا۔ اس نے توبہ کی تو چھوڑا۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ '' بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، خوش خبری اور ڈر سنانے والا اور آپ سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہو گا۔''

(سورۃ البقرہ: 119) اس آیت کریم میں حضور اکرم ﷺ کے بہت سے فضائل اور مراتب کا ذکر ہے در حقیقت حضور ﷺ کو کفار اور منکرین کی حالت دیکھ کر رنج و ملال ہوتا تھا۔ تقاضا رحمت یہ تھا اور محبوب (حضور) کی آرزو تھی کہ تمام لوگ ایمان لے آئیں اور جنت میں جگہ پائیں اور پروردگار کا منشا یہ تھا کہ محبوب جو تمہارا بدگو اور دشمن ہو وہ میری جنت کی بو بھی نہ پائے۔ کفار کے کفر اور ضد کو دیکھ کر آپ کے قلب کو صدمہ پہنچتا تھا تو آپ کی تسکین کے لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محبوب! آپ کا فرض تھا تبلیغ فرمایا، وہ آپ ﷺ نے بہ خوبی انجام دیا اب آپ سے قیامت میں یہ سوال نہ ہو گا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہ لائے، آپ ﷺ اس کے ذمہ دار نہیں، ایک تو بڑی عظمت کی بات یہ ہے کہ رب العالمین اپنے حبیب کا دل میلا ہونا غمگین ہونا پسند نہیں فرماتا۔ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری خدائے قدوس کا تحفہ ہے بندوں کے لیے تو تمام نعمت الہیہ ہیں یہ نعمت سب سے افضل ہے۔ قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارساد باری تعالیٰ ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کی عظمت اور محبت موجود نظر آتی ہے۔

''ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا، تو ضرور ہم تم کو پھیر

Marfat.com

دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمھاری خوشی ہے، ابھی اپنا منہ پھیر دیجیے مسجد حرام کی طرف۔'' (سورۃ البقرہ 166)

اس آیت کریم سے بھی نبی اکرم ﷺ کی شان کا اظہار ہو رہا ہے اس آیت کا شانِ نزول ہے کہ ہجرت کے بعد بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ یہی یہود ونصائی کا قبلہ تھا اس پر یہودی طعنہ دیتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ تمام احکام میں تو ہماری مخالفت کرتے ہیں مگر ہمارے قبلے کی طرف نماز پڑھتے ہیں نیز اس اعتراض کی وجہ سے، دوسرے کعبہ معظمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے حضور اکرم ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ ہمارا قبلہ پھر کعبہ شریف بن جائے۔ سترہ مہینے ہو چکے تھے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے۔ ایک دن آپ ﷺ نے ذکر کیا کہ (حضرت) جبرئیل علیہ السلام ہمارا دل چاہتا ہے کہ کعبہ شریف ہی کی طرف نماز پڑھا کریں۔ تب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ''حضور آپ حبیب اللہ ہیں، آپ ﷺ کی دعا کبھی رد نہیں ہوئی، آپ ﷺ دعا فرمائیں۔'' یہ عرض کر کے حضرت جبرئیل علیہ السلام چلے گئے حضور اقدس نے وحی کے انتظار میں سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کیا کہ شاید اب وحی آئی ہو قبلہ بدلنے کے لیے، پروردگار عالم نے یہ محبوبانہ انداز نہایت پسند فرمایا اور اِس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے محبوب! آپ کی اس پیاری ادا کو ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ بار بار اپنا سرِ مبارک آسمان کی طرف اٹھا رہے ہیں، اچھا ہم اس کو آپ کا قبلہ بنائے دیتے ہیں۔ تو حضور اکرم ﷺ کی مرضی (خواہش) نے کعبہ کو قیامت تک کے لیے قبلہ بنا دیا۔

ارشاد ربانی ہے کہ ''جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا

Marfat.com

اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمھیں اُن کو بچانے کو نہ بھیجا۔'' (سورۃ النساء 80) اس آیت میں بھی پروردگار نے اپنے محبوب کی عظمت بیان کی ہے س کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہماری اطاعت کی اُس نے رب کی اطاعت کی، اُس پر بعض منافقین نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو رب مان لیں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائیوں نے رب مانا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور پروردگار نے اپنے محبوب کی تصدیق فرمادی۔ اس سے پتا چلا کہ حضور ﷺ کی تعظیم کو شرک سمجھنا منافقوں کا کام ہے تعظیم اور ہے عبادت کچھ اور۔ ہر تعظیم عبادت نہیں ہوتی، مزید یہ کہ اطاعت الٰہی سے پہلے اطاعت مصطفی ﷺ کرنی پڑتی ہے اس لیے یہاں حضور اکرم کی اطاعت کو پہلے بیان فرمایا اور اطاعت الٰہی کو جزا بنا کر بعد میں ارشاد فرمایا۔

اگر حضور اکرم ﷺ کو بغیر مانے اللہ کو مان لیا موحد ہی نہ ہوا جیسا کہ سکھ عیسائی آریہ۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر کچھ سوالات کیے کہ اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ قیامت کب ہوگی وغیرہ! یہ سوالات صحابہ کرام کے مجمع میں ہوئے اور حضور اکرم ﷺ نے ان تمام کے جوابات دیے، یہاں خود حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ہی صحابہ کرام سے نہ فرمایا کہ ایمان یہ ہے اسلام یہ ہے اور نماز اس طرح پڑھو کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میرے کہنے سے ان مسلمانوں پر کوئی بھی بات لازم نہ ہوگی، ہاں جب حضور ﷺ کی زبان سے ادا ہوگی تو وہ حکم شرعی بنے

Marfat.com

گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ’’ آپ بے حد عمدہ اخلاق پر ہیں۔‘‘ (سورۃ القلم :6) یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل کو جو حضور علیہ السلام پر ہے عظیم فرمایا اور دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں کو فرمایا۔ قلیل۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اس طرح رب تعالیٰ کی دی ہوئی عظمت مصطفیٰ علیہ السلام بھی مخلوق کے علم سے باہر ہے، اسی لیے قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں یعنی حضور اکرم ﷺ کو خدا یا خدا کا فرزند نہ کہو، باقی جو عزت و عظمت چاہو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرو کیوں کہ حضور ﷺ نے فضائل و کمالات کی کوئی حد ہی نہیں کہ جس پر کوئی بولنے والا اپنے منہ سے بیان کر سکے۔ اب تک حضور ﷺ کے نعت اور اوصاف ملائکہ نے پیغمبروں نے انسانوں نے بیان کیے، مگر حق یہ ہے کہ ان کے اوصاف کا دفتر کا ایک نقبہ بھی بیان نہ ہو سکا کیوں کہ جو کچھ بیان ہوا وہ حد کے اندر ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری اور نبوت کسی خاص قوم یا خاص ملک یا خاص وقت کے لیے نہیں ہے بلکہ جو انسان اللہ کا بندہ ہے وہ حضور علیہ السلام کا امتی ہے پہلے پیغمبروں کی تبلیغ خاص قوم اور خاص وقت کے لیے ہوتی ہے اور جس قدر معجزے پہلے کے پیغمبروں کو ملے وہ سب کے سب حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے اور پیغمبروں کی ذات معجزہ نہ تھی بلکہ کسی کے صرف ہاتھ میں معجزہ اور کسی کی سانس میں معجزہ کسی کی لاٹھی میں معجزہ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام۔ مگر حضور ﷺ کا بال شریف معجزہ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں رہا تو اُن کو ہمیشہ دشمنوں پر فتح ہوتی رہی۔ ہرقل کی پگڑی میں رہا تو اُس کے سر کے درد کو آرام ملا۔

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ نہ نے وصیت فرمائی کہ میرے کفن میں حضور ﷺ کے بال شریف رکھ دیے جائیں تا کہ قبر کی مشکل آسان ہو۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ مجھے غسل دے کر میری آنکھوں اور لبوں پر حضور ﷺ کے ناخن اور بال شریف رکھ دیے جائیں تا کہ حساب قبر میں آسانی ہو۔ صحابہ کرام بیماروں کو بال شریف کا غسل شدہ پانی پلایا کرتے تھے۔ حضرت طلحہؓ کے گھر ایک بار بال شریف پہنچ گیا تو انھوں نے تمام رات ملائیکہ کی تسبیح وتہلیل سُنی۔ آنکھ شریف کا معجزہ کہ قیامت تک واقعات کو دیکھا جنت ودوزخ عرش وکرسی کو ملاحظہ رفرمایا، اپنے رب سے ملاقات کی۔ زبان معجزہ جس کی ہر بات خدا کی وحی، منہ کا لعاب معجزہ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ہانڈی میں ڈال دیا تو برکت ہوئی، خیبر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھ میں لگا دیا تو آنکھ کو آرام ہو گیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں غار میں سانپ نے کاٹا تو آپ نے اس تکلیف پر لگایا تو آرام ملا، کھاری کنویں میں ڈال دیا تو اُس کا پانی میٹھا ہو گیا۔ ہاتھ معجزہ کہ جنگ بدر کے دن ایک مٹھی کنکر کفار کو مارے تو رب نے فرمایا کہ آپ نے نہ پھینکے بلکہ ہم نے پھینکے۔ اُسی ہاتھ سے بیعت لی گئی تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے ہاتھوں پر ہمارا ہاتھ ہے، انگلیاں معجزہ کہ ایک پیالہ پانی میں رکھ دیں، اس سے چشمے جاری ہو گئے انگلی ہی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے کر دیا، پاؤں معجزہ کہ پتھر پر چلیں تو پتھر اُترے، پسینہ مبارک معجزہ کہ جس میں گلاب کی بے مثل خوشبو، جاگنا اور سونا معجزہ کہ ہر ایک کی نیند وضو توڑ دے مگر حضور علیہ السلام کی نیند وضو نہیں توڑتی، تمام جسم پاک سایہ سے محفوظ کہ سایہ بھی کسی کے قدم کے نیچے نہ آئے۔

Marfat.com

غرض یہ کہ حضور اکرم ﷺ کا ہر وصف معجزہ اور ہر حالت رب تعالیٰ کی قدرت کی دلیل، قرآن پاک میں ایک اور خوب صورت آیت جس کا ترجمہ ہے ''اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔'' (سورۃ الاحزاب:56)

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے اُس مرتبے اور عظمت کا بیان ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ ﷺ کی ثناء تعریف کرتا اور رحمتیں بھیجتا ہے۔ قرآن پاک نے بہت سے احکام سنائے نماز، روزہ، حج وغیرہ! مگر کسی جگہ یہ نہ فرمایا کہ یہ کام ہم بھی کرتے ہیں، ہمارے فرشتے بھی کرتے ہیں اور مسلمانوں تم بھی کرو، صرف درود پاک کے لیے اس طرح فرمایا جس سے نبی پاک کی عظمت جھلکتی ہے۔

قرآن پاک میں ایک اور بے حد خوب صورت اور مختصر سی آیت۔ وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ ''اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔'' (سورۃ الم نشرح:4) یہ آیت بظاہر مختصر ہے مگر اس
کے ایک ایک کلمے میں نبی اکرم ﷺ کی شان اور تعریف موجود ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عطاءؒ فرماتے ہیں ''میں نے آپ ﷺ کو اپنا ذکر بنا دیا جس نے آپ ﷺ کا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا۔'' سبحان اللہ!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلندی ذکر یہ ہے کہ اذان میں تکبیر میں، تشہید میں اور منبروں پر خطبوں میں ہر جگہ آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہے پھر یہ ذکر بھی خالصتاً آپ ﷺ کے لیے ہے اسی لیے فرمایا، تمہارے لیے۔ کہ اے محبوب ﷺ تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا گیا ہے۔

Marfat.com

سب سے اہم نکتہ کہ آپ ﷺ کو مکہ شریف میں (قبرانور) نہیں رکھا گیا بلکہ مدینہ منورہ میں رکھا گیا تا کہ کوئی شخص آپ کو زیارت حج کے طفیل نہ کرے، زیارت سرکار کے لیے علیحدہ سفر کرے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانے کا طریقہ ہمیں نبی اکرم ﷺ بتاتے ہیں جو کہ سبق ''توحید'' ہے اور پروردگار عالم ہمیں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جانے کا ادب سکھا رہا ہے۔ جو کہ رسالت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ادب کا اتنا زیادہ خیال رکھا کہ ہر نبی کو اللہ رب العزت نے نام لے کر پکارا جیسا سورۂ احزاب، سورۂ مزمل، سورۂ مدثر، یٰسین، طٰہٰ القاب کے ساتھ۔ ادب اور تعظیم کے حوالے سے اللہ رب العزّت قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ ''اے مسلمانو! اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُن کی مدد کرو اور ان کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح وشام۔'' (فتح)

''تم اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو ایسے نہ بلاؤ جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔'' (سورۂ النور:63)

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال
اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (سورۂ الحجرات:2)

ادب محبت کے قرینوں میں پہلا ادب ہے اور صحابۂ کرام نے نبی اکرم ﷺ کا جو ادب کیا جو تعظیم کی وہ ہمارے لیے مثال ہے۔

مندرجہ بالا سورتوں میں تعظیم رسول ﷺ کا کتنا بڑا ادب یہاں سکھایا جا رہا

Marfat.com

ہے اور تنبیہ بھی کی جارہی ہے کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں معمولی سی بے ادبی جو صرف آواز بلند کرنے سے ہوتی ہے ساری زندگی کے نیک اعمال اور عبادات کو غارت کر دیتی ہے یہاں تک کہ انسان دولت ایمان سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ فیصلہ ہے کہ اعمال صرف کفر سے غارت ہوتے ہیں اُس کے سوا کسی صورت میں کلیتاً ختم نہیں ہوتے۔ چوں کہ تمام اعمال صرف کفر سے ہی غارت ہوتے ہیں اس لیے حضور اکرم ﷺ کی بے ادبی صریح کفر قرار پائی اور نتیجتاً آپ ﷺ کی تعظیم عین تقاضائے ایمان ٹھہری۔

ہمارا ایمان ہے کہ صحابہ کرام کو ہر معرفت اور پہنچان صرف رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے حاصل ہوتی تھی اور ایمان کا سبق صحابہ کرام سے حاصل ہوتا ہے کیوں کہ ان سے بہتر سبق اور بہتر اسوۂ کسی اور کے پاس موجود ہی نہیں۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے استوار اور مضبوط تر رکھنے کے لیے کیا کیا جتن کیا کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ معظمہ بھیجا مذاکرات کے لیے، کفار نے پابندی لگادی۔ اس سال حج پر پابندی لگا دی تھی تاہم کفار مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا چوں کہ تم آگئے ہو اس لیے موقع غنیمت جانتے ہوئے طواف کرلو۔ جب کعبہ سامنے ہو اور طواف کا موقع بھی مل رہا ہو اور آنا بھی کئی سال بعد ہو تو دِل کی کیا حالت ہو گی؟ اور پھر حضور اکرم ﷺ نے آتے ہوئے منع بھی نہیں فرمایا تھا کہ عثمانؓ! میرے بغیر طواف نہ کرنا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عثمان کیسے طواف کرتے؟ کس چیز نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طواف سے روکا؟ وہ فقط عشق تھا نبی ﷺ کے ساتھ کہ جب حضور اکرم ﷺ ہی موجود نہیں تو

Marfat.com

پھر طواف سے کیا مطلب؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھا کر کہہ دیا کہ جب تک میرے آقا ﷺ طواف نہیں کریں گے میں بھی نہیں کروں گا چنانچہ آپؓ طواف کیے بغیر واپس چلے آئے۔ طواف جیسی عبادت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی محبت میں نہ کی۔

خیبر کے قریب منزل صہبا میں حضور اکرم ﷺ نماز عصر پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر اقدس رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر اقدس کو اپنی آغوش میں لیے بیٹھے رہے۔

نماز عصر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قضا ہو گئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادب، تعظیم اور تکلیف کے لحاظ سے سرکار دو عالم ﷺ کو نہیں جگایا اور نماز عصر قضا ہو گئی پھر جاگنے کے بعد جب حضرت علیؓ کے چہرے کی اذیت جو کہ نماز قضا ہونے کے باعث جھلک رہی تھی تب رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی کہ ''یا اللہ یقیناً علیؓ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے، لہٰذا تو سورج کو واپس لوٹا دے تا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز عصر ادا کر لیں۔'' اور ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور زمین کے اوپر ہر طرف دھوپ پھیل گئی۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفّار و مشرکین نے عروہ بن مسعود کو جاسوس بنا کر بھیجا کہ جاؤ اور حضور کے ساتھ آئے ہوئے صحابہ کا جائزہ لے کر آؤ کہ اُن کی کیا پوزیشن ہے۔ عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور تقریباً پندرہ سو صحابۂ کرام آپ کے گرد جھرمٹ بنا کر بیٹھے ہیں جیسے

Marfat.com

شمع کے گرد پروانے۔ انہوں نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ جب حضور اکرم ﷺ وضو فرماتے تو صحابہ کرام وضو کے پانی پر ٹوٹ پڑتے تو اندیشہ ہوتا کہیں آپس میں لڑ پڑیں گے۔ ایک ایک قطرہ کے لیے دوڑتے اور لپک لپک کر وضو کے پانی کو سنبھالتے، آقا ﷺ کے وضو کے پانی کا کوئی قطرہ زمین پر نہ جانے دیتے۔ حضور ﷺ کے وضو پانی کی اہمیت تھی اور صحابہ کا وفور محبت، اب شریعت کا مسئلہ دیکھیں وہ یہ ہے کہ وضو کا پانی ماء مستعمل ہوتا ہے جس کا استعمال مکروہ ہے لیکن عشق کہتا ہے کہ اوروں کا پانی تو بے شک مکروہ ہوگا لیکن اگر سرکار ﷺ کے وضو کا پانی حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے تو وہ کوثر و تسنیم کی طہارتوں سے بھی بالا ہے سرکار ﷺ کا لعاب دہن صحابۂ کرام نیچے نہ گرنے دیتے ہاتھوں پر لے لیتے، اس کو اپنے ہاتھوں پر اور جسموں پر مل لیتے۔

یہ عمل کون کر رہا ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کر رہے ہیں، پندرہ سو صحابۂ کرام کر رہے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ صحابہ کرام اپنے آقا علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کے لیے کر رہے ہیں۔ عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اس موقعے پر حضور ﷺ نے داڑھی مبارک کا خط بنوایا اور بال ترشوائے، صحابۂ کرام آپ کے گرد جھرمٹ کی شکل میں گھیرا ڈالے کھڑے ہو گئے۔ حجام بال تراشتا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھولیاں کھول کر آقا کے مبارک بال اٹھاتے جاتے، یہ سب کچھ ادب و محبت کا تقاضا تھا اور صحابۂ کرام سراپا عشق و ادب تھے، یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ صحابہ کا یہ عمل اطاعت نہیں بلکہ اتباع ہے اطاعت حکم کی تعمیل کو کہتے ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل اطاعت نہیں کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا کہ

Marfat.com

میرے وضو کے پانی کے قطرے زمین پر گریں تو زمین پر گرنے سے پہلے ہاتھوں میں لے لینا اور برکت حاصل کرنا یا لعاب دہن پھینکوں تو چہرے پر مل لینا کہیں آپ ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا لیکن اس عمل سے منع بھی نہیں فرمایا۔ یہ سب کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوتا رہا۔ یہ سب پندرہ سو صحابہ کرام کی سنت ہوئی، تو حضور کا حکم ماننا اطاعت ہے اور تعمیل میں فنا ہو جانا اتباع ہے۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے فرماتے ہیں "اور جب حضور اکرم ﷺ کوئی حکم فرماتے ہیں تو وہ تعمیل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب آقا علیہ السلام گفتگو فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی آوازوں کو پست کر لیتے۔ (یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ یہ باتیں عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت کہہ رہے ہیں جب وہ ابھی دشمن کے جاسوس بن کر آئے ہیں بعد میں جا کر آپ مسلمان ہوئے) اور صحابہ آپ ﷺ کی طرف ادب و تعظیم کے پیش نظر نگاہ بھر کر نہیں دیکھتے۔ خدا کی قسم! مجھے بادشاہوں کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں، میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اُس کے اصحاب اُس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم اصحاب محمد ﷺ کی کرتے ہیں اُس کے بعد از رہ نصیحت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں "تم مسلمانوں پر حملہ نہ کرنا، تم انہیں شکست نہیں دے سکتے بلکہ دنیا کی کوئی قوم انہیں شکست نہیں دے سکتی، کیوں؟ اس لیے کہ ان کا اپنے رسول ﷺ کے ساتھ تعلق و تعظیم و محبت اس طرح استوار ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ کے جسم اطہر سے مس ہونے والے پانی، آپ کے لعاب دہن، تراشیدہ موئے مبارک کا زمین پر گرنا برداشت نہیں کرتے

Marfat.com

اور جو قوم یہ نہیں برداشت کر سکتی وہ میدان جنگ میں اُس کے خون کا زمین پر گرنا کیوں کر برداشت کر سکتی ہے۔" صحابہ کرامؓ اپنے رسول ﷺ کے اشارے پر مر مٹنے کو تیار ہو جاتے اور جب تک ان کا اپنے رسول ﷺ کے ساتھ اس طرح کا تعلق (تعظیم ومحبت) استوار رہے گا۔ اس وقت تک دنیا کی کوئی طاقت انہیں شکست نہیں دے سکتی۔ مسلمان صرف اسی وقت قابل شکست ہوں گے جب ان کے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق قائم نہیں رہے گا۔ عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ کافر ومشرک تھے لیکن سمجھتے تھے کہ امت مسلمہ کی قوت اس کی ہیبت وجلالت اور نا قابل شکست ہونے کا راز اپنے رسول ﷺ کے ساتھ والہانہ عشق ووارفتگی اور حد سے بڑھے ہوئے تعلق تعظیم و محبت میں ہے۔

جس قدر ایمان رسالت پختہ ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کی توحید پختہ ہوگی۔ آج ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس قدر نمازیں زیادہ ہوں گی روزے زیادہ ہوں گے حج وعمرے زیادہ ہوں گے اُسی قدر ایمان مضبوط ہوگا۔ یہ ساری عبادتیں اور اُن کی فضیلتیں اپنی جگہ لیکن یہ سب اعمال مل کر بھی تنہا ایمان کو مستحکم نہیں بنا سکتے، ایمان کی مضبوطی حضور اقدس ﷺ سے عشق ومحبت والا تعلق مضبوط تر ہو جائے پس پھر ایمان بھی کامل ہو جائے گا اور اعمال وعبادات بھی با مقصد نہ رہا تو نصرت واتباع اور اطاعت وغیرہ کوئی شئے بھی ایمان کے کھاتے میں نہیں جائے گی، پھر یہ سب کچھ محض بوجھ ہوگا جو ہم اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتے ہوں گے۔

جب انسان پر موت وارد ہوتی ہے تو اُس کے جسم سے آنکھ، ناک، کان ہاتھ یا پاؤں الگ نہیں ہو جاتے بلکہ سب کچھ قائم رہتا ہے فقط روح نکل جاتی ہے اس وقت

Marfat.com

انسان کو زندہ نہیں مردہ کہتے ہیں بالکل اُسی طرح سارے کے سارے اعمال قائم رہیں لیکن اندر سے آپ کے محبت اور ادب رسول ﷺ کا عنصر نکل جائے تو ایمان مر جاتا ہے اعمال سب کے سب بدستور ہو رہے ہیں نمازیں، روزے، حج، زکواۃ، دعوتِ تبلیغ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن سب کچھ محبت اور ادب رسول ﷺ سے خالی ہو تو پھر یہ محض بے روح عبادات اور اعمال کے مردہ لاشے ہیں جو ہم کندھوں پر اٹھائے پھرتے ہیں۔

:❄:❄:❄:❄:❄:

انبیاء کرام علیہم السلام سے اُن کی نبوت کی صداقت ظاہر کرنے کے لیے کسی ایسی تعجب خیز چیز کا ظاہر ہونا جو عادتاً نہیں ہوا کرتی اسی خلاف ظاہر ہونے والی چیز کا نام معجزہ ہے۔ معجزہ جوں کہ نبی کی صداقت ظاہر کرنے کے لیے ایک خداوندی نشان ہوا کرتا ہے تا کہ کفار یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں ہ کسی ناممکن چیز کا کسی شخص سے ظاہر ہونا انسانی طاقتوں سے بالاتر کارنامہ ہے۔ لٰہذا یقیناً یہ شخص اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا اور اُس کا نبی ہے۔

خداوند عالم نے نبی کو اُس دور کے ماحول اور اس کی اُمّت کے مزاج عقل و فہم کے مناسب معجزات سے نوازا، چناں چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ''یدِ بیضا اور عصا کے معجزات عطا فرمائے کہ آپ کے دور میں جادو اور ساحرانہ کارنامے عروج پر تھے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم طب انتہائی ترقی پر تھا اس دور کے ڈاکٹرز اور طبیبوں نے بڑے بڑے امراض کا علاج کر کے اپنی فنی مہارت سے انسانوں کو مسحور کر رکھا تھا۔ اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مادر زاد کوڑھیوں، اندھوں کو شفا دینے اور مُردوں کو زندہ کر دینے کا معجزہ عطا کیا۔ الغرض ہر نبی کو اُس کی قوم کے

Marfat.com

مزاج معجزہ عطا ہوا کسی کو ایک، کسی کو دو، کسی کو اس سے زیادہ معجزے ملے مگر ہمارے رسول ﷺ جو تمام نبیوں کے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات مقدسہ کو ان انبیاء سابقین کے تمام معجزات کا مجموعہ بنا دیا اور آپ کو قسم قسم کے ایسے بے شمار معجزات سے نوازا جو ہر طبقہ، ہر گروہ، ہر قوم اور تمام مذاہب کے مزاج عقل و فہم کے لیے ضروری تھے اسی لیے آپ ﷺ کی صورت و سیرت، آپ ﷺ کی سنت و شریعت آپ ﷺ کے اخلاق و عادات، آپ ﷺ کے معمولات غرض یہ کہ آپ ﷺ کی ذات وصفات کی ہر ہر ادا اور ایک ایک بات اپنے دامن میں معجزات کی ایک دنیا لیے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ کے تمام معجزات شمار کیے جائیں تو بہت زیادہ مشکل ہوگا آپ ﷺ کے معجزات کی تعداد دس ہزار سے زیادہ ہے آپ ﷺ کے معجزات تمام عالموں میں ظاہر ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے ارشاد فرمایا۔ ''وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین۔'' کہ ہم نے آپ کو تمام عالموں کی طرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

عالم کی کل نو قسمیں ہیں۔ (1) عالم معانی جیسے رنگ بو اور کلام کا عالم (2) فرشتوں کا عالم (3) انسانوں کا عالم (4) جنوں کا عالم (5) آسمان اور چاند تاروں کا عالم (6) جمادات کا عالم (7) نباتات کا عالم (8) حیوانات کا عالم (9) ہوا کا عالم۔ (بے جان چیزیں دھات پتھر درخت پھول) ان تمام عالموں میں حضور اکرم ﷺ کے معجزات ظاہر ہوئے۔

☆ قرآن مجید اپنی فصاحت بلاغت اور غیب کی خبریں دینے کی وجہ سے ایک معجزہ ہے اس کی ایک ایک سطر معجزات کا دفتر ہے اور یہ قیامت تک باقی رہنے والا ابدی معجزہ ہے۔

Marfat.com

☆ وہ تمام واقعات جو آپ ﷺ کے زمانے میں ہوئے اور آپ ﷺ نے بغیر دیکھے ان کی خبر دی جیسے غزوہ موتہ کے واقعے میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے لوگوں کو اُن کی شہادت کی خبر دی۔

☆ اکثر غزوات جن میں بدر، احد، اور حنین میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی مدد کے لیے فرشتوں کو بھیجا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا ''مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اصلی صورت دکھایئے'' آپ ﷺ نے فرمایا

تم (ان کو اصلی صورت میں) نہ دیکھ سکو گے۔

انہوں نے کہا آپ ﷺ دکھا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گئے حضرت جبرائیل علیہ السلام کعبہ پر اتر آئے، آپ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا دیکھو! انہوں نے دیکھا، حضرت جبرائیل علیہ السلام کا جسم سبز زمرد کی طرح چمکتا ہوا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دیکھ کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

☆ جناب رسول خدا ﷺ نے حنظلہ بن حذیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور اُن کے لیے برکت کی دعا فرمائی، اُس کی برکت یہ ہوئی کہ کسی آدمی کے منہ میں سوجن ہوتی یا کسی بکری کے تھن میں سوجن ہوتی اور وہ اُس سوجن والی جگہ کو حنظلہ کے سر میں اُس جگہ لگاتا جہاں رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ لگایا تھا تو سوجن فوراً ختم ہو جاتی۔

☆ حضرت حبیب بن فدیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کی آنکھوں میں ایک

Marfat.com

سفید داغ پڑ گیا تھا اور وہ بالکل اندھے ہو گئے تھے، آنحضرت ﷺ نے اُن کی آنکھوں پر دم کیا تو اُسی وقت اُنکی آنکھوں کی بینائی آ گئی اور انہیں اسی برس کی عمر میں سوئی میں ڈورا ڈالتے دیکھا گیا۔

☆ ایک بار آپ ﷺ نے ایسی بکری کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا کہ ابھی نر کی صورت نہیں دیکھی تھی سو وہ آپ کے دوست مبارک کی برکت سے دودھ دینے لگی۔

☆ ایک معجزہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے راستے میں ایک بڑھیا اُمّ معبد کی بکری جو بالکل ضعیف تھی آپ کے دستِ مبارک پھیرنے سے بہت دودھ دینے لگی حالانکہ اس سے پہلے کچھ دودھ نہیں تھا۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے تھے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ سارے لشکر میں پانی بالکل نہیں ہے بس ایک پیالہ آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا کہ صرف یہی ایک پیالہ پانی ہے آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک کو پیالے میں رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں سے پھوٹنے لگا اور جوش مارنے لگا۔ ہم سب نے پانی پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کتنے آدمی تھے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اگر ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے تو وہ پانی کافی ہو جاتا یعنی پانی اتنا زیادہ تھا، لیکن ہم پندرہ سو آدمی تھے۔"

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ خندق میں انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے لیے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور تقریباً تین سیر جو کا آٹا گوندھ کر تیار کیا۔ حضور اکرم ﷺ کو یہ بات چپکے سے

Marfat.com

بتائی اور عرض کیا آپ ﷺ چند آدمیوں کے ساتھ کھانے کے لیے تشریف لے آئیں۔ آپ ﷺ نے تمام اہل خندق کو جو ایک ہزار تھے پکار کر جمع فرمایا اور اپنے ساتھ لے چلے۔ آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جب تک میں نہ آؤں، ہانڈی کو چولہے سے مت اتارنا اور روٹی مت پکانا۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے دہن مبارک گوندھے ہوئے آٹے میں اور ہانڈی میں ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا ایک روٹی پکانے والی اور بلوالو، ہانڈی میں سے شوربا نکال نکال کر دو، مگر اس کو چولہے سے نہیں اتارنا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہزار آدمی تھے قسم خدا کی سب نے کھایا اور ہماری ہانڈی ویسے ہی جوش میں رہی اور آٹا اتنا ہی رہا جتنا پہلے تھا۔

☆ غزوہ خندق میں اللہ تعالیٰ نے کافروں پر ہوا بھیجی جس کی وجہ سے بہت سردی ہوگئی اور ان کو بہت عاجز کیا، غبار اُن کے منہ پر ڈالا، آگ بجھ گئی ہانڈیاں الٹ گئیں خیموں کی کیلیں اکھڑ گئیں جس کی وجہ سے خیمے گر گئے اسی غزوہ میں آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافروں کی خبر لانے کے لیے بھیجا اور اُن کے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اُن کو سردی کی شدت سے محفوظ فرمائے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے مجھے جانے آنے میں ذرا بھی سردی محسوس نہ ہوئی بلکہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے میں گرم حمام میں چل رہا ہوں۔"

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمنے

Marfat.com

میں ایک قحط ہوا آپ ﷺ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے ایک یہات کے رہنے والے صحابی نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ مال ہلاک ہو گیا اور عیال بھوک سے مر رہے ہیں، آپ ﷺ بارش کی دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے جب کہ اُس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا۔ ابھی آپ ﷺ نے دعا کر کے منہ پر ہاتھ پھیرے بھی نہ تھے کہ پہاڑوں کی طرف سے بادل گھر آئے آپ ﷺ منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ اس ریش مبارک سے بارش کے قطرے گرنے لگے۔ اُس دن سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی، دوسرے جمعہ کو اُسی دیہات کے رہنے والے صحابی نے عرض کیا۔ مکانات گر گئے مال ڈوب گیا آپ ﷺ دعا کیجیے کہ بارش بند ہو جائے، آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور بارش بند ہو گئی۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا۔ آپ ﷺ مکہ کے باہر کسی طرف نکلے تو راستے میں جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا۔

''السلام علیک یا رسول اللہ۔''

☆ آنحضرت ﷺ خطبے کے وقت مسجد میں کھجور کے ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا لیا کرتے تھے جب منبر بنا تو حضور ﷺ نے منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی تھوڑا سا ہی خطبہ فرمایا تھا کہ اُس درخت کے تنے سے رونے کی آواز آنے لگی حضور ﷺ اس طرح رونے سے بے چین ہو گئے اور درخت کے پاس پہنچے اور تنے کو گلے لگا کر بہت تسلی دی۔ رونے کا سبب یہ بتایا کہ

Marfat.com

آپ ﷺ مجھ سے کمر لگا کر خطبہ فرمایا کرتے تھے اور میں آپ ﷺ کے وصل سے مشرف رہا کرتا تھا مگر اب آپ ﷺ مجھے چھوڑ کر منبر پر تشریف لے گئے ہیں۔ بہر حال یہ تو آپ ﷺ سے درخت کے تنے کی محبت کا عالم تھا۔ صحابہ کرام جو رسول خدا کے چہرۂ انور کی زیارت کرتے ہوئے فیض لیتے اور خطبہ سنتے وہ کس قدر حق آگاہ ہوں گے۔

☆ جنگ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں کسی کا تیر لگا جب تیر آنکھ سے نکالا گیا تو تیر کے ساتھ آنکھ باہر آن پڑی۔ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنکھ کو ہتھیلی پر لیا اور اسی طرح حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آنکھ کے اچھا ہونے کی درخواست کی آپ ﷺ نے اپنے دستِ کرم سے آنکھ کو اٹھا کر آنکھ کی جگہ پر رکھا، آپ ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے فوراً آنکھ اچھی ہوگئی خون بند ہوا اور سارا درد جاتا رہا۔

☆ ایک دن مکہ معظمہ میں ابوجہل اپنے ہاتھ میں کچھ کنکریں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ ''اگر تم ﷺ سچے نبی ہو تو بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے کیوں کہ جب تم آسمان کی باتیں زمین پر بیٹھے بتا رہے ہو تو ضرور میرے ہاتھ کی مخفی چیز بھی بتا دو گے'' یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اے ابوجہل! اگر تو یہ کہے تو میں یہ بتا دوں کہ ہاتھ مین کیا ہے اور اگر تو کہے تو جو چیز تیرے ہاتھ میں ہے وہ بولے اور بتائے کہ میں کون ہوں؟
''ابوجہل نے کہا یہ بات اور بھی زیادہ اچھی ہے کہ میرے ہاتھ کی چیز بولے

Marfat.com

اور یہ بتلائے کہ آپ ﷺ کون ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ کی کنکریوں کو اشارہ کیا، فوراً ابوجہل کے ہاتھ میں کنکریاں لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھنے لگیں۔ سبحان اللہ!

☆ آپ ﷺ نے کفار مکہ کے مطالبے پر اپنی نبوت کی صداقت کے لیے بہ طور دلیل آپ ﷺ نے لوگوں کو ''شق القمر'' چاند کو دو ٹکڑے کرنے کا معجزہ دکھایا۔

☆ واقعہ معراج آپ کے معجزات میں عظیم ترین معجزہ ہے اور ہماری مادّی دنیا سے بالکل ہی ماوراء اور عقل انسانی کے قیاس و گمان کی سرحدوں سے بہت زیادہ بالاتر ہے۔

☆ حضور اقدس ﷺ کے معجزات میں سے آپ کا ''علم غیب'' بھی ہے۔ اس بات پر تمام اُمت کا اتفاق ہے کہ علم غیب ذاتی تو اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں مگر اللہ اپنے برگزیدہ بندوں یعنی اپنے نبیوں اور رسولوں وغیرہ کو عطا فرماتا ہے۔ یہ علم غیب عطائی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حبیب اکرم ﷺ کو بے شمار غیوب کا علم عطا فرمایا اور آپ ﷺ نے اس کی خبریں امت کو دیں جن میں سے کچھ کا تذکرہ تو قرآن مجید میں ہے باقی خبریں احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ میں صرف چند کا ذکر کروں گی۔

فتح مکہ کی پیش گوئی، جنگ بدر میں فتح مبین کی خبر، قیصر و کسریٰ کی بربادی، یمن شام اور عراق کی فتح، فتح مصر کی بشارت، بیت المقدس کی فتح حضرت فاطمہؓ کی وفات کا ذکر۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان کی شہادت کی خبر، حضرت عمار کی شہادت،

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت قیامت تک کے واقعات۔

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھی بھول گئے ہیں۔ واللہ دنیا کے خاتمے تک جتنے فتنوں کے قائدین ہیں ان سب فتنوں کے علمبرداروں کا نام، ان کے باپوں کا نام، ان کے قبیلوں کا نام رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو بتا دیا تھا۔

☆ ایک بار چند صحابہ نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے کنویں کا پانی کھاری ہے تب آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک اس میں ڈالا تو اس قدر میٹھا پانی جاری ہوا کہ بس۔

☆ ایک بار ایک اونٹ نے آپ کے پاس آکر فریاد کی کہ میرے مالک مجھ سے بہت محنت لیتے ہیں اور چارہ کم ڈالتے ہیں تب آپ ﷺ نے اُس کے مالک کو بلا کر تاکید کی۔

☆ ایک بار ایک ہرنی قید میں پڑی تھی اور اُس کے دو بچے بھوکے رہ گئے تھے اتفاقاً حضور اکرم ﷺ اُدھر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ سے عرض کرنے لگی یا رسول اللہ ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ کو اس شکاری کے ہاتھ سے چھڑوائیے تو میں جلد جا کر بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاؤں گی۔ آخر آپ ﷺ نے اس کو شکاری کے دام سے چھڑوا دیا تو وہ آپ ﷺ کی اور اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتی چلی گئی۔

☆ ایک بار ایک سفر کے موقعے پر حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ استنجا کرنے کے قابل کوئی پردے کی جگہ ہے؟

Marfat.com

میدان تھا اور کہیں کوئی قابل پردہ جگہ نہ تھی۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا۔ اُسامہ یہ درخت کھجور کے جو الگ الگ کھڑے ہیں اور یہ پہاڑی پتھر جو دور پڑے ہیں ان کو حکم دو اور ان سے جا کر کہو کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم آپس میں مل جاؤ، حضور تمہارے پیچھے استنجا فرمائیں گے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ پیغام جا کر دیا تو فوراً کھجوروں کے درخت آپس میں مل گئے اور درختوں کے درمیان جو جگہ خالی رہی وہاں پتھروں نے جمع ہو کر دیوار بنائی۔ جب حضور ﷺ استنجے سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اب یہ سب اپنی اپنی جگہ واپس ہو جائیں۔ یہ سن کر حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ کیا اور سب الگ الگ ہو کر اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے یہی وہ معجزہ ہے جس کو حضرت علامہ بوصیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ بردہ شریف میں تحریر فرمایا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے معجزات اتنے زیادہ ہیں کہ اُن کی تحریر کے لیے بڑی بڑی عظیم وضخیم کتابوں کے مصنفین ان تمام معجزات کو اپنی کتابوں میں جمع نہیں کر سکے تو میرا یہ مختصر مضمون ان معجزات کثیرہ کا کس طرح متحمل ہوسکتا ہے؟

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضور اکرم ﷺ سے پہلے بہت سی نبی آئے مگر اُن کی وفات ہمارے کچھ بھی کام نہ آئی، جب حضرت آدم علیہ السلام کا وصال ہونے لگا تو حضرت آدم علیہ السلام غم میں روتے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ''آدم آپ کو کیا غم ہے؟'' آپ نے فرمایا۔ ''اے جبرائیل! مجھے یہ غم ہے کہ جس جنت سے مجھے نکالا ہے میں پھر اُس

Marfat.com

میں داخل ہو جاؤں گا یا نہیں؟ حکم الٰہی نازل ہوا کہ ''اے آدم آسمان کی طرف دیکھ لو یہ جنت تمہارے لیے تیار ہے۔'' حضرت آدم علیہ السلام نے جنّت کو دیکھا اور خوش ہو کر جان دے دی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر وصال کے وقت ساڑھے تیرہ سو برس تھی جب ملک الموت اُن کے پاس آئے تو نوح علیہ السلام اُن کی صورت دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا۔ ''اے ملک الموت! تم نے بہت جلدی کی، ملک الموت نے کہا'' اے نوح (علیہ السلام) تیرہ سو برس میں بھی آپ کا دنیا سے دل نہیں بھرا؟'' نوح علیہ السلام نے کہا۔ اے ملک الموت! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میں کسی ایسے مکان میں داخل ہوا جس کے دو دروازے ہیں ایک سے اندر آیا دوسرے دروازے سے تم مجھے لینے آ گئے میں اس مکان میں ذرا بھی نہ ٹھہرا۔''

اس طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وصال کا پیغام آیا تو گھبرا گئے ملک الموت کے طمانچہ مارا۔ جب وفات پانے پر راضی ہوئے تو یہ کہا'' مجھے بیت المقدس کی سرزمین پہنچاؤ وہاں پہنچ کر میری جان نکلے۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس پہنچایا تب ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جان نکال کر لے گئے۔

لیکن جس وقت ہمارے شفیع المذنبین، سردار دو جہاں محمد ﷺ بیمار ہوئے، ایام مرض میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا'' اے جبرائیل (علیہ السلام) کوئی خوش خبری ہو تو سنا دو۔'' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا'' یا رسول اللہ! دوزخ آپ کے استقبال کے لیے ٹھنڈی کی گئی اور جنت کے آٹھوں دروازے کھولے گئے۔ حوران جنت اور ملائکہ آپ کے استقبال کے لیے

Marfat.com

دروازے پر کھڑے ہیں'' حضور اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا۔ ''جبرائیل! نہ مجھ کو جہنم سے کچھ مطلب ہے نہ جنت سے تعلق ہے یہ بتاؤ کہ میری امت کے لیے کیا تیار کیا گیا ہے؟'' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ ''جنت حرام ہے تمام امتوں پر جب تک آپ کی امت نہ جائے۔'' جب آقا علیہ السلام کے پاس ملک الموت آئے تو ملک الموت سے بات بھی نہ کی اور فرمایا کہ جبرائیل امین کہاں ہیں؟ اے ملک الموت جب تک جبرائیل کی زبانی امت کی مغفرت کی بشارت نہ سنوں گا اس وقت تک جان نکالنے کی اجازت نہ دوں گا۔

حضور ﷺ کے پاس جبرائیل آئے اور کہا۔ ''اگر آپ ﷺ کی خوشی ہو تو آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے جسم مبارک کو جنت میں پہنچاؤں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''نہیں مجھے میری امت کے اندر رہنے دو۔ یہیں اپنی امت کے لیے استغفار کروں گا۔''

آپ ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اگر امت کی نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں اور اگر گناہ زیادہ ہوتے ہیں تو آپ بارگاہ الٰہی میں استغفار کرتے ہیں اور اُمت کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں (پھر کس طرح آپ کی امت آپ پر جان نہ قربان کرے؟)

تین روز وفات سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ ''اللہ پاک آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد ہے کہ آپ کا مزاج کیسا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اے جبرائیل میں بہت غمگین ہوں۔'' حضرت جبرائیل علیہ السلام مزاج پوچھ کر چلے گئے پھر تشریف لے کر آئے اور فرمایا۔ اللہ پاک

Marfat.com

آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ کو کیا غم ہے؟ اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن آپ اپنی زبان مبارک سے فرمائیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھے گناہ گار اُمّت کا اس وقت بہت خیال ہے، گناہ گار کی مغفرت کس طرح ہوگی؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی تیرے نبی یوں ارشاد فرماتے ہیں، حکم ہوا ''وہ رب العالمین آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ کی امت کا کوئی مسلمان گناہ گار مرنے سے ایک سال پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرے گا ہم اُس کی توبہ قبول فرما کر اُسے بخش دیں گے۔''

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''الٰہی ایک سال کی مدت بہت ہوتی ہے الٰہی میری امت کی مشکل آسان کر۔ یہ سن کر حضرت جبرائیل علیہ السلام چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر واپس آئے اور یہ کہا ''یا رسول اللہ ﷺ رب العالمین فرماتا ہے کہ اگر آپ کی امت کا گناہ گار مرنے سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرے گا ہم اُس کی توبہ قبول کریں گے۔'' عرض کیا ''یا الٰہی ایک مہینہ بہت ہے اے میرے اللہ میری امت کی مشکل آسان کر۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام واپس گئے پھر آئے اور یہ فرمایا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ! رب العالمین آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر ایک مہینہ کی مدت بہت ہے تب ایک ہفتہ تو بہت نہیں ہے، جو گناہ گار آپ کی امت کا ہفتہ بھر پہلے مرنے سے توبہ کر لے گا وہ بخشا جائے گا۔''

حضور اکرم ﷺ نے عرض کیا ''یا الٰہی ایک ہفتہ بہت ہے الٰہی معاف کر میری امت کی خطائیں درگزر فرما۔''

Marfat.com

پھر حکم ہوا کہ ''جو شخص مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کرے گا ہم اس کو بخش دیں گے۔'' حضور ﷺ نے عرض کیا'' کہ مولیٰ ایک دن بھی بہت ہے۔''

پھر حکم دیا کہ ''جو شخص مرنے سے ایک گھڑی پہلے توبہ کرے گا وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔''

حضور اکرم ﷺ نے عرض کی کہ ''اے میرے رب ایک گھڑی بھی بہت زیادہ ہے'' یہ سن کر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان پر گئے اور پھر واپس آئے اور فرمایا۔

''یارسول اللہ! رب العالمین جناب کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے کہ اے میرے محبوب ﷺ! اگر مرنے والے گناہ گار شخص کی روح حلقوم میں پہنچ جائے اور زبان بند ہو جائے۔ اگر اپنے دل میں اپنے گناہوں سے نادم ہو جائے گا تو میں اُسے بخش دوں گا اور کچھ بھی اُس کے گناہوں کی پروا نہ کروں گا اور جس مسلمان گناہ گار نے توبہ نہ کی اُس کو آپ ﷺ اپنی شفاعت سے بخشوائیں، آپ جس کی شفاعت فرمائیں گے وہ بخشا جائے گا۔''

یہ سن کر حضور ﷺ کا دل خوش ہوا اور امت کی طرف سے غم رفع ہوا۔ سبحان اللہ! کیا مہربان اور محبت کرنے والے نبی ہماری ہدایت کے لیے بھیجے گئے ہیں۔

اللہ اللہ کس قدر محبت کس قدر الفت کس قدر اپنی امت کی فکر! اور یہ سیاہ کار امت اپنے اُس پیارے نبی ﷺ کو اُن کی ذات، اُن کی صفات کو موضوع بحث بنائے ہوئے ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ وہ رب العالمین کے محبوب ہیں اور جب وہ اُس کی بارگاہ میں اتنے اہم مقام پر ہیں پروردگار عالم اس قدر محبت تعظیم اپنے محبوب کی کر رہا

Marfat.com

ہے تو پھر ہمیں بھی وہ بے حد محبوب ہونا چاہیے (جبکہ آج ہم اُن کی ذات وصفات کی بحث میں الجھ کر رہ گئے ہیں) اور غور کرنے کے لیے بے حد عام سا کلیہ ہے کہ اگر آپ اپنے محبوب کی شان میں کسی کی زبان سے کوئی چھوٹی سی بھی ناپسندیدہ بات سنتے ہیں تو آپ کا خون کس قدر اُس شخص کے لیے کھولتا ہے اور ایک ناپسندیدگی کی لہر آپ کے دل و دماغ میں دوڑ جاتی ہے۔ یہ تو عام انسانوں کا فارمولا ہے اب ذرا سوچیے اور خوب سوچیے کہ وہ عظیم ہستی رسول اکرم ﷺ جو رب کائنات کے محبوب ہیں اور جن کا ادب اس قدر رب تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ان کی بارگاہ میں آواز اونچی کرنے کی اجازت نہیں تو پھر کیا وہ ہمارے لیے بھی پسندیدہ ترین، محبوب ترین اور بے حد قابل تعظیم ہیں؟ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک میں اُسے اس کی اولاد، والدین اور تمام انسانوں سے بڑھ کر عزیز نہ ہو جاؤں۔"

تو محبت رسول اللہ ﷺ ہی ایمان کی بنیاد اور اُس کی اساس ہے۔ یہ جس قدر گہری ہوگی، ایمان اُسی قدر مضبوط ہوگا رسالت جتنی پختہ ہوگی توحید خود بہ خود پختہ ہو جائے گی۔ اور یہ بات علامہ اقبال بہ خوبی سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے کہا۔

کی محمد (ﷺ) سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

# حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمام تعریفیں اس اللہ عزّ وجل کے لیے جو بغیر کسی ابتدا اور آغاز کے کون و مکاں سے بھی پہلے اول اور ازلی ہے جو بغیر کسی مس کے اپنے قرب سے قریب ہو کر بھی باطن ہے جس نے اپنے لطف سے ہر چیز کے وجود کو حُسن بخشا اور ہر شے کی تخلیق کو کمال بخشا، جس کی حکمت نے احکام کی تدبیر کی دنیا اور آخرت میں اپنی مخلوق پر نعمتوں کو عام کیا اور ان میں سے جسے چاہا اس پر اپنا فضل کیا اور سب کے لیے اپنے عدل کو پھیلایا۔

تو اے وہ عظیم الشان پروردگار (اللہ) جس کی بزرگی وعظمت کے عجائب ختم ہونے والے نہیں، تو ہمیں اپنی عظمت کے پردوں میں چھپا کر کج اندیشیوں سے بچا لے۔

تو اے وہ (اللہ) جس کی شاہی وفرماں روائی کی مدت ختم ہونے والی نہیں، جس کی رحمت کے خزانے ختم ہونے والے نہیں۔ تو اس رحمت میں ہمارا حصہ بھی قرار دے۔

اے وہ (اللہ) جس کے مشاہدے سے آنکھیں قاصر ہیں، تو اپنی بارگاہ سے ہم کو قریب کر لے۔ اے اللہ ہمیں اپنے یہاں عزت عطا کر، ہمیں اپنے سامنے رسوا نہ کر، یاالٰہی! ہمیں اپنی بخشش وعطا کی بدولت بخشش کرنے والوں کو بخشش سے بے نیاز کر دے تاکہ تیری بخشش وعطا کے ہوتے ہوئے دوسرے سے سوال نہ کریں اور تیرے

Marfat.com

فضل واحسان کے ہوتے ہوئے کسی سے ہراساں نہ ہوں میرے پروردگار! تو اپنے فضل وکرم سے ہماری نگہداشت فرما اور ہمیں اپنی ناراضی سے دور رکھ، اپنی جانب ہدایت کرا اور اپنی رحمت سے دور نہ کر کہ جسے تو اپنی ناراضی سے بچائے گا وہی بچے گا اور جسے تو اپنی رحمت سے قریب کرے گا وہی فائدے میں رہے گا تو ہمیں زمانے کے حوادث کی سختی اور شیطان کے ہتھکنڈوں کی فتنہ انگیزی سے اپنی پناہ میں رکھ اور ہمارے دلوں کی سلامتی اپنی عظمت کی یاد میں قرار دے اور ہماری جسمانی فراغت کو اپنی نعمت کے شکریہ میں صرف کر دے۔ اور ہماری زبانوں کی گویائی کو اپنے احسان کی توصیف کے لیے وقف کر دے۔ اے اللہ! تو ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو تیری طرف دعوت دینے والے اور تیری طرف کا راستہ بتانے والے ہیں اور اپنے خاص الخاص مقربین میں سے قرار دے، اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے اے پروردگار! تو رحمت نازل فرما نبی کریم ﷺ پر ان کی آل پر وہ جو اولین اور آخرین کے سردار پر جنہیں فضیلت دی گئی، شفاعت اور حوض کوثر کے ذریعے جو مخصوص ہیں وسیلہ اور مقام محمود کے ساتھ۔ درود وسلام ہو اس نبی برحق پر ﷺ۔

:❀:❀:❀:❀:❀:

نبی کریم ﷺ کے ساتھی ان کے دوست غم گسار، ان کے مددگار، ان کے وفادار، جانثار کو جو نام دیا گیا وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ آپ کی صحبت میں جو رہا وہ صحابی کہلایا۔ اپنے صحابہ کرام رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا بھلا مت کہو، اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مد تقریباً اڑھائی

Marfat.com

پاؤ غلہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اُنکے آدھے مد کے برابر''

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''جو شخص پیروی کرنا چاہے اُسے ان لوگوں کی پیروی کرنا چاہئے جو وفات پا چکے ہیں اس لیے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے اس کے فتنے میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے اصحاب محمد ﷺ ہیں۔ وہ لوگ اُس وقت کے افضل ترین افراد تھے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری تھی۔ وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے اور تکلف سے دور تھے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق و سیرت کو حتیٰ الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لیے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ کی بتائی ہوئی راہ ہدایت پر تھے۔''

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''میری اُمت کے درمیان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانے میں نمک کے مانند ہیں۔ نمک کے بغیر کھانا طبیعت کے موافق ٹھیک (خوش ذائقہ) نہیں ہوتا۔''

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے انبیا کے علاوہ تمام مخلوق مین سے میرے صحابہ رحمتہ اللہ علیہ کو چھانٹا ہے اور ان میں سے چار کو ممتاز کیا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ان کو میرے سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل قرار دیا۔'' حضور اکرم ﷺ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص صحابہ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے ٹیں میری رعایت کرے گا میں قیامت کے دن اس کا محافظ ہوں گا۔ نبی کریم ﷺ سے آپ کے صحابہ کرام رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ جیسی محبت کرتے تھے اور آپ کا جس طرح ادب اور تعظیم کرتے تھے اُس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار رسالت مآب ﷺ میں ادب و تعظیم کے جو ایمان افروز مناظر دیکھے اُن کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''قسم خدا کی، بادشاہ کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اُس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد ﷺ کے ساتھی اُن کی تعظیم کرتے ہیں۔''

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مناظر اُس وقت دیکھے جب وہ مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سرکار دو عالم ﷺ کے وضو کے پانی لینے کے لیے آپس میں جھپٹتے تھے۔ آپ کی بارگاہ میں اُونچی آواز سے نہ بولتے تھے۔ چہرۂ مبارک کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے سر جھکائے بیٹھے رہتے تھے۔ حضور انور ﷺ سامنے ہوں یا نہ ہوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی تعظیم و توقیر میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ ان کے دلوں میں بسے ہوئے تھے۔

ان ہی جلیل القدر ہستیوں میں سے بہت ممتاز مقام رکھتے ہیں وہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے یارِ غار اور وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر کے مال نے مجھے جتنا نفع دیا ہے اتنا کسی کی دولت سے حاصل نہیں ہوا۔

Marfat.com

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کنیت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھی۔ آپ کے والد کا نام عثمان بن عامر تھا اور والدہ ماجدہ کا نام سلمٰی تھا۔ قبول اسلام سے قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبدالکعبہ تھا لیکن جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے تو سرورِ کائنات ﷺ نے آپ کا نام تبدیل کر کے عبداللہ رکھا۔ جوان ہونے پر آپ عتیق کے نام سے بھی یاد کیے جانے لگے بعض راویوں کا خیال ہے کہ عتیق کا لقب آپؓ کو نہایت سرخ و سفید ہونے کی بنا پر دیا گیا۔ تاہم آپ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک بار جب پوچھا گیا کہ آپؓ کے والد محترم کو عتیق کیوں کہا جاتا ہے تو انہوں نے فرمایا۔

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر فرمایا "ہذا عتیق اللہ من النار، یعنی اللہ کا یہ بندہ آگ سے آزاد شدہ ہے" آپ عمر بھر اپنی کنیت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مشہور رہے اکثر لوگ آپؓ کے اصل نام عبداللہ کو کم اور کنیت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زیادہ جانتے اور پہچانتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ تیم بن مرہ سے تعلق رکھتے تھے آپ کا نسب آٹھویں پشت میں مرہ پر جا کر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی خلیق، ملن سار، رحم دل اور نرم طبیعت کے تھے۔ ذہانت، دوراندیشی، معاملہ فہمی اور حسن وفکر آپ کی شخصیت کا حصہ تھی چونکہ قریش کی ساری قوم تجارت میں مہارت رکھتی تھی اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بڑے ہو کر کپڑے کی تجارت کا آغاز کیا اور اپنی خوش اخلاقی اور دیانت داری کے بل بوتے پر بہت جلد غیر معمولی ترقی کر لی اور یوں آپ کا شمار مکہ کے متمول اور کامیاب تاجروں میں ہونے

Marfat.com

لگا۔

یہ خدائے بزرگ و برتر کی عنایت اور کرم تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع ہی سے قلب سلیم اور ذہن رسا کے مالک تھے، وہ اس دور کے گمراہ کن اعتقادات، جاہلانہ رسم و رواج، بُت پرستی اور دوسرے قول و فعل کے تضادات سے نفرت کرتے تھے۔ آپؓ نے زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگایا اور نہ ہی دوسری برائیوں کے قریب گئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم الانساب کے ماہر تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ مکہ کے اس محلے میں رہتے تھے جہاں حضرت خدیجہ بنت خویلد رہتی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور آپ شادی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر منتقل ہو گئے تو ایک ہی محلے میں رہنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رابطہ رسول اللہ ﷺ سے قریب سے قریب تر ہوتا گیا نیز ہم عمر، ہم پیشہ اور ہم خیال ہونے کے باعث دونوں کی دوستی دن بہ دن گہری ہوتی چلی گئی۔

نبی کریم ﷺ کو جب نبوت عطا ہوئی تو آپ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں دعوتِ اسلام دی، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بات پر فوراً ایمان لے آئے اور نبی اکرم ﷺ کا ہر صورت میں ساتھ دینے کا عہد کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اپنے حُسن اخلاق کے باعث عوام و خواص میں بے حد مقبول اور ہر دل عزیز تھے اس لیے بہت جلد بہت اہم شخصیات نے آپ کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔ ان میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوف حضرت طلحہؓ۔ حضرت سعد ابی

Marfat.com

وقاص، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جراح خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بے مثال جرأت ایمانی اور باکمالی قوتِ ارادی کا مظاہرہ فرمایا۔ آپؓ نے نہ تو اپنی تجارت کی پروا کی اور نہ ہی کفار مکہ کی مخالفت اور ایذا رسانی کو خاطر میں لائے۔

قبل ہجرت کا پُر خطر وقت جب کہ خود اپنے اسلام کا اظہار مشکل تھا کلمہ اسلام کو زبان پر لانا اژدھے کے منہ میں ہاتھ ڈالنا تھا ایسے نازک وقت میں دوسروں کو مسلمان بنانیکی کوشش کرنا ان کا ہی کام تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام لائے تو علاوہ مال تجارت کے چالیس ہزار روپے نقدان کے پاس تھے وہ سب انہوں نے رسول خدا ﷺ کی خدمت اور اسلام کی اشاعت میں صرف کر دیے علاوہ سات غلاموں کے جو مسلمان ہونیکے سبب سے طرح طرح کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے آپؓ نے ان کو مول لے کر آزاد کیا جن میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ عام طور پر مشہور ہے، آپ اکثر اپنے محلے کی گلیوں میں آتے جاتے بے حد تکلیف دہ منظر دیکھتے تو آپؓ کو بہت دکھ ہوتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے کہ ایک مالک اپنے غلام پر بے حد ظلم کرتا ہے اس کا جرم صرف اتنا تھا کہ وہ اپنی زبان سے احد اور احمد کا نام لیتا تھا۔ آخر ایک روز آپ پر تکلیف دہ ظلم اس پر ہوتے دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور اس کے مالک کے پاس پہنچ گئے مالک کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اس غلام پر اس قدر ظلم نہ کیا جائے۔ آپؓ کے سمجھانے پر مالک نے غصے سے کہا۔ آپؓ اس غلام کے اس قدر ہمدرد ہیں تو اسے خرید کیوں نہیں لیتے؟ آپؓ نے فوراً مالک سے کہا بولو کیا لو گے؟

مالک بولا۔ آپؓ اپنا غلام فطاس رومی مجھے دے دو اور اُسے لے جاؤ۔ مالک

Marfat.com

کو یقین تھا کہ اُس کی معمولی قیمت کے غلام کے بدلے فطاس رومی کو وہ نہیں دیں گے کیوں کہ اہل مکہ کے نزدیک اس کی بہت زیادہ قیمت تھی، مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غیر متوقع طور پر مالک سے کہا کہ مجھے منظور ہے۔

مالک نے دیکھا کہ یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول کر لی تو فوراً اس نے دوسری بات کی کہ فطاس رومی کے ساتھ چالیس اوقیہ چاندی بھی لوں گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ نے انتہائی تحمل سے کہا کہ مجھے یہ بھی منظور ہے۔ سودا طے ہو گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپسی پر اس کے مالک سے کہا ''تم اس غلام کی قیمت کیا جانو میرے نزدیک تو یمن کی بادشاہت بھی اس کے بدلے میں کم ہے۔'' یہ غلام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر سیدھے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے اور سارا ماجرا بیان کیا تو رحمتِ دوعالم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزادی پر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحم دلی پر بہت زیادہ خوش ہوئے۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کرانے اور ان سے شفقت و محبت سے پیش آنے کے ساتھ ساتھ اس بات کا بہت دھیان رکھتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے جب کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش آتا تو آپ فوراً موقعے پر پہنچ کر مدد فرماتے۔ ایک بار نبی کریم ﷺ کعبہ میں تقریر کر رہے تھے کہ مشرکین آپ پر پل پڑے اور اس قدر گستاخی کی کہ آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے۔ تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''کم بختو! کیا تم صرف اس

Marfat.com

لیے ان کو قتل کردو گے کہ یہ ایک خدا کا نام لیتے ہیں۔" اس طرح ایک بار آپ ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط وہاں آنکلا اور اس نے اپنی چادر آنحضرت ﷺ کی گردن میں ڈال کر اس کو اس طرح بل دیا کہ آپ ﷺ کا دم گھٹنے لگا، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقبہ کو کندھوں کے بل دھکا دے کر وہاں سے ہٹایا اور بولے" ارے ظالمو! کیا تم اس شخص کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔"

ایک بار نبی کریم ﷺ کو قریش نے گھیر لیا کوئی آپ ﷺ کو پکڑ کر کھینچتا تھا اور کوئی دھکا دے دیتا تھا اور ساتھ ساتھ یہ کہے جاتا تھا کہ تو ہی ہے وہ جس نے سب خداؤں کو ملا کر ایک خدا کر دیا ہے۔ یہ منظر اس قدر بھیانک تھا کہ کسی کو نبی اکرم ﷺ کے پاس جانے کی ہمت نہ ہوئی، ایسے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے مجمع میں سے کسی کو دھکا دیا کسی کو پیچھے ہٹایا اور آخر سرور کائنات ﷺ تک جا پہنچے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے کہا۔

"بدبختو! کیا تم اس شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو جو اللہ کو اپنا رب کہتا ہے۔"

علامہ سیوطی نے ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابولہب کی طرح اس کی بیوی اُم جمیل اروی بھی حضور نبی کریم ﷺ کی عداوت میں اندھی ہوگئی تھی۔ جب سورۃ اللہب نازل ہوئی تو اُس کا جذبہ نفرت مزید بڑھ گیا، اس نے ایک ہاتھ میں پتھر پکڑا اور نبی کریم ﷺ کی تلاش میں حرم شریف میں آگئی، اس وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے انہوں نے جب اُس

Marfat.com

ظالم عورت کو نبی کریم کی طرف آتے دیکھا تو عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، یہ بڑی بدزبان اور فحش کلام عورت ہے آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو اپنی بدکلامی سے تکلیف پہنچائے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔"ابوبکر! فکر نہ کریں وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔"

قریب پہنچ کر اُس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ اے ابوبکر! تیرے دوست نے میرے ہجو کی ہے، انہیں کیا ہو گیا ہے کہ میرے بارے میں شعر کہنے شروع کر دیے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔"بخدا آپ ﷺ قطعی کوئی شاعر نہیں ہیں۔" تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور کائنات ﷺ سے مخاطب ہوئے"یارسول ﷺ! ایسا لگتا ہے کہ اس عورت نے آپ کو دیکھا ہی نہیں، یہ صرف میرے ساتھ بات کر رہی ہے۔" تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا"جب تک یہ عورت کھڑی رہی ایک فرشتہ دونوں پروں سے مجھے پر پردہ کیے رہا۔ تاہم آپ اس سے پوچھیں کہ اُسے تمہارے پاس کوئی اور شخص بھی نظر آ رہا ہے؟" حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس سے یہ بات پوچھی تو وہ کہنے لگی"تم میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو مجھے تو تمہارے ہمراہ کوئی اور شخص دکھائی نہیں دے رہا۔"

:❋:❋:❋:❋:❋:

مکے میں نبی کریم ﷺ نے جب یہ محسوس کیا کہ دین اسلام کے پیروکاروں پر مکہ والوں کے مظالم حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں تو آپ نے اپنے ان جانثاروں کو اجازت دی کہ وہ مکہ سے نکل کر حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں کیوں کہ حبشہ کے بادشاہ کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ بہت انصاف پسند اور رحم دل ہے چنانچہ بعثت کے

Marfat.com

پانچویں سال مہاجرین کا ایک قافلہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا۔ ادھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدین اسلام کی کوشش میں بہت آگے تھے اس لیے دشمن آپ کو دوسرا بڑا پتھر سمجھتے تھے چنانچہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ہجرت کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ بھی سامان سفر باندھ کر شیعبہ کی بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تب ہی راستے میں آپ کو ابن الدغنہ ملا جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تب آپ نے کہا ''تمہارے ملک اور تمہاری ظالم قوم سے دور ایک ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں شرافت اور عزت سے رہنا ممکن ہو، وہاں جا کر میں اپنے رب کی عبادت کروں گا۔''

تب اُس نے کہا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ تو مُفلس اور نادار کے لیے مال کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور جو لوگ مصیبت میں مبتلا ہو جائیں ان کی مدد کرتے ہیں۔ آپؓ جیسا آدمی عرب چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ میں آپؓ کو پناہ دیتا ہوں۔ میں آپؓ کو کہیں نہیں جانے دوں گا آپؓ میرے ساتھ چلیں اور آزادی سے رب کریم کی عبادت کریں۔

چنانچہ الدغنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس لے آیا اور تمام سرداروں کے سامنے انہیں پناہ دینے کی بات کی اور یہ کہ آئندہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیف نہ دیں گے۔ لیکن ایک شرط عائد کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر کے اندر عبادت کریں گے، جتنا قرآن پڑھیں اور جیسا چاہیں عبادت کریں کیوں کہ باہر نکل کر وہ یہ کام کریں گے یا بلند آواز سے تلاوت کریں گے تو ہمیں

Marfat.com

خطرہ ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ چنانچہ چند دن تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پابندی کا خیال رکھا لیکن پھر انہوں نے اپنے صحن میں مسجد بنالی جس میں نماز ادا کرتے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے خوش الحان تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاوت سننے کے لیے گھر کے باہر عورتوں اور مردوں کا میلہ سا لگ جاتا۔ مشرکین کو یہ بات سخت ناگوار محسوس ہوئی اور انہوں نے ابن الدغنہ سے شکایت کی کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرط توڑ دی ہے تو پھر ہم بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا تو آپ معاہدے کی پابندی کریں ،ورنہ پناہ سے دست بردار ہو جائیں تب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن الدغنہ کو بہت جرأت سے جواب دیا''میں تیری پناہ تجھے لوٹاتا ہوں، میرے لیے اللہ کی پناہ کافی ہے۔''

معراج کے موقعے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس قوت ایمانی اور جرأت کا مظاہرہ کیا وہ قابل ذکر ہے، ایک روز عشا کی نماز سے فراغت کے بعد سرور کائنات ﷺ اپنے چچا ابوطالب کی بیٹی حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور رات وہیں قیام کیا۔ اگلی صبح نماز کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گزری رات کا واقعہ (معراج شریف) بیان فرمایا تو انہوں نے آپ ﷺ کا دامن تھام کر عرض کی)۔

''اے میرے چچازاد بھائی! میں آپ ﷺ کو خدائے حدہ لاشریک کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ یہ بات اہل مکہ کو نہ بتائیں کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ وہ نہ صرف آپ ﷺ کی تکذیب کریں گے بلکہ آپ ﷺ بلا خوف وخطر یہ بات اہل قریش کو بتانے

Marfat.com

کے لیے چل دیے۔ آپ ﷺ کو راستے میں ابو جہل ملا، آپ ﷺ نے بیت المقدس جانے کا ذکر کیا کہ آج رات مجھے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ تب ابو جہل نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اتنی لمبی مسافت کے بعد راتوں رات مکہ واپس بھی آ گئے۔ تب اس نے زور زور سے پکار کر لوگوں کو اکٹھا کر لیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''مجھے گزشتہ رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی، میری انبیاء سے ملاقات ہوئی۔'' ابو جہل نے مذاق کے لہجے میں پوچھا اگر آپ نے ان انبیاء کو دیکھا ہے تو ان کے حلیے بتائیں؟

رسول اللہ ﷺ نے ہر نبی کا حلیہ بڑی خوب صورتی کے ساتھ بیان کیا پھر کفار نے مزید وضاحتیں چاہیں تب آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''میں نے فلاں وادی میں فلاں قبیلے کا قافلہ دیکھا جس کے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ آ رہا ہے جس پر دو بورے لدے ہیں ایک بورے کالے رنگ کا ہے اور دوسرا دھاری دار ہے اور یہ کارواں بیضاء سے ثنیہ کی طرف آ رہا ہے۔ لوگ ثنیہ کی طرف گئے تا کہ تصدیق کر سکیں۔ وہاں نبی کریم ﷺ کی نشانیوں کے مطابق ایک کارواں آ رہا تھا۔ تب بھی کفار نے بات ماننے سے انکار کر دیا کہ بیت المقدس تک جانے اور آنے میں دو ماہ کا عرصہ درکار ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص ایک رات میں یہ سفر طے کرے؟

کفار میں سے مطعم بن عدی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آ کر پوچھا۔ کیا آپ ﷺ کی اس بات پر یقین کرتے ہیں؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر فوراً فرمایا ''اگر وہ اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس اور حیرت انگیز خبر دیں گے تو بے شک میں اُس کی بھی

Marfat.com

تصدیق کروں گا'' اسی تصدیق معراج کے صلے میں آپ کو صدیق کا لقب ملا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ نہ انتہائی خضوع وخشوع سے اپنی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ آپؓ نماز میں زاروقطار رویا کرتے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز میں قبلہ رو کھڑے ہوتے تو حالت بالکل ایسی ہوتی جیسے واقعی اللہ کے دربار میں کھڑے ہیں، جسم کمزور پڑ جاتا، اعضاء ڈھیلے ہو جاتے، چہرے کا رنگ بدل جاتا اور سارے بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی۔

شعب ابی طالب میں محصوری کے تین سال جو گزرے وہ بے حد تکلیف دہ تھے تب ہی حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کا انتقال ہو گیا یہ صدمہ آپ ﷺ کے لیے بہت بڑا تھا مگر ابھی صرف ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی رخت سفر باندھا۔ یہ دونوں وفاتیں ایک سال میں ہوئی اور یہ دونوں صدمے سرور کائنات ﷺ کے لیے بڑے غم انگیز اور دردناک تھے۔ خاص طور پر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ اپنے آپ کو بے حد تنہا تنہا محسوس کرنے لگے تھے۔ اس صورت حال میں خولہ بنت حکیم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھوٹی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے نکاح کی تحریک کی۔ نبی کریم ﷺ کو خواب کے ذریعے پہلے ہی اطلاع دے دی گئی تھی چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہ خوشی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح نبی کریم ﷺ کے ساتھ کر دیا اس وقت صرف نکاح ہوا اور رخصتی ہجرت کے تقریباً ایک سال بعد عمل میں آئی۔ اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خسرالی رشتہ

Marfat.com

بھی قائم ہو گیا اور دونوں دوست مزید قریب آ گئے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

اس دوران مسلمانوں پر اہل مکہ کے ظلم وستم حد سے زیادہ بڑھتے جا رہے تھے چنانچہ یہاں کے حالات دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری بار ہجرت کا ارادہ کیا، اس بار وہ حبشہ کے بجائے مدینہ جانے کا قصد فرما رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نبی کریم ﷺ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی تو سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اس معاملے میں جلدی نہ کرو، شاید اللہ پاک تمہارے لیے کوئی رفیق سفر بنا دے۔''

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد مبارک سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ امید پیدا ہو گئی کہ شاید اس ہجرت کے سفر میں آپ ﷺ کی رفاقت میسر ہو جائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو اونٹنیاں خرید لیں اور ان اونٹنیوں کو گھر پر ہی رکھ کر چارہ کا بندوبست فرمایا کہ نہ جانے کس وقت ہجرت کا حکم ملے تو اونٹنیاں تو گھر میں موجود ہوں۔ چار ماہ انتظار میں گزر گئے۔ عین دوپہر کا وقت تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز ہم سب گھر میں بیٹھے ہوئے تھے عین دوپہر کا وقت تھا تب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ اس وقت ان کی آمد غیر متوقع تھی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آج کوئی خاص اور اہم بات ہے؟ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''سب کو باہر نکال دو ایک راز کی بات کرنا ہے۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یارسول ﷺ! آپ

Marfat.com

پر میرے ماں باپ قربان، یہ تو آپ ہی کے گھر والے ہیں یہ دونوں میری بیٹیاں ہیں اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔'' سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ ''کیا میں بھی آپ کیساتھ جاؤں گا۔'' فرمایا۔ ''ہاں۔'' حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ ''میری ان دو اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی آپ لے لیجئے۔ میں نے انہیں سفر کے لیے ہی تیار کیا ہے۔ اللہ کے رسول نے فرمایا۔ ''قیمتاً'' لوں گا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے جلدی جلدی سفر کی تیاری کی، راستا طویل تھا، لہٰذا کچھ کھانا پکا کر چمڑے کے ایک تھیلے میں رکھ دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ خوش خبری ملی تھی کہ وہ بھی اس سفر ہجرت میں نبی کریم ﷺ کے ساتھی ہوں گے تو اس خوش خبری سے آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

اونٹنی کی قیمت آٹھ سو درہم تھی۔ یہ حُسن معاملہ کی انتہا ہے کہ اس نازک وقت میں بھی حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جانثار سے اونٹنی کو مفت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اور اُدھر حسن ادب واطاعت کی یہ حد ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیمت لینے میں انکار نہیں۔

نبی کریم ﷺ کے پاس بہت سے لوگوں کی امانتیں تھیں اُن کی واپسی کا انتظام بھی ضروری تھا چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے تمام امانتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کیں اور رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد آپ ﷺ دروازے کھول کر باہر تشریف لائے، اس وقت آپ ﷺ سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ

Marfat.com

نے جب اس آیت کی تلاوت کی۔ ترجمہ ''ہم نے بنا دی ہے اُن کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔''

تو اُس لمحے حضور اکرم ﷺ نے اُن پر پھونک ماری جس سے اُن کی بینائی جاتی رہی اور وہ لوگ جو باہر قتل کرنے کے ارادے سے کھڑے تھے آپ ﷺ کو وہاں سے گزرتا ہوا نہ دیکھ سکے۔ وہاں سے نکل کر آپ نے سیدھا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا رخ کیا جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر دونوں غار ثور کی طرف تشریف لے گئے۔ جب شہر سے نکلے تو ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر حضور اکرم ﷺ نے شہر مکہ پر اُداسی سے ایک نظر ڈالی اور درد میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولے۔ ''بخدا! اے مکہ کی سرزمین! تو مجھے اللہ کی ساری زمینوں سے زیادہ محبوب ہے اور بیشک اللہ کی تمام زمینوں سے اللہ کو زیادہ پیارا ہے اگر تیرے رہنے والوں نے مجھے یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں کبھی یہاں سے نہ جاتا۔''

دوران سفر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے چلتے کبھی نبی کریم ﷺ کے دائیں چلے جاتے کبھی بائیں اور کبھی پیچھے۔ تب نبی کریم ﷺ نے ان کی اس حرکت کو محسوس کر کے پوچھا۔ ''اے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کیا ماجرا ہے؟'' تب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! کبھی مجھے خیال آتا ہے کہ کہیں دشمن پیچھے سے تعاقب میں آ رہے ہوں تو پیچھے چلا جاتا ہوں، کبھی دائیں اور کبھی بائیں تاکہ دشمن کسی بھی سمت سے حملہ آور ہو تو آپ ﷺ کا یہ غلام اُن کے اچانک حملے کا دفاع کر سکے اور آپ کو کوئی

Marfat.com

تکلیف نہ پہنچے۔ جہاں راستہ دشوار اور کٹھن ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے جگری دوست نبی کریم ﷺ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا لیتے۔ جب دونوں دوست غارِ ثور کے دہانے پر پہنچے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم کو غار سے باہر ٹھہرنے کا کہا اور اندر جا کر غار کو دیکھا کہ اندر کچھ موجود نہ ہو۔ لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے غار میں داخل ہوئے، غار کو صاف کیا جہاں جہاں کوئی سوراخ محسوس ہوا تو اپنی چادر کے ٹکڑے کر کے اُس سوراخ کے منہ کو بند کر دیا۔ اس دوران صرف ایک سورخ باقی رہ گیا۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم ﷺ کو اندر تشریف لانے کو کہا۔ آپ ﷺ غار کے اندر تشریف لے آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانوں مبارک پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔ اس دوران اُس سوراخ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایڑھی رکھ دی تھی۔

اتنے میں آنحضور ﷺ کو نیند آ گئی۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ جس سوراخ پر آپ رضی اللہ عنہ کو ایک سانپ نے ڈس لیا۔ آپ کو بے حد تکلیف ہوئی مگر آپ نے اُف تک نہ کی کہ کہیں نبی اکرم ﷺ کی آنکھ نہ کھل جائے مگر تکلیف کی شدت سے آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور رخسار رسول اللہ ﷺ پر گرے تو آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ آپ کے چہرے پر بے حد تکلیف کے آثار ہیں۔ دریافت کرنے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے تب نبی کریم ﷺ نے اپنا لعاب دہن اُس جگہ پر لگایا تو آپ کی تکلیف جاتی رہی۔

اہل ملہ دونوں ساتھیوں کو ڈھونڈتے ہوئے غارِ ثور کے دہانے تک آ پہنچے تو حضرت ابوبکر پریشان ہو گئے کہ کہیں یہ لوگ سرورِ کائنات کو کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔

Marfat.com

تب آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اے ابوبکر! اُن دو کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی اللہ ہو۔'' اور یہی پروردگار نے اپنی قدرت سے ایسے حالات پیدا کر دیے تھے کہ جو کافر بھی غار تک پہنچتا اُلٹے پاؤں واپس پلٹ جاتا۔ وہ اس لیے کہ غار کے دہانے کے قریب ایک خاردار درخت اُگ آیا، غار کے دہانے کے قریب جنگلی کبوتروں کے ایک جوڑے نے گھونسلہ بنالیا بلکہ وہاں کبوتری نے انڈے بھی دے دیے اور غار ثور کے منہ پر مکڑی نے کمالِ مہارت سے ایسا گھنا جال وبن دیا کہ لگتا تھا کہ یہ جالا برسوں سے بنا ہوا ہے۔ آپ کا دشمن امیہ بن حلف جب غار کے دہانے پر پہنچا تو بے اختیار اُس کے منہ سے نکلا ''غار کے اندر جانے کی ضرورت نہیں اس کے دروازے پر مکڑی کا ایک جالا ہے جو محمد ﷺ کی پیدائش سے بھی پہلے کا تنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔'' جب دشمنوں کی ٹولیاں غار کے قریب پہنچتیں تو حضرت ابوبکر سخت تشویش میں مبتلا ہو جاتے، ایسے میں نبی کریم ﷺ فرماتے۔ ''اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! حزن وملال مت کرو، رب رحمٰن ورحیم کی ذات ہمارے ساتھ ہے۔''

جب یہ دونوں غار ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔ تھے تو صبح ان اسلام دشمن لوگوں کو یہ علم ہو گیا کہ سرور کائنات ﷺ کے بستر پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوئے ہوئے تھے تو رؤسا قریش کا ایک گروہ ابوجہل کی قیادت میں انتہائی غصے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچا اور بہت زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعاعلیٰ عنہ کی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لائیں تو ان لوگوں نے انتہائی غصے مین دریافت کیا۔ ''اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی! تیرا باپ کہاں ہے؟'' جیسے ہی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جواب دیا کہ انہیں خبر نہیں کہ اُن کے والد کہاں

Marfat.com

ہیں؟ ابوجہل غصے سے بھڑک اُٹھا اور اس نے ایک زوردار طمانچہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر رسید کیا جس سے انہیں نہ صرف بے حد تکلیف ہوئی بلکہ ان کے کان کا بندہ (آویزہ) ٹوٹ کر نیچے گر گیا۔ یہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بڑی قربانی ہے۔ الغرض غار ثور میں تین روز قیام کے بعد منصوبے کے مطابق آپ دونوں شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ دونوں کے ہمراہ عامر بن فہیرہ (چرواہا) اور عبداللہ بن اریقط تھا جسے بہ طور رہنمائی کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

یہ قافلہ کٹھن راستوں سے گزرتا ہوا اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا جہاں کوئی ایسا راستا سایہ دار نظر آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق نے وہ جگہ صاف کر کے چادر بچھا دی اور اپنے آقا ﷺ کو آرام کی غرض سے لٹا دیا۔ الغرض غار ثور سے نکل کر راستے کی مختلف تکالیف اور مشکلات برداشت کرتے ہوئے مدینہ طیبہ کے قریب چھوٹی سی آبادی قباء میں پہنچے۔ پھر قباء میں دو ہفتے قیام کے بعد سرور کائنات ﷺ نے مدینہ منورہ میں حضرت ابوایوب انصاری کو شرف میزبانی عطا کیا جب نبی کریم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان سلسلہ مواخات قائم کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور خارجہ کو بھائی بھائی بنایا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل وعیال مکہ سے مدینہ پہنچ گئے تو انہوں نے ان سے ملکر روزی کے وسائل تلاش کرنا شروع کر دیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خارجہ بن زید سے تعلقات اتنے اچھے ہو گئے کہ انہوں نے اپنی بیٹی حبیبہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں دے دیا۔ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔

Marfat.com

آپ کی بیوی اُم روحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بیٹے عبداللہ اور آپ کی دوسری بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور باقی اہل خانہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے قریب رہائش پذیر تھے۔

مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدید بخار چڑھ گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مزاج پُرسی کے لیے آئیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ ہے ''ہر شخص اپنے بال بچوں میں دادا عیش دیتا ہے حالانکہ کہ موت اُس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر پریشان ہوگئیں اور فوراً رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تمام ماجرا بیان کیا۔ تب محبوب ﷺ نے بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی۔ '' اے اللہ! تو مدینہ کو بھی ہمارے لیے ایسا ہی محبوب بنا دے جیسا کہ مکہ تھا اس سے بھی زیادہ یہاں کی آب وہوا کو صحت بخش کر دے اور بخار کو یہاں سے منتقل فرما۔'' آپ ﷺ کی دعا کا یہ اثر ہے کہ آج بھی مدینہ طیبہ پورے حجاز میں آب وہوا کے لحاظ سے اعلیٰ ترین جگہ ہے اس دعا کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحت یاب ہو گئے۔

مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے ایک مسجد کی تعمیر کا سوچا اس مقصد کے لیے آپ نے جو قطعہ زمین منتخب فرمایا۔ وہ دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھا آنحضرت ﷺ نے اس زمین کے ٹکڑے کے بارے میں معلوم کیا تو دونوں یتیم بچوں

Marfat.com

نے کہا ''یا رسول اللہ ﷺ ! یہ آپ کی نذر ہے ہم اس کا کوئی معاوضہ نہیں لیں گے۔

''لیکن سرورِ کائنات ﷺ نے اُسے بہ طور نذرانہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور آخر قیمتاً اُس کو خرید لیا اُس زمین کے ٹکڑے کی قیمت ادا کرنے کی سعادت بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آئی اور جب تعمیر شروع ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

:※:※:※:※:※:

مدینہ پہنچنے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کا نکاح پہلے ہی نبی کریم ﷺ کیساتھ ہو چکا تھا اُن کی رخصتی کی درخواست نبی اکرم ﷺ سے فرمائی جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اُن کے پاس مہر ادا کرنے کے لیے رقم نہیں، تب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوری طور پر مہر کی رقم بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کر دی اور یوں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی ہوئی۔

مدینہ تشریف لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ اور یہود کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کے تحت مسلمانوں اور یہودیوں کو اپنے اپنے دین کی تبلیغ و اشاعت اور اپنے رسم و رواج کے مطابق ادا کرنے کی آزادی تھی مگر جب مدینہ میں مہاجرین اور اہل مدینہ کے درمیان محبت اور بھائی چارے کا رشتہ قائم ہوا اور اتنا مضبوط تھا کہ یہودی یہ صورت حال برداشت نہ کر سے اور انہوں نے مسلمانوں کی مخالفت شروع کر دی حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم مزاج اور حلیم طبیعت کے مالک تھے مگر جب وہ یہود اور منافقین کی زبانوں سے دین اسلام کے متعلق تمسخرانہ گفتگو سنتے تو آپ

Marfat.com

انتہائی غصہ ہوتے۔

ایک بار چند یہودی اپنے ایک عالم فخاص کے گھر پر جمع تھے اتفاق سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں آ گئے اور اُنہیں یہاں جمع دیکھ کر آپ نے انہیں دین اسلام کی دعوت دینی شروع کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودی عالم فخاص سے فرمایا۔ "اے فخاص! ایک اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو۔ تم یہ بات بہ خوبی جانتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ دین حق لے کر آئے ہیں جو کہ تمہاری تو ریت میں بھی لکھا ہوا ہے۔" آپ کی بات سن کر یہودی عالم فخاص نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ "اے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ہمیں خدا سے کسی چیز کی حاجت نہیں، خود اُسے ہماری حاجت ہے ہم اس کی طرف نہیں جھکے بلکہ وہ ہماری طرف جھکا ہے۔ ہم اُس کی مدد سے بے پرواہیں۔ لیکن وہ ہماری امداد سے بے پروا نہیں۔ اگر وہ ہماری امداد سے بے پرواہوتا تو کبھی ہمارے حال سے ہم سے بطور قرض نہ مانگتا۔ اللہ تمہیں سود لینے سے منع کرتا اُس آیت کی طرف چوٹ کرنا تھا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"کون ہے جو اللہ کو قرض دے۔ اس کے بدلے میں اللہ اس کے مال کوئی گنا بڑھا کر واپس کرے گا۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فخاص کو اللہ تعالیٰ کے قول اور اس وحی کا مذاق اُڑاتے دیکھا تو آپ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور فخاص کو اتنے زور سے تھپڑ مارا کہ اُس کے ہوش اُڑ گئے، اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "اے اللہ کے دشمن! اگر مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو رب کائنات کی قسم میں تیری گردن اُڑا دیتا۔"

Marfat.com

جب سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر کے دین اسلام میں داخل ہوئے تھے اُس وقت سے ایمان آپ کی رگ رگ میں سرایت کر گیا تھا۔ خاندان، خواہشات دنیا کی ہر چیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں اللہ اور اس کے رسول کے لیے وقف تھی۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فطرتاً اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ بے حد پاکیزہ خیالات کے مالک اور انتہائی ہم درد تھے۔ آپ کی فطرت سلیم کسی ایسی چیز کو برداشت نہیں کر سکتی تھی جو معنوی نجاست اور گندگی سے ملوث ہو ایک مرتبہ ایک صحابہؓ آپ کو اپنے گھر لے جا رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس راستے سے ناواقف تھے، لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ کون سا راستہ ہے؟ اُس شخص نے جواب دیا۔ اس راستے پر ایسے لوگ رہتے ہیں جن کے پاس سے گزرتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ''بہت خوب! گزرتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن پھر بھی اس راستے سے گزر رہے ہو تم اس راہ سے جاؤ میں نہیں جاؤں گا۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا۔ ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس میں سے ایک لقمہ نوش فرمالیا۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ دریافت فرماتے تھے کہ کس ذریعے سے کمایا۔ آج آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت نہیں فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بھوک کی شدت سے دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ اب بتاؤ؟ تب غلام نے کہا کہ زمانہ جاہلیت

Marfat.com

میں ایک قوم پر گزارا اور منتر پڑھا، آج وہاں سے گزرا تو ان کی شادی ہو رہی تھی انہوں نے یہ مجھے دیا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو مجھے ہلاک کر دیتا۔ اس کے بعد حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی، مگر وہ ایک لقمہ نہ نکلا، تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پیالہ بھر پانی منگوایا اور پانی پی پی کر قے فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ لقمہ نکالا۔ کسی نے عرض کیا اتنی مشقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لقمہ کے لیے فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا تو میں اس کو نکالتا کیوں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سُنا ہے کہ جو بدن مال حرام سے پرورش پائے آگ اس کے لیے بہتر ہے، مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لقمے سے پرورش نہ پا جائے'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج میں بہت زیادہ احتیاط تھی تھوڑا سا بھی شبہ ہو جاتا تو فوراً قے فرماتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اُس وقت میرے پاس مال موجود تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ آج میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی بھی بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر میں خوشی خوشی گھر گیا اور جو کچھ بھی رکھا تھا اس میں سے آدھا مال لے کر نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تب نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا۔ تب میں نے عرض کیا کہ آدھا چھوڑ آیا ہوں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مال لے کر آئے۔ حضور اکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

فرمایا کہ سب لے آیا گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا یعنی اللہ اور اُس کے رسول پاک ﷺ کے نام کی برکت اور ان کی رضا اور خوش نودی کو چھوڑ آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

خوبیوں اور نیکیوں میں اس کی کوشش کرنا کہ دوسرے سے بڑھ جاؤں یہ مستحسن اور مندوب ہے۔ یہ قصہ غزوہ تبوک کا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت مال دار اور بہت بڑے تاجر تھے لیکن اسلام کی اور اللہ کی راہ میں یہاں تک خرچ فرمایا کہ غزوہ تبوک میں سب کچھ لا کر دے دیا تھا اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال نے پہنچایا، میں ہر شخص کے احسانات کا بدلہ دے چکا ہوں، مگر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احسانات کا بدلہ اللہ ہی دے گا۔"

:❋:❋:❋:❋:❋:

مدینہ طیبہ میں اسلام کی پہلی ریاست قائم ہوئی جس کے سربراہ رسول اللہ ﷺ تھے، اس ریاست کے قیام اور بقا کے لیے مسلمانوں کو دشمنوں سے جنگ کرنا تھی چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام معاملات میں حضور اقدس ﷺ کے دست راست تھے اس موقعے پر آپ کے تمام جوہر، تمام اوصاف و کمالات سامنے آئے جن میں حسنِ تدبیر، دور اندیشی اور حکمت عملی سب ہی بروئے کار آئے۔ ہجرت مدینہ کے بعد جتنے بھی غزوات ہوئے اُن سب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ تھے۔ مختلف مقامات پر مختلف رنگ آپ کی شخصیت کے اُبھر

Marfat.com

کر سامنے آئے۔ میدان جنگ میں آپ انتہائی دلیر سپاہی، مشورہ کے وقت ایک اعلیٰ مشیر اور وزیر پتھر کی چٹان کی طرح مضبوط اور ساز گار حالات میں انتہائی حلیم و بردبار! آپ کی ان ہی صفات کے پیشِ نظر مسٹر ڈبلیو منٹگمری واٹ کے مطابق۔ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں ایک قابلِ فخر مطیع وفرماں بردار تھے وہاں ایک اعلیٰ پائے کے قائد اور منتظم بھی تھے۔''

پہلا غزوہ بدر جس میں نبی کریم ﷺ مجاہدین کی صف بندی کرنے کے بعد اپنے لیے مخصوص چھپر میں تشریف لائے تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔

آپ ﷺ نے میدان بدر میں مشرکوں کی کثرت کو دیکھا تو قبلہ رخ ہو کر اپنے ہاتھ اُٹھائے اور اللہ سے دعا کرنے لگے۔ ''الٰہی! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا فرما۔ اے رب العالمین! اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔'' آپ ﷺ دیر تک دعا میں مصروف رہے یہاں تک کہ آپ کے کندھوں سے چادر نیچے گر گئی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر آپ کے کندھوں پر ڈالی اور فرمایا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ اب بس کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ چنانچہ آپ پر وحی کا نزول ہوا اور فتح کی خوش خبری سنائی گئی۔ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر کے میدان جنگ میں تشریف لائے، پہلے جہاد کی ترغیب دلائی اور جنگ میں مصروف ہو گئے۔

حجۃ الوداع سے واپسی پر مدینہ طیبہ میں سردار دو جہاں ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا میں اور اس چیز میں جو اللہ کے

Marfat.com

پاس ہے اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کرے اس بندے نے قرب خداوندی کو پسند کر لیا'' حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسے ہی حضور اقدس ﷺ کے زبانِ مبارک سے یہ الفاظ سنے تو زار و قطار رونے لگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت حیرت ہوئی کہ اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضور اکرم ﷺ کے ہر کلمے، ہر لفظ، ہر حرف اور ہر اشارے کو سمجھتے تھے فوراً سمجھ گئے کہ یہ بندہ خود سرور کائنات کی ذات مبارکہ ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی اس دنیا سے رحلت کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ اسے خطبے کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ آپ ﷺ علیل ہو گئے اور جب اس علالت نے شدت اختیار کی تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ زیادہ بیمار ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی امامت کے لیے عرض کرنے کے لیے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' میں نے کہا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت رقیق القلب انسان ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ضبط نہ کر سکیں گے اور اس طرح لوگوں کی نماز میں حرج پڑے گا۔ ''اگر آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو بہتر ہوگا۔''

آپ ﷺ نے یہ سن کر پھر فرمایا۔ ''ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔''

اس پر میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ''تم رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

سے کہو کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جا کر یہی بات آپ ﷺ سے کہہ دی۔ اُس پر بھی آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین دن تک نماز پڑھاتے رہے۔ آخر ایک دن سرور کائنات ﷺ نے کچھ اپنی طبیعت بہتر محسوس کی تو حجرے سے باہر تشریف لائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز شروع کر چکے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور اقدس ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے اس پر حضور اکرم ﷺ نے اشارہ کر کے پیچھے ہٹنے سے منع فرمایا اور خود حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ کی اور دوسرے نمازی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء کر رہے تھے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

بارہ ربیع الاول 11 ہجری کا دن تھا جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا۔ ایک صحابی سالم بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر روح فرسا خبر کی اطلاع حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ یہ خبر سن کر فوراً تشریف لائے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ صحابہ کرام کی حالت بہت غیر ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص طور پر بہت پریشان تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق حجرۂ مبارک میں حاضر ہوئے جہاں رحمت دو عالم ﷺ کا جسد اطہر رکھا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرور کائنات کے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی اور جبین نور پر بوسہ دیا

Marfat.com

پھر سردار دو جہاں ﷺ کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ زندگی میں بھی پاک وصاف رہے اور اب وصال کے وقت بھی پاک وصاف ہیں ۔اللہ آپ کو ہرگز دو موتیں نہیں دے گا۔ وہ موت تو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مقدر کی تھی وہ تو آپ کو آہی گئی۔ پھر آپ باہر تشریف لائے، یہاں مسجد میں ایک کہرام برپا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم کی وفات سے انکار کر رہے تھے تلوار لیے ٹہل رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں تو میں اس تلوار سے اس کی گردن اُڑا دوں گا۔'' جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ سے یہ کلمات سنے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا۔ ''اے لوگو! جو شخص محمد ﷺ کو پوجتا تھا اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی موت ہو گئی ہے لیکن جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ یقیناً زندہ ہے اور اُس پر کبھی موت وارد نہیں ہو گی۔'' اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ آل عمران: 144 کی تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ ہے ''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔ اگر محمد ﷺ وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے کر لوٹ جاؤ گے اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہ اللہ کو ذرا سا بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور عنقریب اللہ شکر گزار بندوں کو نیک بدلہ دے گا۔''

حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کرام نے جب یہ آیت سنی تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اب تک یہ آیت بھولے ہوئے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلاوت کی تو اُن کی آنکھوں سے پردہ اُٹھ گیا اور یہ اس قدر موثر اور دل نشین ثابت ہوئی کہ پھر ہر شخص اس کا ورد کرنے لگا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر سب کو بے حد ہمت و جرأت سے سنبھال لیا۔

تدفین کے انتظام کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ اللہ کے محبوب حضرت محمد ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے؟ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق نے فرمایا۔

''میں نے رسول اللہ سے ایک حدیث سنی ہے جو مجھے اچھی طرح یاد ہے وہ یہ کہ اللہ کسی نبی کی روح اسی جگہ قبض کرتا ہے جہاں اس کو دفن ہونا محبوب ہوتا ہے۔'' اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رائے دی کہ رسول اللہ ﷺ کو اسی خواب گاہ میں دفن کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پہلے خلیفہ راشد کے ذمہ داری حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنبھالی۔ بیعت عامہ کے بعد آپ نے جو پہلا خطبہ دیا وہ یہ تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ ''اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں۔ اگر میں نیک کام کروں تو اس میں میری مدد کرو اور اگر بُرا کام کروں تو مجھے ٹوکو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت، تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق واپس دلا دوں گا۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اس پر خدا ذلت و خواری مسلط کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر مصیبت کے سائے منڈلانے لگتے ہیں۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو، اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت ضروری نہیں اچھا اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اللہ تم پر رحم فرمائے۔''

Marfat.com

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت سنبھالتے ہی ہر طرف سے پریشانیوں کا ایک سیلاب امنڈ آیا۔ ابھی نبی کریم ﷺ کی رحلت کا غم تازہ تھا دوسری طرف جھوٹے دعوے دار نبوت، مرتدین اور منکرین زکواۃ تھے۔ آپؓ کے لیے یہ بے حد کڑا امتحان تھا، آپؓ نے کمالِ فراست، عسکری مہارت اور انتظامی حکمت عملی کے ذریعے منکرین زکواۃ اور مدعیان نبوت کا خاتمہ کیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی رفاقت و ہم راہی کا شرف حاصل رہا۔ آپؓ ان کے شریک جلوت وخلوت تھے۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے، بیعت لانے کے بعد آپؓ رسول اللہ ﷺ سے جدا نہ ہوئے۔ آپؓ نے ہجرت بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ فرمائی، غارِ ثور میں آپؐ کے ساتھ رہے۔

جن غزوات میں آپ ﷺ تشریف لے جاتے تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ رہتے، آپ ﷺ کی طویل رفاقت میں آپؓ کی تربیت بہت بہترین ہوگئی تھی۔ آپؓ مزاج شناس رسول ﷺ تھے۔

ایک مرتبہ ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''پھر آنا۔'' وہ بولی اگر میں آؤں اور آپ ﷺ کو نہ پاؤں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تو مجھ ﷺ کو نہ پائے تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آنا۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں سات سو مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں شام کی طرف روانہ کیا یہ لشکر مدینہ

Marfat.com

طیبہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر واقع مقام جرف میں پہنچا تھا کہ نبی کریم ﷺ علیل ہو گئے۔ آپ ﷺ کی علالت کی خبر سنتے ہی حضرت اُسامہ وہیں پر ٹھہر گئے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ مقرر ہوتے ہی سب سے پہلے لشکر اُسامہ کو روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ صحابہ کرام اور خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یہ وقت اس لشکر کی روانگی کا نہیں کیوں کہ اِرد گرد مدینے کے دیہاتی سردار باغی ہو رہے ہیں اور مدینے پر حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ لہٰذا پہلے نزدیکی خطرات کا خیال کیا جائے پھر جب امن قائم ہو جائے گا تو لشکر اُسامہ کو روانہ کر دیا جائے گا۔ مزاج شناس رسول ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تجویز پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ''جس لشکر کو رسول اللہ ﷺ نے روانہ فرمایا تھا میں اس کو ہرگز نہیں روک سکتا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر مدینہ اس طرح خالی ہو جائے اور میں تنہا رہ جاؤں اور درندے مجھے کھا جائیں پھر بھی اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق روانہ کروں گا۔'' چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام جرف پر خود تشریف لے گئے۔ سیدنا اُسامہ کو سوار کیا اور لشکر کو چلنے کا حکم دیا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدل ان کے ساتھ چل رہے تھے اور مختلف نصیحتیں فرما رہے تھے۔ اُسامہؓ نے عرض کیا یا تو آپؓ سوار ہو جائے یا پھر مجھے بھی پیدل چلنے کی اجازت دیں۔ آپؓ نے فرمایا ''تم کو خدا کی قسم جو اترو اور میں بھی سوار نہیں ہوں گا، کیا ہوا اگر اللہ کی راہ میں کچھ دیر کے لیے میرے پاؤں غبار آلود ہو گئے

Marfat.com

،غازی کے ہر ہر قدم کے عوض نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔'' پھر امیر لشکر حضرت اسامہؓ کو تاکید فرمائی ''اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! رسول اللہ ﷺ نے تمہیں جیسا حکم دیا تھا ویسا ہی کرنا اور اس حکم کی تعمیل میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کرنا۔''

پھر کچھ عرصے کے بعد حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مہم سے کامیاب و کامران لوٹے، ان کی واپسی پر مدینے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ صحابہ کرام نے اُن کا استقبال کیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجنے کے سیاسی نتائج کے بارے میں ڈبلیو واٹ منٹگمری لکھتا ہے ''پیغمبر اسلام نے اس بات کو محسوس کر لیا تھا کہ جب تک شام کی طرف لشکر نہیں روانہ کیے جائیں گے عرب قبائل امن و عافیت سے نہیں رہ سکتے، ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کی سیاسی اہمیت سے آشنا تھے اسی وجہ سے شدید مخالفت کے باوجود انہوں نے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ایک بڑا لشکر شام روانہ کیا تھا۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت ابو بکر صدیقؓ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے اور اسی سے گزراوقات تھا۔ جب خلیفہ بنائے گئے تو حسبِ معمول کپڑے ہاتھ پر رکھ کر بازار میں فروخت کے لیے تشریف لے گئے، راستے میں حضرت عمرؓ ملے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہاں جا رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اگر آپ تجارت میں مشغول ہو گئے تو خلافت کے کام کا کیا ہوگا؟ فرمایا۔ پھر اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو حضور اکرم ﷺ نے امین ہونے کا لقب دیا

Marfat.com

ہے ان کے پاس چلیں وہ آپ کے لیے کچھ بیت المال سے مقرر کر دیں گے۔ اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔

ایک مرتبہ آپ کی بیوی نے درخواست کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس تو دام نہیں کہ خریدوں۔ اہلیہ نے عرض کیا کہ ہم اپنے روز کے کھانے میں سے تھوڑا بچالیا کریں کچھ دنوں میں اتنی مقدار ہو جائے گی، آپؓ نے اجازت دے دی۔ اہلیہ نے کئی روز میں سے کچھ تھوڑے سے پیسے جمع کیے۔ آپؓ نے فرمایا کہ تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے اس لیے جو اہلیہ نے جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال میں جمع فرما دیا اور آئندہ کے لیے اتنی مقدار جتنا انہوں نے روزانہ جمع کیا تھا اپنی تنخواہ میں سے کم کر دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد بھی آپؓ کا دامن تواضع اور سادگی سے پُر تھا۔ مدینہ طیبہ میں ایک نابینا عورت تھی جس کا کام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آکر کرتے تھے لیکن کچھ دنوں بعد انہیں معلوم ہوا کہ ان کے آنے سے پہلے کوئی اور شخص اس عورت کا کام کر جاتا ہے وہ حیران تھے کہ وہ کون شخص ہے؟ ایک روز وہ اس شخص کا پتا کرنے کے لیے پہلے سے چھپ کر بیٹھ گئے تب انہیں شدید حیرانی ہوئی یہ دیکھ کر کہ وہ شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو اس عورت کا تمام گھریلو کام کر کے جاتے تھے۔

خلیفہ ہونے سے قبل محلے کی لڑکیوں کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے جب خلیفہ ہوئے تو ایک لڑکی کے منہ سے بے ساختہ نکلا ''اب تو آپؓ مسلمانوں کے خلیفہ بن

Marfat.com

گئے۔اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دوہے گا؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔''
پیاری بیٹی! خلافت مجھ کو خدمت خلق سے باز نہیں رکھ سکتی، میں اب بھی تمہاری بکریوں
کا دودھ دوں گا۔''

لوگ جب خلیفۂ رسول ہونے کی حیثیت سے آپ کی تعظیم کے لیے آداب
بجالاتے تو نہایت شرم ساری محسوس کرتے اور فرماتے ''تم لوگوں نے مجھے بہت چڑھا
دیا ہے۔'' اور اگر کسی سے اپنے بارے میں تعریفی کلمات سنتے تو دل میں کہتے۔''اے
اللہ! تو مجھے ایسا بنا دے جیسا یہ لوگ میرے متعلق سوچتے ہیں، میرے گناہوں کو معاف
فرما اور لوگوں کی بے جا تعریف پر میری پکڑ نہ کرنا۔''

آپؓ کی ذاتی زندگی نہایت سادہ تھی، کپڑے نہایت سادہ اور موٹے جھوٹے
ہوتے تھے۔ غذا بھی سادہ ہوتی تھی۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ
حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ''جب سے خلافت کا بار میرے کندھوں
پر پڑا میں نے معمولی سے معمولی غذا اور سادہ سے سادہ کپڑوں پر قناعت کی، مسلمانوں
کے مال سے میرے پاس ایک حبشی غلام، ایک اونٹ اور ایک پرانی چادر کے سوا کچھ
نہیں، میرے بعد یہ اشیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس کر کے بری ہو جانا۔''

تقویٰ وطہارت کا تعلق خوف خدا سے ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرمایا کرتے تھے۔''کاش میں سبزہ ہوتا اور مجھے چرند پرند کھاتے اور خوف عذاب اور
وحشتِ یوم حساب کا سوچ کر خیال کرتا ہوں کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا۔''

ایک دن آپؓ ایک باغ میں گئے جہاں ایک درخت کے سائے میں چڑیا کو
دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور فرمایا۔''اے چڑیا! تو

Marfat.com

بڑی خوش نصیب ہے، درختوں کے پھل کھاتی ہے، درختوں کے سائے میں رہتی ہے اور حساب وکتاب سے مبرا ہے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خضوع وخشوع کی یہ حالت تھی کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھتے تو لکڑی کی طرح کھڑے رہتے اور دن کی اوقات میں خاموشی قائم رکھنے کے لیے کئی بار منہ میں کنکریاں رکھ لیتے تاکہ فالتو گفتگو سے بچ سکیں اور زبان کے فتنے سے محفوظ رہ سکیں۔

ایک بار حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی طلب فرمایا۔ آپؓ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں پانی اور شہد ملا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینے کی غرض سے اس کو منہ کے قریب کیا لیکن پھر آپؓ رو پڑے، آپؓ کو دیکھ کر مجلس میں دوسرے حاضرین بھی رو پڑے پھر جب آپؓ چپ ہوئے تو لوگوں نے آپ سے رونے کی وجہ دریافت کی کہ کس چیز نے آپؓ کو رلایا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ کسی غیر مرئی چیز (ان دیکھی شے) کو اپنے سے دور کر رہے تھے اور فرما رہے تھے "پرے ہٹ! پرے ہٹ!" حالاں کہ میں ان کے ساتھ کسی اور کو نہ دیکھ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ کسی شے کو اپنے سے دور فرما رہے تھے جب کہ مجھے کوئی شے نظر نہیں آ رہی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دنیا تھی جو میرے سامنے بن سنور کر آئی تھی، میں نے اس کو کہا مجھ سے بچ گئے لیکن آپ ﷺ کے بعد آنے والے مجھ سے نہ بچ سکیں گے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے مجھے خوف پیدا ہوا کہ وہ مجھ پر غالب ہو گئی ہے اور اسی

Marfat.com

بات نے مجھے رلا دیا۔"

شیخ مصف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہ حق میں جدوجہد سے نہ ہٹتے تھے اور حدود الٰہی سے تجاوز نہ کرتے تھے۔"

حضرت شیخ مؤلف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشکل کاموں میں سبقت فرماتے تھے کیوں کہ ان میں ثواب کی امید زیادہ کی جاتی ہے۔"

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رک جاؤ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"اس نے مجھے ہلاکتوں میں ڈال دیا ہے۔"

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ "اے اللہ کے بندو! جان لو، اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بدلے تمہاری جانوں کو گروی رکھ لیا ہے اس پر تم سے بھائی عہد و پیمان بھی لیے ہیں، تم سے تھوڑی سی فانی زندگی خرید لی ہے اور باقی رہنے والی بہت سی زندگی تم کو بخش دی ہے۔ یہ تمہارے بیچ اللہ کی کتاب ہے اُس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اس کا نور کبھی نہیں بجھ سکتا۔ اس بات کے لیے اس سے نور بصیرت حاصل کر لو۔ اللہ نے تم کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تم پر کراما کاتبین نگران مقرر کر دیئے ہیں جو تم کرتے ہو وہ اُن کے علم میں ہے ہو جس کا علم تم سے مخفی رکھا گیا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے کہ تمہاری عمر اس حال میں پوری ہو کہ تم اللہ کے کام میں مشغول ہو تو ایسا ضرور کرو، اور یہ اللہ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں، لہٰذا تم

Marfat.com

موت آنے سے قبل بڑھ چڑھ کر نیکی کرتے رہو، کہیں بُرے اعمال پر تمہارا انجام بد نہ ہو جائے، بہت سے لوگوں نے اپنی عمریں دوسروں کے لیے داؤ پر لگا دیں جب کہ اپنی ذات کو بھول گئے میں تم کو روکتا ہوں کہ تم اُن کے مثل نہ بن جانا۔ خبردار، خبردار! نجات، نجات، موت تمہارے تعاقب میں ہے جو تیزی سے آن دبوچے گی۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ خدارا! اپنے فقر و فاقہ (اور ہر حال) میں اُس سے ڈرتے رہو اور اس کی حمد و ثنا کرتے رہو جس کا وہ اہل ہے اُس سے گناہوں کی بخشش مانگتے رہو بے شک وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ جان لو! کہ جو عمل خالصتاً اللہ کے لیے تم نے کیا ہو بس وہی تم نے اپنے رب کی عبادت کی ہے اور اپنے حق کی حفاظت کر لی ہے پس گزرتے دنوں میں اپنے لیے اعمال کا توشہ تیار کر لو اور نوافلوں کا ذخیرہ اکٹھا کر لو۔ پس تمہارے فقر و حاجت کے وقت یہ سب تمہارے کام آئیں گی۔ اے اللہ کے بندو! سوچ بچار تو کرو تم سے پہلے لوگ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں؟ آج ان کا نام و نشان تک نیں، آج وہ یوں ہیں گویا کبھی تھے ہی نہیں اور وہ قبروں کی تاریکیوں میں پڑے ہیں۔ کہاں ہیں وہ تمہارے دوست اور بھائی بند؟ جن کو تم پہچانتے تھے اور وہ اپنے کیے کو پہنچ گئے۔ کوئی سُقاوت (بدبختی) کو پہنچا تو کسی نے سعادت پالی۔ اللہ اور اُس کی مخلوق میں سے کسی کے درمیان کوئی رشتے داری اور قرابت نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ خدا سے خیر پا لے یا اپنے سے کوئی برائی دفع کر لے۔ اُسکا راستہ تو صرف اُس کی اطاعت اور اتباع ہے دیکھو وہ نیکی، نیکی نہیں ہے جس کی پاداش جہنم ہو۔ وہ شر، شر نہیں ہے جس کا بدلہ جنت ہو، بس مجھے یہی کہنا تھا اور میں اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت کا طالب ہوں۔

:❄:❄:❄:❄:❄:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی نئی چادر زیب تن کی اور اُس کو دیکھنے لگی، مجھے وہ پسند آ گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''کیا دیکھ رہی ہو اللہ تعالیٰ تجھے نہیں دیکھ رہے؟'' میں نے عرض کیا ''وہ کیوں؟'' فرمایا ''کیا معلوم نہیں کہ جب کسی بندے کے دل میں دنیا کی زیب و زینت کی وجہ سے عجب پیدا ہو جائے پروردگار اُس سے ناراض ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس چیز سے الگ ہو جائے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ''میں نے وہ چادر اُتار دی اور صدقہ کر دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ''ممکن ہے اب یہ تمہارے اُس گناہ کا کفارہ بن جائے۔''

اسلام کا نظام حکومت نہ تو جمہوری ہے اور نہ شخصی بلکہ شورائی ہے یعنی ہر کام باہمی مشورے سے ہو اور جماعتی عصبیت سے بالاتر ہو کر سرانجام دیا جائے اسی وجہ سے اسلام نے ''مشورہ'' کا حکم دیا اور اہل اسلام کی یہ خوبی بتائی کہ ان کے معاملات باہمی مشاورت سے طے پاتے ہیں۔ حضرت سیدنا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سوا دو سالہ دورِ حکومت میں تمام امور مملکت میں مشورہ کو خاص اہمیت دی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کوئی معاملہ پیش آتا جس میں اہل الرائے اور اہل الفقہ کے مشورے کی ضرورت ہوتی تھی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابی بن کعب، زید بن ثابت وغیرہ کو بلاتے تھے۔

آپؓ نے اپنے مختصر سے عہد خلافت میں بہترین نظم و نسق کے ساتھ حکومت کو چلایا۔ جس شخص کو جو عہدہ دیا جاتا آپؓ اس کی نگرانی اور احتساب بھی فرماتے اور نہایت

Marfat.com

اچھے طریقے سے اُس کے اعمال کی باز پرس کرتے تھے۔ ہر شعبے کا الگ الگ نگران مقرر کر رکھا تھا۔

نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کی سرکوبی فرمائی۔ بعض عرب قبائل نے زکواۃ دینے سے انکار کر دیا کہ ہم نماز تو پڑھیں گے، مگر زکواۃ نہیں دے گے۔ عرب کے حالات دیکھ کر صحابہ نے کہا کہ فی الحال ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔ ''بخدا! اگر یہ لوگ اونٹ کی ایک رسی سے بھی جسے وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ادا کرتے تھے انکار کریں گے تو میں اس پر ان سے جنگ کروں گا۔ زکواۃ مال کا حق ہے جو لوگ نماز اور زکواۃ میں تفریق کریں گے میں اُن سے قتال کروں گا۔'' ان قبائل کے وفود مدینہ طیبہ آئے ہوئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ صحابہ کرام حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بارے میں قائل نہیں کر سکے تو ناکام واپس چلے گئے۔ تو اُن وفود کے ارا کین نے اپنے قبائل کو آمادہ کیا کہ مدینہ طیبہ پر حملہ کر دیا جائے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے اس ارادے کو پہلے ہی بھانپ چکے تھے چنانچہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت زبیر بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کی سرکردگی میں مدینے کے مختلف راستوں پر حفاظتی دستے تعینات کر دیے اور ایک باقاعدہ فوج کے ذریعے ان قبائل پر حملہ کر دیا۔ تھوڑی سی شدت کے بعد ان قبائل کے سردار اپنی اپنی زکواۃ لے کر مدینہ منورہ پہنچ گئے جو حضرات مدینہ کا پہرہ دے رہے تھے ان میں سے ایک ایک صاحب زکواۃ رئیس کو لے کر آتا اور وہ اپنی زکواۃ پیش کر دیتا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

جنگ یمامہ میں ایک ہزار دو سو مسلمان شہید ہوئے جن میں 93 صحابہ کرام اور حفاظِ قرآن تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندیشہ ہوا اگر اسی طرح صحابہ کرام شہید ہوتے رہے تو قرآن حکیم کا بہت بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن کے جمع و ترتیب کے بارے میں کہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا میں اسے کیسے کرسکتا ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ''یہ کام خیر ہے۔'' انہوں نے بار بار یہی بات کہی یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطمینان اور شرح صدر ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ ''تم جوان اور سمجھ دار آدمی ہو، ہم تم کو متہم نہیں کر سکتے۔ تم رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی تھے، لہٰذا قرآن حکیم کا تتبع کرو اور اُس کو یکجا کر دو۔'' آخر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی مشقت، کوشش اور احتیاط سے قرآن حکیم کو جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں مدون کیا یہ مصحف حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس محفوظ رہا، آپؓ کی وفات کے بعد اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حفاظت میں رکھا۔

دراصل قرآن حکیم صحیفوں میں لکھا ہوا ضرور تھا لیکن وہ صحیفے متفرق اور منتشر تھے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان منتشر صحیفوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

عرب کی سرحد دنیا کی دو عظیم الشان اور سُپر پاور سلطنتوں سے ٹکراتی تھی ایک طرف شام تھا جس پر بازنطینی سلطنت کا قبضہ تھا اور دوسری طرف عراق جس پر ایرانی

Marfat.com

حکومت کا پرچم لہرا رہا تھا مسلمان اس وقت کی دو سپر طاقتوں ایران اور روم کے درمیان گھرے ہوئے تھے اس وجہ سے جب تک ان حکومتوں کی سرکوبی نہ کی جاتی اسلام کو پھیلنے اور بڑھنے کا موقع نہ ملتا چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندرونی فتنوں سے فراغت کے بعد عراق وشام کی طرف متوجہ ہوئے۔

چنانچہ آپؓ نے عراق کی طرف لشکر کشی کی، یہاں سیدنا مثنیٰ جنگ کے لیے گئے تب ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق کی مہم کے لیے روانہ کیا کہ وہ جانتے تھے یہ مہم بہت اہم ہے۔ پھر ہرمز بادشاہ کو شکست ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالِ غنیمت جس میں ایک ہاتھی اور ہرمز کی ایک لاکھ کی قیمتی ٹوپی بھی تھی کو مدینہ بھیجا۔ ہاتھی کو مدینے کی گلیوں اور شاہراہوں پر گھمایا گیا، مدینے کے لوگوں نے اس سے پہلے ہاتھی نہیں دیکھا تھا، لہٰذا مدینے کے بچے اور عورتیں اُس کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور تعجب کرتے۔ یہ جانور چونکہ تزک واحتشام کی علامت تھا، لہٰذا اسے واپس بھیج دیا گیا۔

منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی کے بعد یہاں کے باشندے بڑے اطمینان وسکون سے زندگی بسر کر رہے تھے کسی قبیلے کو مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ تھی۔ مسلمانوں کی فتح کی خبریں ہر طرف پھیل رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی فوج کے گیارہ دستوں کی مختلف مہمات کے لیے روانگی سے قبل مرتدین کو آخری موقع دینے کے لیے انہیں دوبارہ اسلام لانے اور امن سے رہنے کی دعوت دی اور عرب کے ہر حصے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد خطوط روانہ کیے اور اس کا فائدہ بھی ہوا یہ خطوط پڑھ کر اکثر مرتدین کی ہمتیں پست ہو گئیں اور انہوں نے مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کا خیال دل سے نکال دیا ان خطوط میں جو تحریر تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اعلانِ

Marfat.com

عام کی صورت لکھوا کر ہر دستہ فوج کو بھی الگ الگ دیا تا کہ جنگ سے پہلے باغیوں کو سنایا جائے اس کو سن کر اگر وہ لوگ راہ راست پر آ جائیں تو در گزر کیا جائے ورنہ جنگ کے ذریعے فیصلہ ہوگا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطوط اور اعلانات کی تحریر کو مختصراً یہاں بیان کیا جارہا ہے۔

''ابو بکر خلیفہ الرسول اللہ کی طرف سے ان تمام عام و خاص لوگوں کے نام جن کے پاس میری یہ تحریر پہنچے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ ہم ان تمام چیزوں کا اقرار کرتے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیکر آئے اور جو شخص اس کا منکر ہے ہم اس سے جہاد کریں گے۔ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے امر کو نافذ کر چکے تھے اور آپ ﷺ پر جو کچھ فرض تھا اسے پورا کر چکے تھے اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس دنیا سے اُٹھا لیا اور اللہ اس بات کو اپنی کتاب قرآن مجید کے ذریعے محمد رسول ﷺ اور تمام اہل اسلام کو صاف صاف بیان کر چکا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ مسلمان ہونے کے بعد شیطان کے بہکانے کے باعث دین حق سے پھر گئے ہیں، میں تمہاری جانب مہاجرین، انصار اور تابعین کا لشکر بھیج رہا ہوں میں نے اسے حکم دیا ہے کہ جب تک یہ تمہارے سامنے اسلام کا پیغام نہ پہنچا دیں جنگ نہ کریں، اس دعوت کو جو شخص لبیک کہے گا اُس کی مدد کی جائے گی لیکن اس کے برخلاف جو شخص انکار کرے گا تو میں نے حکم دیا ہے کہ اُس سے قتال کیا جائے۔ جو شخص حالت ارتداد پر قائم رہے گا، وہ اللہ کو ہرگز عاجز نہ کر سکے گا۔ میں نے اپنے نامہ بروں کو حکم دیا ہے کہ میری یہ تحریر ہر متعلقہ شخص تک

Marfat.com

پہنچانے کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کے مجمع میں پڑھ کر سنائی جائے، اسلام لانے کی علامت اذان ہوگی۔

اسی لیے جب مسلمان مرتدین کی بستیوں کے قریب پہنچ کر اذان دیتے اور اُس کے جواب میں بستی کی جانب سے بھی اذان کی آواز آئی تو مسلمان کوئی تعرض نہ کرتے لیکن اگر اذان کی آواز سنائی نہ دیتی تو ایک بار پھر اتمام حجت کرنے کے بعد اعلانِ جنگ فرما دیتے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

غرض یہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیاسی اور عسکری حکمت عملی اور حُسن تدبیر و تدبر کی بدولت جنگوں میں کامیابیاں حاصل ہوتی گئیں اور آپؓ نے نبوت کے دعوے داروں اور مرتدین کی بغاوتوں پر قابو پالیا اور ان باغیوں کو نیست و نابود کر دیا۔ یہ سب کچھ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دانش مندی اور بروقت فوجی کاروائی کا نتیجہ تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ضمن میں بہت کارہائے نمایاں انجام دیے۔

بنی عجل کے ایک شخص جندل نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارناموں کا پورا حال پوری تفصیل کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا تو ان واقعات کو سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ''عورتیں اب خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا شخص پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔'' (ابن اثیر)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت صرف ستائیس ماہ ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں تین بہت اہم کام ہوئے۔ مرتدوں کا مکمل طور پر

Marfat.com

خاتمہ، عراق اور شام کی فتوحات جو اس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ثابت ہوئیں۔ تیسری قرآن مجید کو جمع کرنا جس نے اپنی روشنی سے دنیا بھر کو روشن کر دیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم سے اس درجہ محبت کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی جدائی اور فراق میں آپؓ کے اندر غم جدائی پلتا رہا حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حد مستقل مزاج اور انتہا درجے کے ضابطہ تھے۔ ایک روز مسجد میں بیٹھے بیٹھے جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے بڑے امورِ خلافت انجام دیا کرتے تھے یکا یک اُٹھ کھڑے ہوئے اور تیز تیز قدموں سے اس راستے پر چل دیے جو ملک شام کی طرف جاتا تھا۔ تھوڑی دیر تک چلتے رہے پھر آہستہ آہستہ مسجد نبویؐ میں واپس تشریف لے آئے لوگوں نے ادب سے دریافت کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام کی سڑک پر کیوں تشریف لے گئے تھے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ''میں کیا بتاؤں کہ میں اُس راستے پر کس کے خیال میں محو ان کے استقبال کے لیے چلا گیا تھا۔ کہ ایک بار وہ حضرت ﷺ ملک شام گئے تھے۔ بس اس خیال میں گم پہنچا کہ آج بھی ان کا استقبال کروں گا بہت دیر منتظر رہا لیکن وہ نہیں آئے تو بس اُس دکھ میں مبتلا واپس چلا آیا۔''

# آپ کے مبارک ارشادات

☆ سو درہم میں ڈھائی درہم بخیلوں اور دنیاداروں کی زکوٰۃ ہے اور صدیقوں کی زکوٰۃ تمام مال کا صدقہ کر دینا ہے۔

☆ گناہ سے توبہ کرنا ضرور ہے لیکن گناہ سے بچنا اس سے بھی زیادہ ضروری۔

Marfat.com

☆ زبان کو شکوہ اور شکایت سے روک، خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔

☆ جو مومن شکر کرتا ہے وہ عافیت سے قریب تر ہے۔

☆ کافروں سے جنگ کرنا چھوٹا جہاد ہے۔ اپنے نفس سے لڑنا بڑا جہاد اور نفس سے لڑنے کا مطلب ہے دنیاوی خواہشات سے پرہیز کرنا۔

☆ جتنا کوئی عالم ہوگا اتنا ہی خدا سے ڈرے گا جتنا کوئی کم خدا سے ڈرے گا وہ اتنا ہی جاہل ہوگا۔

☆ جس کا سرمایہ دنیا ہے اُس کے دین کا نقصان بیان سے باہر ہے۔

☆ کاش میں کسی مومن کے سینے کا ایک بال ہوتا۔

☆ لوگوں خدا سے شرم کرو اپنے کاموں میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر ڈرتے اور شرم کرتے رہو۔

☆ علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال کفار، فرعون اور قارون وغیرہ کی۔

☆ صبح سویرے اگر پرندے تجھ سے پہلے بیدار ہوتے ہیں تو یہ تیرے لیے شرمندگی کی بات ہے۔

☆ میری نصیحت قبول کرنے والا موت سے زیادہ کسی چیز کو پسند نہ کرے۔

☆ پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں سے مٹاؤ۔

☆ بروں کی صحبت سے تنہائی بدرجہ بہتر ہے اور تنہائی سے صالح لوگوں کی صحبت بدرجہ بہتر ہے۔

☆ موت سے محبت کرو تو زندگی عطا کی جائے گی۔

Marfat.com

☆ بد بخت ہے وہ شخص جو خود تو مر جائے اور اس کا گناہ نہ مرے یعنی کوئی برا کام کر جائے۔ مثلاً
کوئی کھوٹا سکہ بنانا، برا کھیل جاری کرنا، بری کتاب کی اشاعت کرنا۔

☆ انسان کم زور ہے، تعجب ہے وہ قوت والے خدا کی کیوں نافرمانی کرتا ہے؟

:❊:❊:❊:❊:❊:

پھر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرض الموت کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ سخت سردی کے دنوں میں آپؓ نے ٹھنڈے پانی سے غسل فرمایا جس سے آپ کو بخار ہو گیا جو وفات کے روز تک مسلسل پندرہ دن چڑھا رہا۔ مرض اس قدر شدید ہو گیا کہ باہر نماز کے لیے نہیں جا سکتے تھے اس دوران آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں وصیت لکھوائی پھر اُس وصیت کو عام لوگوں میں بھی کرنا چاہا، اس مقصد کے لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کا دروازہ کھلوایا اور مسجد میں موجود تمام افراد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے اپنے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا ہے کیا تم اس پر راضی ہو؟ سب لوگوں نے یہ سن کر کہا ہم آپؓ کے انتخاب پر راضی ہیں اور آپؓ سے عہد کرتے ہیں کہ ہر حال میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت وفرماں برداری کریں گے۔

قومی امور سے فراغت پانے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ذاتی

Marfat.com

معاملات کی طرف توجہ دی، آپؓ نے پوچھا کہ مجھے خلیفہ ہونے کے بعد اب تک بیت المال سے کتنا وظیفہ ملا ہے؟ حساب کر کے بتایا گیا "چھ ہزار درہم" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے یہ روپیہ بیت المال کو واپس کر دیا جائے۔ پھر دریافت کیا میرے مال میں اب تک کتنا اضافہ ہوا ہے؟ بتایا گیا کہ ایک حبشی غلام، ایک اونٹنی اور ایک چادر۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ یہ تینوں چیزیں میری وفات کے بعد خلیفہ وقت کی خدمت میں بھیج دی جائیں اس حکم کی تعمیل میں جب یہ چیزیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچیں تو وہ رونے لگے اور فرمایا۔ "اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم اپنے جانشینوں کے لیے بہت دشوار کام چھوڑ گئے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ سرورِ کونین ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ "تین کپڑوں میں" حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت جو دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اُن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ "میرے ان دو کپڑوں کے علاوہ ایک اور کپڑا بازار سے خرید لینا۔" حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولیں۔ "پیارے ابا جان! ہم تینوں کپڑے بازار سے نئے خرید سکتے ہیں۔" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "نئے کپڑوں کے مُردوں کی نسبت زندہ لوگ زیادہ مستحق ہیں۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غسل کے بارے میں ہمیں دو روایات ملتی ہیں۔ ایک میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس کو غسل کی

Marfat.com

وصیت فرمائی، دوسری روایت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے وصال کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے سرہانے بٹھا کر فرمایا کہ جن ہاتھوں سے تم نے حضور اقدس ﷺ کو غسل دیا تھا ان ہی ہاتھوں سے مجھے غسل دینا اور خوشبو لگانا اور مجھے اس حجرے کے قریب لے جا کر جہاں حضور کی قبر مبارک ہے اجازت مانگنا۔ اگر اجازت ملنے پر حجرے کا روازہ کھل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان (بقیع) میں دفن کر دینا۔" حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جنازے کی تیاری کے بعد سب سے پہلے میں آگے بڑھا اور جا کر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! یہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں۔ تو میں نے دیکھا کہ ایک دم حجرے کے دروازے کھل گئے اور ایک آواز آئی "دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 21 جمادی الثانی 13 ھ اور بعض روایات میں 22 جمادی الثانی 13 ھ کو ہوئی۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر 63 سال تھی۔ نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھایا پھر آپ کو ہادی کون ومکاں ﷺ کے پہلو میں اس طرح دفن کیا گیا کہ آپ کا سر مبارک رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے متوازن تھا۔ زندگی بھر دونوں ساتھی ساتھ رہنے والے وصال کے بعد بھی ساتھ رہے۔ یہ رفاقت وصال کے بعد بھی ختم نہ ہوئی۔ آپؓ کے یارِ غار تھے وہاں یارِ مزار بھی ہیں۔

محمد حسین ہیکل کی تحقیق کے مطابق آخری بات جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ سے نکلی وہ یہ دعا تھی کہ اے پروردگار! مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دینا اور مرنے کے بعد مجھے صالحین کے پاس جگہ دینا۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر فرمایا۔ ''اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہاری وفات نے قوم کو سخت مصائب اور مشکلات میں مبتلا کر دیا ہے ہم تو تمہاری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ تمہارے مرتبے کو کس طرح پا سکتے ہیں۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ ''اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! واللہ تم پہلے آدمی تھے جس نے رسول اللہ ﷺ کی آواز پر لبیک کہا، ایمان و اخلاص میں تمہارا ہم پلا کوئی نہ تھا۔ خلوص و محبت میں تم سب سے بڑے ہوتے تھے۔ اخلاق و قربانی، ایثار اور بزرگی میں تمہارا کوئی ثانی نہیں تھا تم واقعی اسلام کا مضبوط قلعہ تھے۔''

اِدھر صحابہ کرام آپؓ کو دفن کرتے ہوئے اشک بہاتے ہیں تو اُدھر مدینے کی ایک ایک گلی اور گھر سے رونے کی آوازیں آتی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے اہل مدینہ بہت بے قرار ہو گئے۔

اللہ کی ہزاروں برکتیں اور رحمتیں ہوں اس مقدس اور پاک باز انسان پر جس نے اپنی ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور اسلام کے پھیلانے میں خرچ کر دی جس نے دین کی راہ میں بے مثال پختگی کا ثبوت دیا اور اسلام کی کشتی کو خوف ناک طوفان اور ہیبت ناک چٹانوں سے صحیح سلامت نکال لے گئے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ نہ کی ہر عادت، ہر خصلت اس قابل ہے کہ اس کو چنا جائے اور اس کا اتباع کیا جائے اور کیوں نہ ہو کہ اللہ جل شانہ، نے اپنے لاڈلے اور محبوب رسول ﷺ کی مصاحبت کے لیے اُس جماعت کو چنا اور چھانٹا، حضور اکرم کا ارشاد ہے کہ میں بنی آدم کے بہترین قرن اور زمانہ میں بھیجا

Marfat.com

گیا اس لیے ہر اعتبار سے یہ زمانہ خیر کا تھا اور زمانے کے بہترین آدمی حضور ﷺ کی صحبت میں رکھے گئے۔

نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت ہی ان حضرات کی والہانہ زندگی کا سبب تھی جس کی وجہ سے انہیں نہ جان کی پرواتھی نہ زندگی کی تمنا، نہ مال کا خیال تھا، نہ تکلیف کا خوف، نہ موت سے ڈر، اس کے علاوہ محبت حکایت کی چیز بھی نہیں، وہ ایک کیفیت ہے جو الفاظ وعبادات سے بالاتر ہے۔ حق تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے اور اپنے محبوب کے وسیلے سے اپنی اور اپنے پاک رسول ﷺ کی محبت ہمیں عطا فرمائیں تو ہر عبات میں لذت ہے اور دین کی ہر تکلیف میں راحت۔

آخر میں ایک ضروری امر پر تنبیہ بھی اشد ضروری ہے وہ یہ کہ آزادی کے زمانے میں جہاں ہم مسلمانوں میں دین کے اور بہت سے امور میں کوتاہی اور آزادی کا رنگ ہے، وہاں حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین کی حق شناسی اور ان کے ادب واحترام میں بھی حد سے زیادہ کوتاہی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر بعض دین سے بے پروہ لوگ اُن کی شان میں گستاخی تک کرنے لگتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کی بنیاد ہیں دین کے اول پھیلانے والے ہیں ان کے حقوق سے ہم لوگ مرتے دم تک بھی عہدہ برآنہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے ان پاک نفوس پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائیں کہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا۔ حضرت قاضی عیاض رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہی کے اعزاز واکرام میں داخل ہے۔ حضور اقدس کا اعزاز وکرام کرنا اور ان کے حق کو پہچاننا اور ان کا اتباع کرنا اور ان کی تعریف کرنا اور ان کے لیے استغفار اور دعائے مغفرت کرنا

Marfat.com

اور اُن کے آپس کے اختلاف میں لب کشائی نہ کرنا اور ان حضرات کو برائی سے یاد نہ کرے بلکہ ان کی خوبیاں اور فضائل بیان کیا کرے اور عیب کی باتوں سے سکوت کرے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”جب میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر (یعنی بُرا ذکر) ہو تو سکوت کیا کرو۔“

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ”جو شخص صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں میری رعایت کرے گا میں قیامت کے دن اس کا محافظ ہوں گا۔“ ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ ”جو میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں میری رعایت رکھے گا، وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچ سکے گا اور جو اُن کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا، وہ میرے پاس حوضِ کوثر تک نہیں پہنچ سکے گا اور مجھے دور ہی سے دیکھے گا۔“

اللہ جل شانہ اپنے لطف و کرم اور فضل سے اپنی گرفت سے اور اپنے محبوب کے عتاب سے مجھ کو اور میرے دوستوں کو، میرے محسنوں کو اور سب مومنین کو محفوظ رکھے اور ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

:❄:❄:❄:❄:❄:

Marfat.com

# حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمام تر حمد وثنا اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ ابتدا اللہ رب العزت کے نام سے جو حفاظت چاہنے والوں کا کلمہ کلام اور پناہ ڈھونڈنے والوں کا ورد زبان ہے۔ ہم اُس کی حمد کرتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ وہ اس حمد کو تمام حمد کرنے والوں کی حمد پر فوقیت دے۔

بارِ الٰہا! تُو ایک اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں اور بغیر کسی کے مالک بنائے تو مالک وفرماں روا ہے، تیرے حکم کے آگے کوئی روک کھڑی نہیں کی جاسکتی اور نہ تیری سلطنت وفرماں روائی سے ٹکر لی جاسکتی ہے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں میں ایسا شکر ڈال دے جس سے تو اپنی خوشنودی کی آخری حد تک ہمیں پہنچا دے اور اپنی نظر عنایت سے اطاعت، عبادت کی پابندی اور ثواب کا استحقاق حاصل کرنے میں ہماری مدد فرما اور جب تک ہمیں زندہ رکھے، گناہوں سے باز رکھنے میں ہم پر رحم کرے اور جب تک ہمیں باقی رکھے اُن چیزوں کی توفیق دے جو ہمارے لیے سود مند ہوں اور اپنی کتاب کے ذریعے ہمارا سینہ کھول دے، اور اس کی تلاوت کے وسیلے سے ہمارے گناہ چھانٹ دے اور جان وایمان کی سلامتی عطا فرما اور جس طرح ہماری گزشتہ زندگی میں احسانات کیے ہیں اسی طرح بقیہ زندگی میں ہم پر اپنے احسانات کی تکمیل فرما۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ

Marfat.com

رحم کرنے والے ہمارے رب! تو اپنے عبدِ خاص اور حضرت محمد ﷺ پر اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما، درود وسلام ہو آقا سرور کائنات ﷺ پر۔

اسلام کے دین کے ستونوں میں آخری ستون حج ہے جو ہماری عبادت کا ایک اہم رکن ہے اور ہمارا آج کا موضوع بھی حج ہے۔ حج کے معنی عربی زبان میں زیارت کرنے کے ہیں اور لغوی معنی مقررہ وقت پر بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا ہے۔ حج میں چونکہ تمام دنیا سے لوگ کعبے کی زیارت کا قصد کرتے ہیں، اس لیے اس کا نام حج رکھا گیا ہے۔

حج کی ابتدا سمجھنے کے لیے ہمیں اس کے پس منظر میں جانا پڑے گا تا کہ ہم بہ خوبی یہ جان سکیں کہ اس کی ابتدا کیسے ہوئی۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

تمام مسلمان، عیسائی، یہودی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ تینوں اُن ہی کی اولاد ہیں چار ہزار برس سے زیادہ مدت گزری جب وہ عراق کی سرزمین پر پیدا ہوئے، اس وقت ساری دنیا گمراہی کا شکار تھی اور سب اپنے اصل مالک اللہ رب العزت کو بھولے ہوئے تھے۔ ایسے ہی بُت پرستوں کے گھرانے میں حضرت ابراہیم علیہ اسلام پیدا ہوئے، لیکن پروردگار نے اُن کو الگ ہی خمیر سے پیدا کیا تھا۔ انہوں نے ہوش سنبھالتے ہی یہ سوچنا شروع کر دیا کہ یہ انسان کے بنائے ہوئے بت کسی طور پر خدا نہیں ہو سکتے۔ یقیناً ''خدا'' بے حد عظیم ہے۔ سورج، چاند اور ستارے سب اُس کے غلام ہیں۔ وہ آسمان اور زمینوں کا رب ہے۔ یقیناً میرا رب تو وہی ہو سکتا ہے جس نے

Marfat.com

سب کو پیدا کیا۔ جس کے سب محتاج ہیں اور جس کے اختیار میں سب کی موت وزیست ہے تو پھر انہوں نے یہ قطعی فیصلہ کرلیا کہ جن پتھروں کے معبودوں کو میری قوم پوجتی ہے اُن کو میں ہرگز ہرگز نہ پوجوں گا اور پھر انہوں نے اس کا اعلان بھی کر دیا۔

''جن کو تم خدائی میں شریک ٹھہراتے ہو اُن سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔''

(سورۃ الانعام:78)

''میں نے سب سے منہ موڑ کر اس ذات کو عبادت اور بندگی کے لیے خاص کرلیا ہے جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور میں ہرگز شرک کرنے والا نہیں ہوں۔''

(سورۃ الانعام:79)

اس کے بعد آپ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، والدین، پوری قوم سب آپ کے پیچھے پڑ گئے یہاں تک کہ بادشاہ کے سامنے آپ کا مقدمہ پیش ہوا، آخر شاہی دربار میں فیصلہ ہوا کہ ان کو زندہ جلا دیا جائے۔ وہ شخص جو اپنے اللہ پر ایمان لا چکا تھا اس کی محبت میں یہ سزا بھی بھگتنے کو تیار ہو گیا، مگر اللہ رب العزت نے اپنے اس شخص کو اپنی قدرت سے جلنے سے بچا لیا تو پھر وہ اپنا گھر بار، اپنی قوم اور اپنا وطن چھوڑ کر صرف اپنی بیوی اور بھتیجے کو لے کر نکل کھڑے ہوئے، وطن سے نکل کر آپ شام، فلسطین، مصر اور دوسرے عرب ملکوں میں پھرتے رہے۔ آپ کے ذہن میں صرف یہی فکر تھی کہ لوگوں کو ہر ایک کی بندگی سے نکال کر صرف ایک خدا کا بندہ بنائیں۔

جب آپ کی عمر 86 برس ہوگئی تو اولاد سے مایوسی ہو چکی تھی تب اللہ تعالیٰ نے اُن کو اولاد سے نوازا۔ آپ نے اپنی اولاد کے لیے بھی یہی چاہا کہ اپنے کام کو جاری رکھنے کے لیے اُسے تیار کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی، ایک کامل انسان

Marfat.com

کی زندگی ایک سچے اور اصل مسلمان کی زندگی تھی۔ ابتدائے جوانی ہوش سنبھالنے کے بعد ہی جب اُنھوں نے اپنے خدا کو پہچانا اور پالیا تو خدا نے اُن سے کہا تھا (اسلام لے آ، اپنے آپ کو میرے سپرد کر دے، میرا ہو کر رہ) اور انہوں نے جواب میں قول دے دیا تھا ''اسلمت رب العالمین'' میں نے اسلام قبول کیا، رب العالمین کا ہو گیا میں نے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا۔'' (سورۃ البقرہ:131)

اس قول و قرار کو انہوں نے پوری زندگی نبھا کر دکھایا، اپنے رب کی خاطر صدیوں کے آبائی مذہب اور اُس کی رسموں اور عقیدوں کو چھوڑا، دنیا کے سارے فائدوں کو چھوڑا۔ اپنی جان کو آگ کے خطرے میں ڈالا۔ جلاوطنی کی مصیبتیں سہیں، ملک ملک کی خاک چھانی اور اپنی زندگی کا ہر لمحہ اپنے رب العالمین کی اطاعت اور اُس کے دین کی تبلیغ میں صرف کر دیا اور جب بڑھاپے میں اولاد نصیب ہوئی تو اُس کے لیے بھی یہی دین اور یہی کام پسند کیا۔ مگر اِن آزمائشوں کے بعد ایک اور آزمائش رہ گئی تھی جس کے بغیر یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے اللہ رب العزت سے محبت ہے اور وہ آزمائش یہ تھی کہ اس بڑھاپے میں پوری مایوسی کے بعد اُنہیں اولاد نصیب ہوئی تھی۔ اب کیا وہ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے رب العالمین کی خاطر قربان کر سکتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ یہ آزمائش بھی کی گئی اور آپ اپنے رب کی محبت میں اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ تب یہ فیصلہ فرمادیا گیا کہ ہاں اب تم نے اپنے مسلم ہونے کے دعوے کو بالکل سچا کر دکھایا، اب تم اس کے اہل ہو کہ تمہیں ساری دنیا کا امام بنایا جائے۔ اس بات کو قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے ''اور جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے

Marfat.com

رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ اُن میں پورا اُتر گیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا۔"

عرض کرنے لگے اور میری اولاد کو؟ فرمایا" میرا وعدہ ظالموں سے نہیں۔"(سورۃ البقرہ:124)

:❋:❋:❋:❋:❋:

تاریخ کعبہ کے سلسلے میں مختلف روایات ہیں۔

کعبے کو سب سے پہلے فرشتوں نے تعمیر کیا، اُس کے بعد حضرت آدم عیہ السلام نے تعمیر کیا، اُن کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ از سرِ نو اس کو تعمیر کیا۔ قرآن پاک میں اس کا ذکر ہے۔

"اور یاد کرو ابراہیم اور اسماعیل جب اس گھر کی دیواریں اُٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے، اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے"(سورۃ البقرہ:127)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں کعبے کے ابتدادئی آثار تو مٹ چکے تھے، مگر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ مقام بتا دیا تھا جہاں تعمیر ہوئی تھی۔

ہزاروں سال کے حوادث نے اس کو بے نشان کر دیا تھا البتہ اب بھی وہ ایک ٹیلہ یا اُبھری ہوئی زمین کی شکل میں موجود تھا۔ انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے اس کو کھودنا شروع کیا تو سابقہ تعمیر کی بنیادیں نظر آنے لگیں اُن ہی بنیادوں پر از سرِ نو بیت اللہ کی تعمیر کی گئی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

Marfat.com

''یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام ورکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو اور لوگوں کو حج کے لیئے اذنِ عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور دُبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں۔'' (سورۃ الحج 26:27)

حضرت ابراہیم علیہ السلام جدّ الانبیا تھے حضور اکرم ﷺ کو بھی آپ ہی کی ملت کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام دین اسلام کے داعی تھے۔ قرآن پاک میں ایک جگہ اور ارشاد ہے ''اور یہ کہ ہم نے اس گھر (کعبے) کو لوگوں کے لیے مرکز اور امن کی جگہ قرار دیا تھا اور لوگوں کو حکم دیا تھا کہ ابراہیم علیہ اسلام جہاں عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اس مقام کو مستقل جائے نماز بنالو (یعنی حرم پاک کو) اور ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو تاکید کی تھی کہ میرے اس گھر کو طواف اور اعتکاف اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔'' (سورۃ البقرہ:125)

:❋:❋:❋:❋:❋:

حج اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے، یہ زندگی کی عبادت ہے۔ اس عبادت سے اسلام کی تکمیل ہوتی ہے اور دین کامل ہوتا ہے، اس عبادت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''آج کے دن تمہارے لیے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین
(بننے کے لیے) پسند کر لیا۔''

آنحضرت ﷺ نے باوجود استطاعت کے حج نہ کرنے والوں کے حق

Marfat.com

میں ارشاد فرمایا۔ ''جو شخص حج کے لیے زادراہ اور سواری رکھتا ہو، جس سے بیت اللہ تک پہنچ سکے اور پھر بھی حج نہ کرے تو اس کا اس حالت میں مرنا یہودی یا عیسائی ہو کر مرنا برابر ہے۔''

یہ عبادت کتنی عظیم ہے کہ یہ نہ ہوتو دین کامل نہیں ہوتا اس عبادت سے اعراض کرنے والا گم راہی میں یہود یو نصاریٰ کے برابر ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کو حج بیت اللہ کے لیے بلائیں تو انہوں نے اعلان کیا ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ایک گھر بنایا ہے تم اس کا حج کرو'' ابراہیم علیہ السلام کا یہ اعلان بنی نوع انسان کے اُن تمام افراد نے سُنا، جنہیں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہو چکی ہے یا قیامت تک حاصل ہوگی۔

دنیا میں سب سے پہلے جس نبی کو اسلام کی عالم گیر دعوت پھیلانے پر مامور کیا گیا تھا مکہ اس مشن کا صدر مقام تھا۔ کعبہ وہ مرکز تھا جہاں سے یہ تبلیغ دنیا کے مختلف گوشوں میں پہنچائی جاتی تھی اور حج کا طریقہ اس لیے مقرر کیا گیا تھا کہ جو لوگ خدائے واحد کی بندگی کا اقرار کریں اور اُس کی اطاعت میں داخل ہوں خواہ کسی قوم اور کسی ملک سے تعلق رکھتے ہوں، یہ سب اس ایک مرکز سے وابستہ ہو جائیں اور ہر سال یہاں جمع ہو کر اس گرد طواف کریں۔

:❄:❄:❄:❄:❄:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا گیا ہے کہ مکانات تو اس سے پہلے بھی تھے، لیکن عبادت کے لیے سب سے پہلے یہی مکان موضوع ہوا۔ متعدد صحابہ کرام سے

Marfat.com

نقل کیا گیا ہے کہ تمام زمین کے پیدا ہونے سے پہلے یہ جگہ پانی پر بُلبلے کی طرح تھی پھر اُس کو پھیلا کر ساری زمین اسی سے بنائی گئی جیسا کہ آٹے کے پیڑے سے پھیلا کر روٹی بنائی جاتی ہے۔ دو وجہ سے یہ مقام امن ہے کہ ایک آخرت کی وجہ سے کہ اس میں نماز و حج وغیرہ کرنے سے جہنم کے عذاب سے امن ہو جاتا ہے اور دوسرے جو شخص باہر کسی کو قتل کر کے اس میں داخل ہو جائے تو اس کو بدلے میں وہاں قتل نہ کیا جائے گا۔

حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے وفد اور اُس کے مہمان ہیں اگر وہ اُس سے مانگتے ہیں تو وہ اُنہیں عطا کرتا ہے اُس سے مغفرت چاہتے ہیں تو اُن کی مغفرت کرتا ہے اگر دعا مانگتے ہیں تو اُن کی دعا قبول فرماتا ہے اور اگر سفارش کرتے ہیں تو ان کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔

ایک اور روایت میں جو اہلِ بیت رسول اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ''لوگوں میں بڑا گناہ گار وہ ہے جو عرفہ کے دن وقوف کرے اور خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی مغفرت نہیں کی۔''

ایک جماعت سعدون خولانی کے پاس آئی اور اُن سے یہ قصہ بیان کیا'' قبیلہ کنامہ کے لوگوں نے ایک آدمی کو قتل کیا اور اس کو آگ میں جلانا چاہا، رات بھر اُس پر آگ جلاتے رہے، مگر آگ نے اُس پر ذرا بھی اثر نہیں کیا بدن ویسے ہی سفید رہا۔'' سعدون نے فرمایا ''شاید اُس شہید نے تین حج کیے ہوں گے۔'' لوگوں نے کہا ''جی ہاں! انہوں نے تین کیے تھے'' سعدون نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس شخص نے ایک حج کیا اُس نے اپنا فریضہ ادا کیا اور جس نے دوسرا حج کیا اُس نے اللہ کو قرض دیا جو تین حج کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اُس کی کھال کو اُس کے بال کو آگ پر حرام کر دیتے

Marfat.com

ہیں۔"

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔ "غزوۂ بدر کا دن تو مستثنیٰ ہے اُس کو چھوڑ کر کوئی دن عرفہ کے دن کے علاوہ ایسا نہیں جس میں شیطان بہت ذلیل ہو رہا ہو، بہت راندہ پھر رہا ہو بہت حقیر ہو رہا ہو، بہت زیادہ غصے میں بھر رہا ہو اور یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ عرفہ کے دن میں اللہ کی رحمتوں کا کثرت سے نازل ہونا بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کا معاف ہونا دیکھتا ہے۔

شیطان کو اُس دن میں جتنا بھی غصہ ہو، جتنا بھی اُس پر رنج و ملال کا اثر ہو، جتنا بھی وہ پریشان حال ہو کیوں کہ اُس کی عمر بھر کی کمائی یعنی اُس کی محنت کی بڑی مشقتوں اور محنتوں سے اُس نے لوگوں سے گناہ کرائے، وہ آج ایک رحمت کے جھونکے میں سب صاف ہو گئے۔ اُس پر جتنا بھی غصہ اور رنج ہو وہ ظاہر ہے۔

:❄:❄:❄:❄:❄:

صوفیا میں سے ایک صاحب کشف بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کو عرفہ کے دن شیطان نظر آیا کہ بہت ہی کم زور ہو رہا ہے، چہرہ زرد پڑا ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں کمر سے سیدھا کھڑا ہوا نہیں جا رہا۔ اُن بزرگ نے اُس سے دریافت کیا "تو رو کیوں رہا ہے؟"

اُس نے کہا، "مجھے یہ چیز رُلا رہی ہے کہ حاجی لوگ (کسی دنیاوی غرض) تجارت وغیرہ کے اُس کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، مجھے یہ ڈر اور رنج ہے کہ وہ پاک ذات ان لوگوں کو نامراد نہیں رکھے گی اس غم میں رو رہا ہوں۔"

انہوں نے پھر پوچھا، "تو اس قدر دُبلا کیوں ہو گیا؟"

Marfat.com

اُس نے کہا، ''گھوڑوں کی آواز سے جو ہر وقت اللہ کے راستے میں (حج، عمرہ جہاد وغیرہ) پھرتے رہتے ہیں کاش یہ سواریاں میرے راستے (لہو ولعب، بدکاری، حرام کمائی وغیرہ) میں پھرتیں تو مجھے کیسی اچھی لگتیں۔'' پھر بزرگ نے پوچھا ''تیرا رنگ اس قدر زرد کیوں ہو راہ ہے؟'' اُس نے کہا، ''لوگ ایک دوسرے کو نیکیوں پر آمادہ کرتے ہیں، اس کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اگر یہ آپس کی امداد واعانت گناہوں کے کرنے میں ہوتی تو میرے لیے کس قدر مسرت کا سبب ہوتی۔''

انہوں نے پوچھا، ''تیری کمر کیوں جھک گئی؟'' اُس نے کہا کہ ''بندہ ہر وقت یہ کہتا ہے کہ یا اللہ خاتمہ بالخیر عطا کر، ایسا شخص جس کو اپنے خاتمے کی ہر وقت فکر ہو، وہ کب اپنے کسی نیک عمل پر گھمنڈ کرے گا۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

شہر بغداد جو اپنے وقت میں دنیا کا متمدن اور سب سے بڑا علمی اور تہذیبی مرکز تھا۔ اس شہر کے ایک گوشے میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ بندگان خدا کے دلوں کی کثافتوں کو دھونے کے مشکل ترین کام میں مصروف تھے۔ ایک دن ایک شخص آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حسبِ معمول مہمان کی تواضع کی، پھر پوچھا، ''میرے بھائی! تم کہاں سے آ رہے ہو؟'' اُس شخص نے جواب دیا، ''میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تا کہ شیخ کی روحانی برکات سے فیض یاب ہو سکوں۔''

''جو شخص اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو چکا ہو، اُسے ایک انسان کے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے؟ جو ذات اقدس اپنے ایک ایک بندے کی کفیل ہو اُس نے تمہیں

Marfat.com

بھی محروم نہیں رکھا ہوگا۔" حضرت جنید بغدادیؒ نے اُس شخص کو ٹوکتے ہوئے کہا۔

اُس شخص نے آپ کی بات سنی، مگر اپنی ضد پر قائم رہا۔ "شیخ مجھے آپ کا فیضِ محبت درکار ہے میں بڑی توقعات لے کر حاضر ہوا ہوں، برائے خدا مجھے مایوس نہ کریں۔"

تب حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے کچھ دیر کے لیے سکوت اختیار کیا، پھر اُس شخص سے آپ رحمتہ اللہ علیہ مخاطب ہوئے۔ "تم حج کے لیے گھر سے نکلے ہو تو کیا تم نے گناہوں سے بھی اجتناب کیا ہے؟" اُس شخص نے نفی میں جواب دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، "اس کا مطلب ہے کہ تم سفر میں نہیں تھے" پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا "سفر کے دوران جب تم رات گزارنے کے لیے کسی سرائے میں ٹھہرے تو کیا تم نے کوئی مقام قرب طے کیا؟" اُس شخص نے بڑی حیرت سے آپؒ کو دیکھا اور نفی میں اپنے سر کو جنبش دی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تاسف آمیز لہجے میں کہا "اس کا مطلب ہے کہ تم نے منزل بہ منزل سفر طے نہیں کیا۔" پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا، "تم نے جب احرام باندھا تو اپنے سابقہ لباس کے ساتھ ساتھ انسانی کمزوریوں مثلاً خود بینی، بغض، حسد اور حرص و طمع کو بھی اپنے آپ سے دور کیا یا نہیں؟" آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سوالات سن کر اُس شخص کی حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

"نہیں! میں اپنی کسی ایسی کمزوری پر قابو نہیں پا سکا۔" تب حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا، "پھر تو تم نے احرام ہی نہیں باندھا۔" پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مزید سوال کیا "جب تم نے عرفات کے میدان میں وقوف کیا تو مراقبہ ذات باری کیا؟" تو اس شخص نے انکار میں جواب دیا، تب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا، "پھر تو

Marfat.com

تم نے وقوف ہی نہیں کیا۔" اس طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اُس شخص سے مسلسل سوالات کیے۔

"جب تم مزدلفہ پہنچے تو تمام نفسانی خواہشات سے قطع تعلق کیا؟

جب تم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا تو جمال ذات باری کا مشاہدہ کیا؟

جب تم نے صفاومروہ کے درمیان سعی کی تو مقام صفاومروہ حاصل کیا یا نہیں؟

پھر جب تم منیٰ میں آئے تو تم نے اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کیا؟

پھر جب تم نے رمی جمار کی تو اپنی حیوانی حسرتوں اور آرزوؤں کو بھی دل سے نکال کر دور پھینکا یا نہیں؟"

وہ شخص ہر سوال کا جواب نفی میں دیتا رہا، تب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بغیر کسی تکلف کے کہا، "میرے بھائی! تم نے سرے سے حج کیا ہی نہیں، واپس جاؤ اور دوبارہ اسی طرح حج کرو جیسے میں نے تمہیں بتایا ہے تا کہ تم مقام ابراہیمی تک پہنچنے کی سعادت حاصل کرسکو۔"

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے "میں حضرت اقدس ﷺ کی خدمت میں منیٰ کی مسجد میں حاضر تھا کہ دو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد عرض کیا کہ حضور اکرم ﷺ ہم کچھ دریافت کرنے آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا دل چاہے تو دریافت کرلو اور تم کہو تو میں بتاؤں کہ تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟" انہوں نے عرض کیا کہ آپ ہی ارشاد فرمادیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "تم حج کے متعلق دریافت کرنے آئے ہو

Marfat.com

کہ حج کے ارادے سے گھر سے نکلنے کا کیا ثواب ہے؟ اور طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے کا کیا فائدہ ہے۔ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کا کیا ثواب ہے اور عرفات پر ٹھہرنے، شیطانوں کو کنکریاں مارنے، قربانی کرنے کا اور طواف زیارت کرنیکا کیا ثواب ہے؟" انہوں نے عرض کیا،" اُس پاک ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے یہی سوالات ہمارے ذہن میں تھے۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا،" حج کا ارادہ کر کے گھر سے نکلنے کے بعد تمہاری (سواری) اونٹنی جو ایک قدم رکھتی ہے یا اُٹھاتی ہے وہ تمہارے اعمال میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور طواف کے بعد دو رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا ایک عربی غلام کو آزاد کیا ہو اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کا ثواب ستر غلاموں کو آزاد کرانے کے برابر ہے اور عرفات کے میدان میں جب لوگ جمع ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ دنیا کے آسمان پر اُتر کر فرشتوں سے فخر کے طور پر فرماتا ہے کہ میرے بندے دور دور سے پراگندہ بال آئے ہوئے ہیں میری رحمت کے امیدوار ہیں، اگر تم لوگوں کے گناہ ریت کے ذرّوں کے برابر ہوں یا بارش کے قطروں کے برابر ہوں یا سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں تب بھی میں نے معاف کر دیے۔

میرے بندو! جاؤ بخشے بخشائے چلے جاؤ، تمہارے بھی گناہ معاف ہیں اور جن کی تم سفارش کرو اُن کے بھی گناہ معاف ہیں۔" اُس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" شیطانوں کے کنکریاں مارنے کا یہ حال ہے کہ ہر کنکری کے بدلے ایک بڑا گناہ جو ہلاک کر دینے والا ہو معاف ہوتا ہے اور قربانی کا بدلہ اللہ کے یہاں تمہارے لیے ذخیرہ ہے اور احرام کھولنے کے وقت سر منڈوانے میں ہر بال کے بدلنے میں ایک نیکی

Marfat.com

ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ اُس کے بعد جب آدمی طواف زیارت کرتا ہے تو ایسے حال میں طواف کرتا ہے کہ اُس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا اور ایک فرشتہ مونڈھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ آئندہ از سرِ نو اعمال کر، تیرے پچھلے سب گناہ تو معاف ہو چکے۔"

:❋:❋:❋:❋:❋:

یہ بات سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے کہ حج وہی حج مبرور ہو جو حقیقتاً حج کہلانے کا مستحق ہے مشائخ نے لکھا ہے "لبیک" اس ندا کا جواب ہے جو اللہ جل شانہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ اس لیے جیسا کہ حاکم کی پکار پر دربار کی حاضری میں امید و خوف کی حالت ہوتی ہے ایسا ہی حال ہونا چاہیے اُس سے ڈرتے رہنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ کہیں اپنی بداعمالیوں سے حاضری ہی قبول نہ ہو۔"

حضرت علی زین العابدین رحمتہ اللہ علیہ نے جب حج کے لیے احرام باندھا تو چہرہ زرد ہو گیا اور بدن پر کپکپی آ گئی اور لبیک نہ کہہ سکے۔ کسی نے عرض کیا،" تو فرمایا "مجھے ڈر ہے کہ کہیں اُس کے جواب میں لا لبیک نہ کہا جائے یعنی تیری حاضری معتبر نہیں۔" اُس کے بعد بڑی مشکل سے لبیک کہا تو غشی آ گئی اور اونٹنی پر سے گر گئے، اُس کے بعد جب لبیک کہتے یہی حال ہوتا، سارا حج اسی طرح پورا کیا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک بزرگ مکہ مکرمہ میں ستر برس رہے اور برابر حج و عمرہ کرتے رہے، لیکن جب وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھتے اور لبیک کہتے تو جواب لا لبیک ملتا، ایک مرتبہ ایک نوجوان نے بھی اُن کیساتھ احرام باندھا، جب اُن بزرگ کو جواب لا لبیک کا ملا تو اُس

Marfat.com

نوجوان نے بھی یہ سنا، تب وہ نوجوان بولا ''چچا جان! آپ کو تو لا لبیک کہا ہے۔'' تو بزرگ بولے ''بیٹا تم نے بھی یہ سنا؟'' اُس نے کہا ''ہاں میں نے بھی سنا۔'' تب شیخ روئے اور کہنے لگے ''بیٹا! میں ستر برس سے یہی جواب سن رہا ہوں۔'' تو جوان نے کہا ''تو پھر آپ ہمیشہ اتنی مشقت کیوں اُٹھاتے ہیں؟''

شیخ نے کہا ''بیٹا! اُس کے سوا اور کون سا دروازہ ہے جس کو پکڑوں اور اُس کے سوا کون ہے میرا۔ جس کے پاس جاؤں؟ میرا کام تو کوشش کرنا ہے وہ چاہے تو رد کرے یا قبول کرے کیوں کہ بیٹا یہ غلام کو زیب نہیں کہ وہ اتنی سی بات کی وجہ سے آقا کے در کو چھوڑ دے۔'' یہ کہہ کر شیخ رو پڑے حتیٰ کہ آنسو سینے تک بہنے لگے۔ اُس کے بعد لبیک کہی، نوجوان نے سُنا کہ جواب میں کہا گیا ''ہم نے تیری پکار کو قبول کر لیا۔''

اور ہم ایسا ہی کرتے ہیں ہر ایک شخص کے ساتھ جو ہمارے ساتھ حُسن ظن رکھے بہ خلاف اس کے جو اپنی خواہشات کا اتباع کرے اور ہم پر امیدیں باندھے۔''

جوان نے جب یہ جواب سنا تو بولا، ''چچا جان! آپ نے بھی یہ جواب سنا؟''

''ہاں میں نے بھی سن لیا۔'' یہ کہہ کر شیخ اس قدر روئے کے چیخیں نکل گئیں۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک حدیث میں ہے کہ لگاتار حج وعمرہ، فقر اور گناہوں کو ایسا دور کرتا ہے جیسا کہ آگ کی بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے۔ ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا، ''کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا، ''ہاں ایسا جہاد، جس میں قتال نہیں اور وہ حج و عمرہ ہے۔''

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''بوڑھے اور ضعیف لوگوں کا اور عورتوں کا جہاد حج ہے۔''

ایک حدیث میں ارشاد ہے ''فرض حج میں جلدی کرو نا معلوم کیا بات پیش آجائے یا کوئی اور ضرورت درمیان میں لاحق ہو جائے۔''

ایک اور حدیث ہے ''حج نکاح سے مقدم ہے۔''

حدیث شریف ہے ''جس کو حج کرنا ہے جلدی کرنا چاہیے، کبھی آدمی بیمار ہو جاتا ہے کبھی سواری کا انتظام نہیں رہتا کبھی اور کوئی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے۔''

ان احادیث کی بنا پر آئمہ میں سے ایک بڑی جماعت کا مذہب یہ ہے ''جب کسی شخص پر حج فرض ہو جائے تو اُس کو فوراً ادا کرنا واجب ہے تاخیر کرنے سے گناہ گار ہوتا ہے۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

خانہ کعبہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے، مگر اس بات کا بھی خیال رہے کہ ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہ کے برابر ہے اس لیے ہمیں وہاں بے حد احتیاط کرنا چاہیے۔

حضرت موسیٰ بن محمد رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں، ''ایک مرتبہ ایک عجمی شخص طواف کر رہا تھا نیک دین دار آدمی تھا۔ طواف کرتے ہوئے ایک خوبصورت عورت کی پازیب کی آواز جو طواف کر رہی تھی، اس کے کان میں پڑی، یہ شخص اُس عورت کو گھورنے لگا، رکن ایمانی سے ایک ہاتھ نکلا اور اس زور سے اُس کے تھپڑ مارا کہ آنکھ نکل گئی اور بیت اللہ شریف کی دیوار سے ایک آواز آئی، ''ہمارے گھر کا طواف کرتا ہے اور

Marfat.com

ہمارے غیر کو دیکھتا ہے۔ یہ تھپڑ اُس نظر کے بدلے ہے اور اگر آئندہ کوئی اور حرکت کرے گا تو ہم بھی زیادہ بدلہ دیں گے۔'' تو یہ سفر جس کا نام حج ہے اس کا معاملہ سب سفروں سے مختلف ہے کیوں کہ یہ سفر اپنی کسی غرض کے لیے نہیں یا اپنے نفس کی خواہش کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف اللہ کے لیے ہے تو اس سفر پر اللہ کا خوف اور اللہ کی محبت دونوں ہونا ضروری ہے۔ 8 ذی الحج سے 12 ذی الحج کے دن حج کے دن کہلاتے ہیں، یہی دن سارے سفر کے حاصل ہیں۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر خانہ کعبہ کے دیدار سے مشرف ہو کر حج کے مبارک فریضہ سے سبک دوش ہونے کے بعد زندگی کی سب سے بڑی عظیم الشان سعادت سرور کائنات ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ کی روانگی ہے۔ اس مبارک دربار رسالت ﷺ کی حاضری کی برکتوں اور فضیلتوں کا کیا کہنا۔ اس مقام مقدس پر اگر ہم سر کے بل بھی جائیں تو بھی گناہ گار غلام اپنے اشتیاق کو کم نہیں کر سکتے۔ ان جگہوں میں اولیائے کرام نے مدتوں تک جوتے نہیں پہنے۔

ملا علی قاری جو مشہور عالم فقیہ محدث ہیں، انہوں نے لکھا ہے۔ ''چند حضرات کے علاوہ جن کا خلاف کچھ معتبر نہیں بالا تفاق تمام مسلمانوں کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کی زیارت اہم ترین نیکیوں میں سے ایک ہے اور افضل ترین عبادات میں ہے، اور اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے لیے کامیاب ذریعہ اور پر اُمید وسیلہ ہے، اس کا درجہ واجبات کے قریب ہے۔

نبی کریم ﷺ کے جتنے احسانات امت پر ہیں اور جو توقعات موت کے بعد

Marfat.com

آپ سے وابستہ ہیں اُن کے لحاظ سے وسعت اور طاقت کے بعد حاضری نہ نصیب ہو تو بے حد محرومی ہے۔" امام نووی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مناسک میں لکھتے ہیں۔"جب حج سے فارغ ہو جائے تو چاہیے کہ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا ارادہ کرے کہ حضور کی قبر کی زیارت اہم ترین قربات میں سے اور کامیاب مساعی سے ہے۔"

حضور اقدس ﷺ کی قبر شریف کی زیارت مستحب ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس کا یہ ارشاد نقل کیا ہے،"جو شخص حج کرے پھر میری قبر کی زیارت کرے، اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی۔"

ایک اور حدیث میں ہے،"جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔" حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے،"جو میری زیارت کو آئے اور اس کے سوا کوئی اور نیت اُس کی نہ ہو تو مجھے حق ہو گیا کہ اُس کی شفاعت کروں۔"

تو حضور اکرم ﷺ اور اُن کے دونوں ساتھیوں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروقؓ کی قبر کی زیارت مسنون ہے۔ علامہ شامیؒ نے ملا جامیؒ سے نقل کیا ہے،"انہوں نے ایک مرتبہ محض زیارت کی نیت سے سفر کیا، محبت کی بات تو یہی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔" جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو ایسا ہے گویا میری زندگی میں زیارت کی۔" (اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ صحابی ہو گیا)۔

Marfat.com

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔''

کتنی سخت وعید ہے اور بالکل ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے جو احسانات اُمت پر ہیں، اُن کے لحاظ سے وسعت کے باوجود حاضر نہ ہونا سراسر ظلم و جفا ہے۔

جب حج سے فارغ ہو جائے تو اپنے دل پر رنج و غم اور خوف طاری کرے اور یہ سوچتا رہے کہ معلوم نہیں کہ میرا حج قبول ہوا یا نہیں؟ مجھے مقبولین کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے یا اُن لوگوں کے زمرے میں جنہیں ٹھکرا دیا گیا اور جو غضبِ الٰہی کے مستحق ہیں؟

اب اپنے دل پر نظر ڈالے اگر اُس کا دل دنیا سے کنارا کش ہو گیا ہے اور عبادت میں اُسے زیادہ لطف محسوس ہونے لگا ہے تو یہ سمجھے کہ اُس کی محنت بار آور ہوئی اور حج قبول کر لیا گیا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کا حج قبول کرتا ہے جس سے وہ رب محبت رکھتا ہے اور اُس کے دل میں اپنی محبت ڈال دیتا ہے اور شیطان کو اُس پر غالب نہیں ہونے دیتا، لیکن اگر معاملہ اس کے برخلاف ہو یعنی دِل میں دنیا کی محبت بڑھ گئی ہو، عبادت کی رغبت کم ہو گئی ہو تو یہ سمجھے کہ اُس کا حج ٹھکرا دیا گیا ہے اور وہ تمام محنت جو اس راہ میں اُس نے کی ہے ضائع ہو گئی ہے اور پریشانی اور مشقت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں لگا.... نعوذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ من ذلک۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

رسول خدا ﷺ کی صحبت بہت بڑی چیز ہے اس امت میں صحابہ کرام کا رُتبہ سب سے بڑا ہے ایک لمحے کے لیے بھی جس کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت حاصل ہو گئی،

Marfat.com

بعد والوں میں اُس کے برابر نہیں ہوسکتا۔

اُن جلیل القدر ہستیوں میں سے ایک حضرت عمر فاروقؓ ہیں، آپ کا نام عمر، کنیت ابوحفص، لقب فاروق تھا۔ آپ کے والد کا نام خطاب تھا اور آپ کا تعلق قریش کی شاخ بنو عدی سے تھا۔ حضرت عمرؓ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں سرکار دوعالم ﷺ سے جاملتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سپہ گری، خطابت، پہلوانی اور دیگر علوم وفنون میں مہارت حاصل کی شہ سواری آپ کا محبوب مشغلہ تھا، ذریعہ معاش تجارت تھا چنانچہ اس سلسلے میں دور دراز کا سفر بھی کیا آپ کے خاندان میں قریش کا عہدہ سفارت تھا۔ قبائل عرب کے تعلقات میں کوئی پیچیدگی یا کوئی تنازعہ پیدا ہوجاتا تو اُن کے مابین سفارت کے فرائض آپ ہی انجام دیتے اور اپنی غیر معمولی معاملہ فہمی اور تجربہ کاری سے پیچیدگی کے اس عقدے کو حل فرماتے، شروع ہی سے آپ بلند حوصلہ، معاملہ فہم، خوددار اور غیر معمولی ذہین تھے۔

اہلِ کفر میں سے دو اشخاص ایسے تھے جو نہایت جری، بہادر اور اسلام دشمنی میں نہایت سرگرم تھے۔ ان دونوں کی یہ خصوصیات کفر کے لیے استعمال ہو رہی تھیں جو اسلام کی دعوت کے پھیلاؤ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ کا سبب بن رہی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے پروردگار سے دعا فرمائی کہ یا اللہ! دین اسلام کو عمر بن خطاب سے عزت دے آپ کی دعا قبول ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لے آئے، اُس وقت آپ کی عمر ستائیس برس تھی۔ اسلام میں آنے کے بعد آپ کا علم و اخلاق زہد وتقویٰ نہایت ہی بلند کردار کو ظاہر کرتا ہے۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کیا لائے، تاریخ اسلام کا نقشہ بدل گیا اُس وقت مسلمان اپنے ایمان کو مخفی اور نمازوں کو پوشیدہ اور چھپ کرادا کرتے تھے اب اپنے ایمان کا اظہار اعلانیہ اور برملا کرنے لگے اور چند ہی روز میں حرم کعبہ میں سب کافروں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف نظر آنے لگے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ''عمر کا اسلام لانا اسلام کی فتح تھی۔ آپ کی ہجرت نصرت تھی اور آپ کی امامت رحمت! ہم میں وہ ہمت وطاقت نہیں تھی کہ بیت اللہ میں نماز پڑھ سکیں، لیکن جب عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو آپ نے مشرکین سے اس قدر جدال وقتال کیا کہ عاجز آکر اُنہوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا اور ہم بیت اللہ میں نہایت اطمینان سے نماز پڑھنے لگے۔''

اسی طرح سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

''جب سے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تب سے اسلام کی حالت ایک ایسے اقبال مند شخص کی سی ہوگئی جس کا ہر قدم ترقی کی جانب اُٹھتا ہے اور جب آپ شہید ہوئے تو اسلام کے عروج اور ترقی میں کمی آتی گئی اور اُس کا ہر قدم پیچھے کی طرف پڑنے لگا۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

قریش کے مظالم جب حد سے بڑھ گئے تو مسلمانوں کو مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کی اجازت ملی، صحابہ کرام چوری چھپے مکہ سے مدینے کی طرف ہجرت کرنے لگے، سب نے ہجرت کی، مگر اعلانیہ نہیں! لیکن حضرت عمر فاروقؓ کی ہجرت سب سے الگ اور انوکھی تھی آپ اکیلے نہیں، بلکہ بیس آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس شان سے

Marfat.com

مدینہ کی جانب روانہ ہوئے کہ اسلحے سے لیس ہو کر مشرکین کے مجمع سے گزرتے ہوئے بیت اللہ پہنچے نہایت اطمینان سے طوفِ کعبہ کیا، نماز پڑھی پھر وہاں موجود مشرکین کو مخاطب کر کے فرمایا، ''تمہاری صورتیں بگڑیں، تمہارا ناس ہو، ہے کوئی تم میں جو اپنی ماں کو بے موت، اپنے بیٹے کو یتیم اور اپنی بیوی کو بیوہ کرانے کا ارادہ رکھتا ہو وہ آئے اور اس وادی سے اُس طرف آ کر میرا مقابلہ کرے۔'' لیکن وہاں کس میں تاب تھی کہ اسلام کے اس بطل جلیل کا مقابلہ کرتا۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ پہنچ کر رفاعہ بن عبدالمنذر کے مہمان ہوئے۔ مدینہ منورہ میں رسول ﷺ نے انصار اور مہاجرین کے مابین ایک ایسا بھائی چارہ قائم کیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلامی بھائی سیدنا عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک قرار پائے جو قبیلہ بنوسالم کے رئیس تھے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

مدینہ طیبہ کی فضا اہلِ اسلام کے لیے آزادی کی فضا تھی۔ مہاجرین کے ساتھ انصار کی تعداد کے اضافے نے مسلمانوں کی تعداد میں خاصا اضافہ کر دیا۔ اس دوران مسلمانوں کی مسجد تعمیر ہو چکی تھی، لیکن کوئی ایسا طریقہ نہ تھا جس سے نماز کا اعلان کر کے انہیں جماعت کے لیے مسجد میں بلایا جائے۔ لہٰذا غور و فکر ہونے لگا کہ اِس کا کیا انتظام کیا جائے؟ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے آگ جلا کر خبر کرنے کی تھی بعض کا خیال تھا کہ یہود و نصاریٰ کی طرح ناقوس سے کام لیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے تھی کہ ایک آدمی نماز کا اعلان

Marfat.com

کرنے کے لیے کیوں نہ مقرر کر دیا جائے۔ بارگاہِ رسالت پناہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو مقبولیت کا شرف حاصل ہوا اور اُسی وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ چنانچہ اس طرح اذان کا طریقہ کار حضرت عمر فاروقؓ کی رائے کے مطابق قائم ہوا جس سے ساری دنیا میں توحید و رسالت کا اعلان دن میں پانچ وقت گونجتا اور بلند ہوتا رہے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے جس قدر غزوات دشمنانِ اسلام کے خلاف لڑے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر موقعے پر آپ کے ساتھ رہے ایک قابلِ اعتماد ساتھی کی طرح۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں جنگ بدر میں ان کے خاوند شہید ہو گئے تھے اور آپ بیوہ ہو گئی تھیں۔ غزوہ اُحد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے اور آپ کا نکاح حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا۔ اس طرح آپ آنحضرت ﷺ کے سُسر قرار پائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و کرامات و فراست و دانائی مشہور و معروف ہیں۔ آپ فراست و صلابت کے ساتھ مخصوص ہیں اسی معنی و مراد میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ''الحق ینطق علیٰ لسان عمر'' (حق عمر کی زبان بولتا ہے) یہ بھی فرمایا کہ ''گزشتہ امتوں میں محدثین گزرے ہیں اگر میری امت میں کوئی محدث

Marfat.com

ہے تو وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلوص کو رب العزت کی بارگاہ میں وہ درجہ اور وقعت حاصل تھی کہ ان کی رائے اور اُن کی تجویز کی تائید میں نبی اکرم ﷺ پر کئی آیات قرآن مجید میں نازل ہوئیں جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔

مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنایا گیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے ہوئی کہ خانہ کعبہ کے طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت تحیۃ الطواف مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنی چاہیے۔ اس طرح اسیران جنگ بدر کے معاملے میں جب اختلاف رائے ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو رائے دی تھی اس کی تائید میں وحی نازل ہوئی۔

پہلے پردے کا رواج بے حد کم تھا، حضرت عمر فاروق رضی للہ تالیٰ عنہ کو بارہا اس بات کا خیال ہوا اور اس خیال کو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے حضور میں پیش کیا آنحضرت ﷺ اس کے لیے وحی کا انتظار فرماتے رہے چنانچہ یہ آیت حجاب نازل ہوئی۔ ''یعنی تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق مت پھرو۔'' (سورۃ الاحزاب:33)

:❁:❁:❁:❁:❁:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کے مخصوص صحابہ میں سے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں آپ کے تمام افعال مقبول ہیں حتیٰ کہ جب آپ مشرف بہ اسلام ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! آسمان والے آج عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف بہ اسلام

Marfat.com

ہونے پر بشارت وتہنیت دیتے ہیں اور وہ خوشیاں منارہے ہیں۔'' صوفیا کرام گدڑی پہنتے ہیں اور دین میں صلابت وسختی اختیار کرنے میں آپ کی پیروی کرتے ہیں اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدتوں کے تجربے سے یقین ہو گیا تھا کہ خلافت کا بارگراں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی سے اُٹھ نہیں سکتا، تاہم وفات کے قریب انہوں نے رائے کا اندازہ کرنے کے لیے اکابر صحابہ سے مشورہ کیا ۔سب سے پہلے عبدالرحمن بن عوف کو بلا کر پوچھا۔ انہوں نے کہا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قابلیت میں کیا کلام ہے لیکن مزاج میں سختی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اُن کی سختی اس لیے تھی کہ میں نرم تھا جب کام اُن ہی پر آپڑے گا تو وہ خود بہ خود نرم پڑ جائیں گے۔'' پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر پوچھا انہوں نے کہا ''میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے اور ہم لوگوں میں اُن کا جواب نہیں۔'' جب اس بات کے چرچے ہوئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتے ہیں تو بعضوں کو تردد ہوا۔ چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر کہا ''آپ کے موجود ہوتے ہوئے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ تھا، اب وہ خود خلیفہ ہوں گے تو خدا جانے کیا کریں گے؟ اب آپ خدا کے ہاں جاتے ہیں یہ سوچ لیجئے کہ خدا کو کیا جواب دیجئے گا۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''میں خدا سے کہوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر اُس شخص کو افسر مقرر کیا جو تیرے بندوں میں سب سے زیادہ اچھا تھا۔'' یہ کہہ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور عہد نامہ لکھوانا شروع کیا، جب عہد نامہ لکھا جا چکا تو حضرت ابوبکر

Marfat.com

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام کو دیا کہ مجمع عام میں سنائے، پھر خود بالا خانے پر جا کر لوگوں سے جو نیچے جمع تھے مخاطب ہوئے اور کہا ''میں نے اپنے کسی بھائی بند کو خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا، تم لوگ اس پر راضی ہو؟'' سب نے ''سمعنا واطعنا'' کہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہایت موثر اور مفید نصیحتیں کیں، جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے لیے عمدہ دستوار العمل کی جگہ کام آئیں۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت عمر فاروق رضی للہ تعالیٰ عنہ کا دورِ حکومت فتوحات کا شان دار دور ہے ان فتوحات میں جب ایران کی فتح ہوئی اُس وقت مدینے پہنچ کر مجمع عام میں فتح کی خوش خبری سنائی اور ایک نہایت اثر انگیز تقریر کی، جس کا آخر فقرہ یہ تھا۔ ''مسلمانوں! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو غلام بنانا چاہتا ہوں، میں خدا کا غلام ہوں البتہ خلافت کا بار میرے سر پر رکھا گیا ہے اگر میں اس طرح کام کروں کہ تم چین سے گھروں میں سوؤ تو میری سعادت ہے اور اگر میری خواہش ہو کہ تم میرے دروازے پر حاضری دو تو میری بدبختی ہے، میں تم کو تعلیم دینا چاہتا ہوں لیکن باتوں سے نہیں عمل سے.....''

مصر، عراق، خراسان، شام، حمص اور دوسری شاندار فتوحات آپ کے حصے میں آئیں۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد معاہدہ کی تکمیل کے لیے جب آپ وہاں پہنچے تو ان کا لباس اتنا معمولی تھا کہ مسلمانوں کو شرم آتی تھی کہ عیسائی اس لباس مین دیکھ کر کیا کہیں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''ہمیں اسلام کی دی ہوئی عزت کافی ہے۔'' اسی لباس میں آپ نے بیت المقدس قبلہ اول میں سجدۂ شکر ادا کیا پھر عیسائیوں

Marfat.com

کے گرجے کی سیر کے لیے تشریف لے گئے نماز کا وقت ہو گیا۔ عیسائیوں نے اجازت دے دی لیکن آپ نے اس احتیاط سے کہ آئندہ مسلمان اس محبت پر گرجا کو مسجد نہ بنا لیں نماز پڑھنے سے گریز کیا اور باہر نکل کر نماز پڑھی۔

:❁:❁:❁:❁:❁:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دس سالہ دورِ حکومت میں دنیا کی دو سپر پاور زیعنی ایران اور روم کی حکومتوں کی چولیں ہلا کر رکھ دیں۔ اور چھوٹے بڑے کئی ہزار شہر فتح کر کے اُن کو اسلامی مملکت میں شامل کیا۔ آپ نے ملک میں امن و امان قائم کیا، رعایا کی خوش الحالی کے انتظامات کیے۔ عدل و انصاف کو قائم کیا، مفتوحہ علاقوں سے ظلم و جور کی بیخ کنی کی۔ آپ نے ایک مجلس شوریٰ قائم کی جس میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے قابلِ قدر لوگ شامل تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے سامنے جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ ان سب کے سامنے رکھتے اور پھر کثرت رائے سے مسئلے کا فیصلہ کیا جاتا۔ احتساب کے معاملے میں بھی آپ نے سختی سے کام لیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی وقاص کے بارے میں کسی نے بتایا کہ انہوں نے کوفہ میں ایک محل تعمیر کرایا ہے جس میں ایک ڈیوڑھی بھی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو گورنر تک پہنچنے میں رکاوٹ کا اندیشہ ہے تو آپ نے اُسی وقت محمد رضی اللہ تعالیٰ بن مسلمہ کو بھیجا کہ تحقیق کریں اگر واقعی ڈیوڑھی بنی ہوئی

Marfat.com

ہے تو وہ ''قصر سعد'' نہیں بلکہ ''قصر فساد'' ہے اسی وقت ڈیوڑھی کو آگ لگا دیں، چنانچہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق ڈیوڑھی کو آگ لگا دی۔

زرعی اصلاحات، فوجی اصلاحات، عدلیہ، محاصل، بیت المال کا قیام، غرض ان تمام شعبوں میں آپ نے نمایاں کارہائے سرانجام دیے (مضمون کی طوالت کی وجہ سے ان کا ذکر نہیں کر رہی)

بیت المال کے حساب و کتاب کے لیے مختلف رجسٹر تیار کیے گئے۔ آپ نے بیت المال کے ایک ایک حبہ کی حفاظت کی اور اس کو بے محل صرف نہ ہونے دیا۔ ایک مرتبہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المال کا جائزہ لیا تو اس میں صرف ایک درہم نکلا، انہوں نے وہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک بچے کو دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے وہ درہم واپس لے کر بیت المال میں جمع کروا دیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ ''تمہیں سارے مدینے میں آل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور کوئی کمزور نظر نہیں آیا۔ تم چاہتے ہو کہ روز قیامت تمام امت مسلمہ کا ہاتھ میری گردن پر ہو۔''

ایک دفعہ آپ نے ایک نہایت فربہ اور موٹا اونٹ مدینے کی منڈی میں فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو پوچھا ''یہ کس کا اونٹ ہے؟'' بتایا گیا یہ آپ کے صاحبزادے کا ہے جن کا نام عبداللہ تھا۔ آپ نے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا ''یہ اونٹ کہاں سے آیا اور اتنا موٹا تازہ کیوں ہے؟'' انہوں نے کہا ''میں نے اسے خرید کر سرکاری چراگاہ میں بھیج دیا تھا۔ یہ وہاں چر کر موٹا ہو گیا ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''چونکہ یہ سرکاری چراگاہ میں فربہ ہوا ہے اس لیے تم اتنی ہی رقم

Marfat.com

کے مستحق ہو جتنے میں خریدا تھا۔'' اور آپ نے اس کی زائد قیمت بیت المال میں جمع کروادی۔

آپ نے بیت المال کی اس قدر حفاظت فرمائی کہ ایک عام آدمی اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

ایک مرتبہ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا۔ آپ اس کو تلاش کرنے باہر نکلے، عین اس وقت احنف بن قیس آپ سے ملنے کے لیے آئے، دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ آستین چڑھائے اِدھر اُدھر بھاگ رہے ہیں۔ سیدنا احنف کو دیکھ کر فرمایا۔ ''آؤ تم بھی میرا اس میں ساتھ دو، بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے اور تمہیں پتا ہے کہ ایک اونٹ کتنے غریبوں کا حق ہے۔'' اتنے میں ایک شخص بولا۔ ''امیر المومنین! آپ اتنی تکلیف کیوں اُٹھاتے ہیں کسی غلام کو فرمایئے وہ ڈھونڈ لائے گا۔'' آپ نے فرمایا۔ ''مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے۔''

تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کے علاوہ تعلیم القرآن کی طرف بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص توجہ فرمائی، یہی وجہ ہے کہ آپ کے دور میں کثرت سے اسلام پھیلا جس ملک میں آپ فوجیں بھیجتے تاکید کرتے تھے کہ پہلے ان لوگوں کو اسلام کی ترغیب دلائی جائے اور اسلام کے اصول و عقائد سمجھائے جائیں اور جب ان اسلامی فوجوں سے لوگوں کا ملنے کا اتفاق ہوتا تو ایک ایک مسلمان سچائی اور سادگی اور پاکیزگی جوش اور اخلاص کی تصویر نظر آتا تھا۔ یوں اسلام اُن کے دل میں گھر کر جاتا تھا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

یہ مسلم حقیقت ہے کہ اسلام کی اصل قرآن مجید ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قرآن مجید کا جمع کرنا ترتیب دینا، صحیح نسخہ لکھوا کر محفوظ کرنا۔ تمام ممالک میں اس کا رواج دینا جو کچھ ہوا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہتمام اور توجہ سے ہوا۔ آپ نے تمام ممالک میں قرآن حکیم کی تعلیم کی درس و تدریس اور تعلیم و اشاعت کے لیے مکتب قائم فرمائے اور ان میں تنخواہ دار معلم اور مدرس مقرر فرمائے یوں حافظوں کی تعداد سینکڑوں سے ہزاروں تک پہنچ گئی۔ آپ نے جس طرح قرآن حکیم کی خدمت کی اسی طرح حدیث نبویؐ کی بھی خدمت کی، آپ نے حفاظ حدیث صحابہ کو حدیث کی تعلیم کے لیے مملکت اسلامیہ کے مختلف شہروں میں بھیجا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ، سیدنا معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سیار، سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن معقل اور سیدنا عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حصین کو بصرہ اور سیدنا عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن صامت اور سیدنا ابوالدرداء کو شام روانہ فرمایا۔

آپ نے دین کی عملی خدمت کے لیے ملک میں بہ کثرت مساجد تعمیر کرائیں، مسجد حرام کی عمارت کو وسیع کیا، غلاف کعبہ نہایت عمدہ کپڑے کا چڑھایا، مسجد الحرام کے علاوہ آپ نے مسجد نبویؐ کی توسیع بھی کی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا میں عدل و انصاف کی وہ مثالیں قائم کیں کہ جن کی نظیر دنیا والوں کو نہیں مل سکی۔ آپ کے عہد میں شاہ و گدا، ادنیٰ و اعلیٰ اور مسلم و غیر مسلم سب برابر تھے۔ غیر مسلموں کا بہت خیال رکھا، کسی ذمی کا قتل کرنا تو بڑی بات ہے اگر کوئی شخص ان کی املاک کو نقصان پہنچاتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا معاوضہ دلاتے، ایک دفعہ آپ نے ایک عیسائی بوڑھے کو بھیک مانگتے دیکھا۔

Marfat.com

پوچھا "کیوں بھیک مانگتا ہے؟" اُس نے کہا "حکومت نے مجھ کو جزیہ لگایا ہے اس کو ادا کرنے کے لیے میرے پاس رقم نہیں۔" آپ اسے اپنے گھر لے گئے اور اُسے کچھ رقم دے کر بیت المال کے انچارج کو کہلا بھیجا کہ "ایسے لوگوں کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے، بخدا! یہ بات انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے کہ ان لوگوں کی جوانی کی طاقت سے تو ہم لوگ فائدہ اُٹھائیں اور بڑھاپے میں اُن کو نکال دیں تا کہ یہ بھیک مانگتے پھریں۔"

رعایا کی خبر گیری کا بہت اہتمام فرماتے اور اُن کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھتے، آپ کی بارگاہِ خلافت میں کوئی حاجب دربان نہ تھا۔ روزانہ نماز کے بعد صحن مسجد میں بیٹھ جاتے اور لوگ آزادی کے ساتھ اپنی باتیں اُن سے کہتے۔ ایک مرتبہ ایک قافلہ مدینہ طیبہ کے باہر اترا، آپؓ گشت کرتے وہاں تشریف لے گئے۔ ایک بچے کے رونے کی آواز سنی اس کی ماں کے پاس جا کر کہا اُسے بہلائے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر گزرے تو پھر بچے کو روتے ہوئے پایا۔ ماں کو ڈانٹا کہ "تو بڑی ظالم اور بے رحم ہے" اُس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم ہے کہ "جب تک بچے دودھ نہ چھوڑیں اُس وقت تک بیت المال سے اُن کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے، اس لیے ہی اس کا دودھ چھڑا رہی ہوں۔" یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور فرمایا۔ "عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا۔" اُسی روز سے اعلان کر دیا کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی اُس کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔

18ھ میں عرب میں قحط پڑا تب آپؓ کی حالت دیدنی تھی، آپؓ نے اپنی ذات پر تمام لذائذ ترک کر دیے رات کی تاریکی میں اللہ کے حضور رو رو کر دعائیں

Marfat.com

مانگتے کہ ''اے اللہ! میری شامتِ اعمال کے بدلے میں امت محمدیہ کو تباہ نہ کرنا۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا۔ جب امیر المومنین گشت کے لیے رات کے وقت نکلے تو مدینے سے تین میل دور ایک گاؤں تک پہنچ گئے تو وہاں دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور اس کے چار بچے جو پاس ہی ہیں رو رہے ہیں۔ آپ اُس کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ ''اے عورت! آخر یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟'' اُس عورت نے بتایا کہ ''ان بچوں کو کئی وقت سے کھانا نہیں ملا ان کے بہلانے کے لیے میں نے یہ ہنڈیا چولھے پر چڑھا رکھی ہے مگر اس میں صرف پانی بھرا ہوا ہے اس طرح انہیں دلاسا دے کر چپ کرا رہی ہوں یہ تھک کر سو جائیں۔ یہ بات سن کر آپ کو بہت افسوس ہوا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر مدینے واپس پہنچے اور بیت المال کھلوا کر بہت سا آٹا، گھی اور کھجوریں لیں اور اُن کو یک جا بندھوا کر اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اسے میری کمر پر رکھ دے، اُس نے ڈرتے ڈرتے کہا ''اے امیر المومنین یہ غلام کس لیے ہے؟'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ''ٹھیک ہے مگر کیا میرا قیامت کا بوجھ بھی تو اٹھائے گا۔'' غرض یہ کہ وہ سب کچھ لے کر پھر اُس گاؤں میں پہنچے اور اُس عورت کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ عورت آٹا گوندھنے لگی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگ سلگائی اور آگ پھونکتے رہے، روٹی تیار ہوئی تو بچوں نے سیر ہو کر روٹی کھائی اور خوشی میں کودنے لگے اُس عورت نے کہا ''اے خدا کے بندے! اللہ تجھے جزائے خیر دے کہ تو نے اس وقت ہماری بڑی امداد کی ہے، انصاف تو یہ ہے کہ اسے مرد بزرگ، امیر المومنین بنانے کے

Marfat.com

قابل تو تم ہو، نہ کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ!'' آپ نے یہ سب سنا اور آنسو بہاتے ہوئے مدینے واپس آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ خلافت میں جب کہ عین عروج وسطوت کا عالم تھا، اُس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگل میں جا کر کچھ اینٹیں تھاپا کرتے تھے جب وہ خشک ہو جاتیں تو انہیں فروخت کر کے اہل وعیال کا کام چلایا کرتے تھے۔ ایک رات آپ مدینے کے باہر مسافروں کے لیے آرام ہی کے لیے گشت میں تھے کہ ایک مقام پر دیکھا وہاں ایک چھوٹا سا خیمہ لگا ہے جس کے باہر ایک اجنبی مسافر شخص بیٹھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس کے پاس جا پہنچے اور اُس کا حال دریافت کرنا شروع کیا۔ اتنے میں خیمے کے اندر سے کسی عورت کے رونے کی آواز آئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا ''یہ کون روتا ہے؟'' اُس مسافر نے کہا ''میاں چوکیدار! کیا کہوں میری بیوی اس وقت دردِ زہ میں مبتلا ہے لیکن افسوس کہ اُس کے پاس کوئی عورت نہیں جو اس کا ہاتھ بٹا سکے اور اُس کی تکلیف میں اُس کے کام آئے۔'' (چوکیدار بنے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اُسی وقت کھڑے ہو گئے اور مدینے پہنچ کر اپنی بیوی کے پاس آئے، تھوڑی دیر بعد ہی اُس مسافر نے دیکھا کہ وہی چوکیدار ایک برقع پوش خاتون کو ساتھ لے کر آتا ہے اور اجازت لے کر اپنی بیوی کو اندر خیمے میں بھیج دیتا ہے۔ اب یہ چوکیدار بنے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ مسافر باتیں کر رہے ہیں۔ تب ہی خلیفۂ وقت کی اہلیہ آواز دیتی ہیں۔

''اے امیر المومنین! اپنے دوست کو مبارک باد دیجیے کہ اس کے ہاں لڑکا ہوا ہے۔'' جوں ہی اُس مسافر نے چوکیدار کے لیے لفظ امیر المومنین سنا، اُس کے ہوش

Marfat.com

جاتے رہے اور وہ بدحواس ہو گیا تھوڑی دیر میں اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اُن کے سامنے مؤدب کھڑا ہو گیا اور بے حد شرمندگی کا اظہار کیا۔ تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسافر کو دلاسا دیا اور کہا کہ ''کل مدینے میں میرے پاس آؤ میں بیت المال سے اس بچے کا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔''

ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا کھلا رہے تھے جن میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے اس کے قریب جا کر کہا کہ ''بھائی داہنے ہاتھ سے کھانا کھاؤ!'' اس نے عرض کیا ''اے امیر المومنین میرا داہنا ہاتھ جنگ موتہ میں کٹ گیا ہے۔'' بس یہ سنتے ہی آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ اُن صحابی کے برابر ہی بیٹھ گئے۔ روتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ ''افسوس تمہیں وضو کون کراتا ہوگا.....'' چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان صحابی کے لیے خادم مقرر کر دیا اور دیگر ضروریات مہیا فرما دیں۔

تکبر وغرور کے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت مخالف تھے، چنانچہ آپ نے تمام ملک سے اس بداخلاقی کا نام ونشان مٹا دیا۔ آقا اور نوکر کی تمیز بالکل اُٹھا دی۔

قحط کے اثرات کو روکنے کے لیے دن رات دوڑ دھوپ کرتے۔ بیت المال میں جو کچھ تھا سب رعایا میں بانٹ دیا۔ تمام صوبوں سے غلہ منگوایا۔ سیدنا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت کو قحط زدہ لوگوں کے نام معہ مقدار غلہ رجسٹرڈ کرنے کا حکم دیا ہر شخص کو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دستخط شدہ چٹ کر ذریعے غلہ ملتا تھا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

رسول اللہ ﷺ کی محبت جسم وروح کے رگ وریشہ میں رچی بسی تھی اور آپؓ

Marfat.com

کی محبت میں سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار تھے۔ چنانچہ واقعہ ایلاء (جب حضور اکرم ﷺ اپنی ازدواج مطہرات سے ناراض ہو کر کچھ عرصے کے لیے اُن سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں) میں جب کاشانہ نبوی پر بار بار اذن طلب کرنے پر بھی باریابی کی اجازت نہ ملی تب آپ نے اونچی آواز میں کہا "یارسول اللہ! بخدا میں حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سفارش کے لیے نہیں آیا ہوں، اگر آپ حکم دیں تو اس کا سر قلم کردوں۔"

یہ بھی محبت رسول اللہ ﷺ ہی کا اثر تھا کہ وصال نبویؐ کے وقت دارفتگی کے عالم میں قسمیں کھا کھا کر اعلان کرتے تھے کہ جو یہ کہے گا کہ "رسول اللہ کا انتقال ہو گیا اُس کا سر اُڑا دوں گا۔" لہٰذا والہانہ محبت کی بنا پر آپ کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت سے بھی والہانہ محبت تھی۔ خورد و نوش، نشست و برخاست، لباس و وضع غرض یہ کہ زندگی کے سب شعبوں میں رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ آپ کے پیشِ نظر تھا۔ ایک دفعہ سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ معمولی کھانوں کے بعد جب عمدہ کھانے لائے گئے تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا "بخدا! اگر تم رسول اللہ ﷺ کی روش سے ہٹ جاؤ گے تو حق تعالیٰ تمہیں صراط مستقیم سے ہٹا دے گا۔"

ایک دفعہ آپ کی صاحب زادی سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین نے کہا "ابا جان! اب اللہ تعالیٰ نے خوش حالی عطا فرمائی ہے اس وجہ سے آپ کو اچھی غذا اور نرم و نفیس کھانے سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سن کر فرمایا "بیٹی! تم رسول اللہ ﷺ کی تنگی و عسرت کی زندگی کو بھول گئیں۔ بخدا میں جناب رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلوں گا تا کہ آخرت کی خوش حالی نصیب ہو۔"

:❃:❃:❃:❃:❃:

Marfat.com

ایران کی فتح کے دورن ایک گورنر ہرمزان گرفتار ہوکر مدینہ طیبہ دربارِ فاروق میں لایا گیا۔ جب وہ مدینہ طیبہ پہنچا تو اُس نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا ''شہنشاہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں؟'' انہوں نے ایک سونے والے شخص کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ہیں ہرمزان یہ سن کر حیرت میں ڈوب گیا کہ اتنی بڑی سلطنت کا فرماں روا اور یوں فرشِ خاک پر محو استراحت ہے۔ تب ہرمزان نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سوتے دیکھ کر بے ساختہ کہا ''اس شخص کو پیغمبر ہونا چاہیے، اگر یہ پیغمبر نہیں تو اس کا عمل ضرور پیغمبروں جیسا ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیدار ہوئے تو انہوں نے ہرمزان کو دیکھ کر فرمایا ''اس سے قبل تم لوگ ہم لوگوں کو کبھی خاطر میں نہیں لایا کرتے تھے اور نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اب کیا ہوا؟''

ہرمزان نے بڑا عجیب وغریب جواب دیا اُس نے کہا ''عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اصل بات یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہم اور تم اکیلے ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہوئے تھے، لہٰذا ہم ہمیشہ تم لوگوں پر غالب آتے تھے لیکن اب صورت مخالف ہے کہ مقابلے کے وقت ہم اکیلے ہوتے ہیں اور تمہارے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے ممکن ہی نہیں کہ ہم دونوں کا مقابلہ کر سکیں۔''

فقہ میں آپ کا مقام بے حد بلند تھا آپ کو صاحب خلق عظیم کے سرچشمہ اخلاق سے سیراب ہونے کا موقع ملا تھا، لہٰذا آپ کی عادت واخلاق بھی اسی طرح کی تھیں۔ تقویٰ، پرہیزگاری، خلوص، لذائذ دنیا سے اجتناب، راست گوئی، تواضع اور سادگی وغیرہ ہی سنت نبوی کا اتباع تھا۔

گوشہ نشینی دو طریقے سے ہوتی ہے، ایک خلقت سے کنارہ کشی کرنے پر،

Marfat.com

خلقت سے کنارہ کشی کی صورت یہ ہے کہ اُن سے منہ موڑ کر خلوت میں بیٹھ جائے اور خود کو لوگوں کے ملنے جلنے سے بچائے اور اپنی برائیوں سے اُن کو محفوظ رکھے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خلقت سے تعلق منقطع کرے اُس کی صورت یہ ہے کہ اس کے دل کی کیفیت یہ ہو جائے کہ وہ ظاہر سے کوئی علاقہ نہ رکھے جب کسی کا دل خلق سے منقطع ہو جاتا ہے تو اُسے کسی مخلوق کا اندیشہ نہیں رہتا اور اُسے کوئی خطرہ نہیں رہتا کہ کوئی اس کے دل پر غلبہ پا سکے گا اُسی وقت ایسا شخص اگر چہ خلقت کے درمیان ہوتا ہے لیکن وہ خلقت سے جدا ہوتا ہے۔ یہ درجہ اگر چہ بہت بلند ہے لیکن بعید قیاس نہیں مگر طریقہ سیدھا اور مستقیم ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی مقام پر فائز تھے ظاہر میں تو خلافت اور خلقت میں ملے جلے نظر آتے تھے لیکن حقیقت میں آپ کا دل عزلت وتنہائی سے راحت پاتا تھا یعنی اہلِ باطن اگر چہ بن ظاہر خلق کے ساتھ ملے جلے ہوتے ہیں لیکن اُن کا دل حق کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور ہر حال میں خدا ہی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور جس قدر وقت خلق سے ملنے جلنے میں صرف ہوتا وہ اسے حق کی طرف سے بلا وجہ امتحان شمار کرتے ہیں۔ وہ خلق کی ہم نشینی سے حق تعالیٰ کی طرف بھاگتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا خدا کے محبوبوں کے لیے ہرگز پاک وصاف نہیں ہوتی کیوں کہ احوال دنیا مکدر ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''دنیا ایسا گھر ہے جس کی بنیاد بلاؤں پر رکھی گئی ہے محال ہے کہ بغیر بلا کے وہ رہ سکے۔''

:❊:❊:❊:❊:❊:

آپ سے بہت سی کرامات بھی ظاہر ہوئی ہیں میں چند ایک ذکر کروں گی۔
علامہ ابو نعیم نے دلائل میں حضرت عمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے

Marfat.com

کہ ''حضرت عمر فاروق اعظم جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے۔ یکا یک آپ نے درمیان میں خطبہ چھوڑ کر تین بار یہ فرمایا ''یا ساریۃ الجبل ، یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ، اسی طرح حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکار کر پہاڑ کی طرف جانے کا حکم دیا اور اُس کے بعد پھر خطبہ شروع فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد نماز جمعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ تو خطبہ فرما رہے تھے پھر یکا یک آپ بلند آواز سے کہنے لگے۔ یا ساریۃ الجبل ، تو یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور کفار ان کو آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے کہا۔ ''اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔''
اس واقعے کے کچھ روز بعد حضرت ساریہؓ کا قاصد ایک خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ ہم لوگ جمعہ کے دن کُفار سے لڑ رہے تھے اور قریب تھا کہ ہم شکست کھا جاتے کہ عین جمعہ کی نماز کے وقت ہم نے یہ آواز سُنی کہ ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اس آواز کو سُن کر ہم پہاڑ کی طرف چلے گئے تو خدا تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی اس طرح ہم کو فتح حاصل ہوگئی۔ جب کہ حضرت ساریہؓ نہاوند میں لڑائی کر رہے تھے جو ایران میں صوبہ آذربائیجان کے پہاڑی شہروں میں سے ہے اور مدینہ طیبہ سے اتنا دُور ہے کہ اس زمانے میں وہاں سے چل کر ایک ماہ کے اندر نہاوند نہیں پہنچ سکتے تھے۔ مگر حضرت عمر فاروقؓ نے مسجد نبویؐ خطبہ فرماتے ہوئے حضرت ساریہؓ کو نہاوند میں لڑتے ہوئے ملاحظہ فرماتے، تب آپ نے انہیں پہاڑ کی طرف جانے کا حکم دیا اور بغیر کسی مشین کی مدد کے اپنی آواز کو وہاں تک پہنچا دیا۔ یہ حضرت عمرؓ کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔

Marfat.com

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک شخص سے پوچھا کہ ''تمہارا نام کیا ہے؟'' اس نے کہا جمرہ یعنی چنگاری۔ پھر آپ نے اُس کے باپ کا نام دریافت کیا اس نے کہا شہاب یعنی شعلہ! پھر آپ نے اس سے قبیلے کا نام پوچھا؟ اس نے کہا حرقہ یعنی آگ اور جب آپ نے اس کے رہنے کی جگہ دریافت کی تو اس نے حرہ بتایا یعنی گرمی۔ آپ نے پوچھا حرہ کہاں ہے؟ اس نے کہا ذات نظی (شعلہ والی) جگہ میں۔ ان سارے جوابات کو سن کر آپ نے فرمایا ''اپنے اہل وعیال کی خبر لو کہ وہ سب جل کر مر گئے۔'' جب وہ شخص اپنے گھر واپس ہوا تو دیکھا واقعی اس کے گھر کو آگ لگ گئی تھی اور سب لوگ جل کر مر گئے تھے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت ابو الشیخ کتاب العصمت میں حضرت حجاجؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں مصر فتح کیا تو اہلِ عجم ایک مقررہ دن پر حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس آئے اور کہا ''اے حاکم! ہمارے اس دریائے نیل کے لیے ایک پرانا طریقہ چلا آرہا ہے کہ جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتا بلکہ خشک ہو جاتا ہے اور ہماری کھیتی کا دارومدار اسی دریائے نیل کے پانی پر ہے۔'' تب حضرت عمرو بن العاصؓ نے ان سے دریافت کیا ''وہ پرانا طریقہ کیا ہے؟ تب ان لوگوں نے بتایا کہ ''جب اس مہینے کے چاند کی گیارہویں تاریخ آتی ہے تو ہم لوگ ایک کنواری جوان لڑکی منتخب کر کے اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں پھر اسے بہترین قسم کے زیورات اور کپڑے پہناتے ہیں اُس کے بعد اس لڑکی کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔'' حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا۔ اسلام میں ایسا کبھی نہیں

Marfat.com

ہو سکتا۔ یہ تمام باتیں لغو اور بے سروپا ہیں، اسلام اس قسم کی تمام باطل باتوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے۔ وہ لڑکی کو دریائے نیل میں ڈالنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا۔"

آپ کے اس جواب کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے کچھ دنوں کے بعد واقعی دریائے نیل بالکل خشک ہو گیا یہاں تک کہ بہت سے لوگ وطن چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب یہ معاملہ دیکھا تو ایک خط لکھ کر حضرت عمر فاروقؓ کو سارے حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے خط پڑھنے کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ کو تحریر فرمایا "تم نے مصریوں کو بہت عمدہ جواب دیا، میں اس خط کے ہمراہ ایک رقعہ روانہ کر رہا ہوں، تم اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔"

جب وہ رقعہ حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس پہنچا تو آپ نے اسے کھول کر پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا "یعنی اللہ کے بندے عمرؓ امیر المومنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو بذات خود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو اور اگر خدائے عزوجل تجھ کو جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری فرمادے۔"

حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کا وہ رقعہ رات کے وقت دریائے نیل میں ڈال دیا۔ مصر والے جب صبح نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اُس کو اس طرح جاری فرمادیا ہے کہ سولہ ہاتھ پانی اوپر چڑھا ہوا ہے۔ پھر دریائے نیل اس طرح کبھی نہیں سوکھا اور مصر والوں کی یہ جاہلانہ رسم ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔

:❄:❄:❄:❄:❄:

رومی سلطنت کا عیسائی بادشاہ ہرقل حضرت عمرؓ کو قتل کرانے میں ناکام ہو گیا تو

Marfat.com

اس نے اپنا ایک قاصد آپ کی خدمت میں روانہ کیا جس کے ہاتھ چند بیش بہا تحفے روانہ کیے جو یہ تھے۔

1۔ ایک صندوقچہ جو اَن مول جواہرات سے لبریز تھا۔

2۔ ایک کنیز نہایت حسین و جمیل جو بیش بہا لباس وزیوارات سے آراستہ تھی۔

3۔ ایک شیشی عطر کی جس کو اَن مول سمجھنا چاہیے جو کسی قیمت پر میسر نہ آسکے۔

4۔ ایک شیشی ایسا زہر ہلاہل کہ جس کی بو سے انسان ہلاک ہو جائے۔

چنانچہ یہ تحفے لے کر ہرقل کا قاصد بڑے تزک و احتشام سے مدینہ منورہ پہنچا۔ اس قاصد کا اپنا لباس اس قدر قیمتی اور زرق برق تھا کہ اہلِ مدینہ اس کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ "امیر المومنین فاروق اعظمؓ کا محل اور قلعہ کہاں ہے؟" لوگوں نے بتایا کہ "ان کا کوئی محل ہے نہ قلعہ! اگر آپ ان سے ملنا چاہتے ہیں تو مسجد نبویؐ میں جایئے وہ وہاں بیٹھے ہوں گے یا تھک کر سو گئے ہوں گے..... کیوں کہ وہ خود رات بھر مسلمانوں کی چوکیداری بھی کرتے ہیں۔" یہ سن کر رومی قاصد حیران رہ گیا کہ اتنا بڑا جلیل القدر بادشاہ اسلام، جس کی ہیبت سے شاہانِ روم و فارس حبش و عجم کے دل لرزتے ہیں اس کا نہ کوئی محل ہے اور نہ کوئی قلعہ! چنانچہ قاصد مسجد نبویؐ پہنچا، اندر داخل ہوا تو دریافت کیا "مسلمانوں کے بادشاہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کہاں ہیں؟" بتایا کہ وہ سو رہے ہیں اس وقت آپ زمین پر سو رہے تھے اس جگہ بوریا بھی نہیں تھا۔ قاصد نے اُنہیں غور سے دیکھا کہ جو کُرتا پہنے ہوئے ہیں اور جو چادر اُوڑھے ہوئے ہیں اس میں کتنے ہی پیوند لگے ہوئے ہیں سر اور چہرہ مبارک آپ کا کھلا ہوا ہے ار پہلو میں آپ کے اور پر تو کوئی ہتھیار نہیں ہے البتہ ایک درہ پڑا ہے۔ یہ

Marfat.com

حالت دیکھ کر رومی قاصد تھر تھر کانپنے لگا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بیدار ہو گئے۔ تو دیکھا کہ عجیب تیاری اور ساز و سامان کا ایک آدمی کھڑا ہوا لرز رہا ہے۔ آپ نے اُس کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا ''ڈرو نہیں، خوف نہ کرو میں کوئی عجم کا بادشاہ نہیں ہوں، میں تو ایک غریب آدمی ہوں۔'' چنانچہ آپ نے نہایت شفقت اور مہربانی سے اُس قاصد کو اپنے پاس بِٹھایا جب اس قاصد کا ڈر کچھ کم ہوا تو حضرت امیر المومنین نے دریافت کیا ''کہاں سے اور کیوں کر آنا ہوا؟''

قاصد نے عرض کیا ''میں روم کے بادشاہ کا قاصد ہوں، میرے بادشاہ نے آپ جناب کے لیے تحفے بھیجے ہیں جنہیں قبول فرمائیں۔'' آپؓ نے فرمایا ''دکھاؤ وہ کیا تحفے ہیں؟'' قاصد نے سب سے پہلے جواہرات سے بھرا صندوقچہ پیش کیا، آپ نے فرمایا اور لوگوں سے کہا کہ اسے بیت المال میں داخل کر دو، پھر قاصد نے حسین و جمیل کنیز کو پیش کیا۔ آپ نے قبول فرمایا اور کہا بڑا بابرکت ہے وہ اللہ جو سب سے اچھی صورتیں بنانے والا ہے، یہ فرما کر آپ نے اِدھر اُدھر دیکھا، ایک غلام قریب ہی کھڑا تھا اس سے فرمایا ''میں نے تجھے یہ کنیز عطا کی۔'' تب قاصد نے وہ شیشی عطر بے بہا کی پیش کی اور کہا کہ ''یہ عطر بادشاہوں کے لیے ہے جس کپڑے پر لگ جائے گا اس کی خوشبو پھر کبھی نہ جائے گی۔'' آپ نے اس عطر کو بھی قبول کیا اور فرمایا بے شک یہ عطر بہت ہی اچھا ہے اس کو میں مسجد نبویؐ کی زمین پر چھڑکنے کے لیے نہایت مناسب سمجھتا ہوں تا کہ مسجد نبویؐ معطر رہے اور تمام مسلمانوں کو اس کی خوش بو آتی رہے، یہ کہہ کہ اُس کو مسجد کے فرش پر چھڑک دیا اور ساری شیشی خالی کر دی۔ یہ سب کچھ دیکھ کر رومی قاصد سخت حیران ہو رہا تھا اور اس کی عقل دنگ تھی کہ آپؓ اس دنیا کو اور اس کی رغبتوں کو کس

Marfat.com

قدر لات مارے ہوئے ہیں اور کوئی بڑی سے بڑی چیز آپ کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرتی، تو پھر کیوں نہ دنیا بھر کے بادشاہ ایسے شخص سے لرزاں وترساں نہ ہوں۔ قاصد نے آخر میں ایک چھوٹی سی شیشی پیش کی اور کہا اس میں ایسا زہر ہے جس کی صرف بو سے آپ کے ہزاروں دشمن ہلاک ہو سکتے ہیں۔ آپؓ نے وہ شیشی بھی قبول کی اور فرمایا ''اے رومی قاصد! میرا تو کوئی دشمن نہیں ہے، ہاں اگر دشمن ہے تو صرف میرا نفس ہے اُس کو البتہ ضرور ہلاک و پامال کرنا چاہیے۔'' یہ کہہ کر آپؓ نے وہ شیشی منہ سے لگالی اور بسم اللہ کہہ کر وہ شیشی پی گئے۔ رومی قاصد نے اپنا منہ پیٹ لیا کہ یہ کیا ہوا؟ اور دوسرے صحابہ کرام بھی انگشت بدنداں رہ گئے کہ دیکھئے اب خدا کو کیا منظور ہے۔ حضرت عمرؓ پر ایک حالت یہ طاری ہوئی اور پسینہ اس قدر آیا کہ آپؓ شرابور ہو گئے اور بس اللہ رب العزت نے اپنا فضل فرمایا، وہ سارا زہر پسینے کے راستے نکل گیا اس کے سوا اور کوئی اثر آپ پر نہیں ہوا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، یہ بھی حضرت عمرؓ کی کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔

:❄:❄:❄:❄:❄:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ یعنی ''اے اللہ العالمین! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے موت نصیب فرما۔'' آپ کی دعا اس طرح قبول ہوئی کہ ابولولو مجوسی ایرانی جنگ نہاوند میں گرفتار ہو کر آیا وہ سیدنا مغیرہؓ بن شعبہ کی تحویل میں تھا۔ ایک دفعہ ابولولو فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے آقا سیدنا مغیرہؓ کی شکایت کی کہ وہ مجھ سے زیادہ خراج (محصول) لیتے ہیں آپؓ اس میں تخفیف کروائیں، آپ نے پوچھا مغیرہؓ کیا محصول لیتے

Marfat.com

ہیں؟ ابولولو نے کہا کہ دو درہم روزانہ۔ آپ نے پوچھا تم کام کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا بڑھئی، لوہار، اور نقاش کا اور چکیاں بھی بناتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے خیال میں یہ محصول کوئی زیادہ نہیں اس کام کے لحاظ سے جو کچھ تو کرتا ہے۔'' پھر آپ نے مزید فرمایا ''میں نے سنا ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں اگر چاہوں تو ایک ایسی چکی بھی بنا سکتا ہوں جو ہوا سے چلے اگر یہ درست ہے تو مجھے بھی ایک ایسی چکی بنا دے۔'' اس نے جواب دیا۔ ''اگر میں زندہ رہا تو میں آپ کے لیے ایک ایسی چکی بناؤں گا جس کے بارے میں مشرق و مغرب کے لوگ باتیں کریں گے۔'' وہ یہ کہہ کر چلا گیا۔

چند روز کے بعد جب حضرت عمرؓ نماز فجر کے لیے تشریف لائے، ابولولو فیروز بھی ایک دو دھارا خنجر لے کر مسجد کی پہلی صف میں جا بیٹھا جوں ہی حضرت عمرؓ نے تکبیر تحریمہ کہہ کر قرات شروع کی، اس بدبخت نے اچانک صف سے نکل کر اس خنجر سے آپ پر وار کیے جو بے حد کاری تھے۔ آپؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امامت کے مصلے پر کھڑا کیا اور آپ زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے مختصر نماز پڑھ کر سلام پھیرا۔ ابولولو نے چاہا کہ کسی طرح مسجد سے باہر نکل جائے مگر نمازیوں کی صفیں مثلِ دیوار کے حائل تھیں، لہٰذا اس نے صحابیوں کو بھی زخمی کرنا شروع کر دیا اتنے میں نماز ختم ہو گئی اور ابولولو کو پکڑ لیا گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں گرفتار ہو گیا تو اس نے اسی خنجر سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

حضرت عمرؓ کو لوگ گھر لائے سب سے پہلے انہوں نے پوچھا ''میرا قاتل کون تھا؟'' لوگوں نے کہا ابولولو فیروز۔ فرمایا ''الحمد اللہ! کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو۔'' لوگوں کا خیال تھا کہ زخم چنداں کاری نہیں غالباً شفا

Marfat.com

ہو جائے گی چنانچہ ایک طبیب بلایا گیا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا مگر دونوں چیزیں زخم کی راہ سے باہر نکل آئیں اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہیں ہو سکتے، چنانچہ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اب اپنا ولی عہد منتخب کر جایئے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بلا کر کہا۔ ''حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اور میری طرف سے بعد سلام کے عرض کرو کہ میری دلی خواہش ہے کہ میں اپنے صاحبین کے ساتھ دفن کیا جاؤں، اگر آپ کو اس میں کچھ تکلیف یا نقصان ہو تو پھر میرے لیے جنت البقیع بہتر ہے۔'' چنانچہ عبداللہ بن عِمر گئے اور حضرت عائشہؓ کو حضرت عمرؓ کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ''میں اس جگہ کو اپنے لیے محفوظ رکھنا چاہتی تھی لیکن آج میں عمرؓ کو اپنے پر ترجیح دوں گی۔'' جس وقت یہ خوش خبری حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آپ کو پہنچائی تو آپ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے ''اللہ کا شکر ہے کہ میری سب سے بڑی خواہش یہی تھی وہ بھی اس نے پوری کر دی۔'' 27 ذلحجہ کو آپ زخمی ہوئے اور یکم محرم کو 63 تریسٹھ سال کی عمر میں شہادت پائی۔ نمازِ جنازہ حضرت صہیبؓ نے پڑھائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عبدالرحمٰنؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے قبر میں اُتارا اور وہ آفتاب عالم تاب خاک میں چھپ گیا۔

تمام دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا حکمران نہیں جس کی معاشرت یہ ہو کہ قمیص میں دس دس پیوند لگے ہوں کاندھے پر مشک رکھ کر غریب عورتوں کے ہاں پانی بھرتا ہو فرشِ خاک پر پڑ کر سوتا ہو، بازاروں میں ناپ تول کی دیکھ بھال کرتا ہو، اونٹوں کے بدن پر اپنے ہاتھ سے تیل ملتا ہو۔ جس کا دربار نقیب و چاؤش، حشم و خدم کے نام سے

Marfat.com

آشنا نہ ہو اور پھر یہ رعب و دبدبہ ہو کہ عرب و عجم اس کے نام سے لرزتے ہوں اور جس طرف رُخ کرتا ہو زمین ڈھل جاتی ہو۔ علمی لحاظ سے بے حد بلند، اخلاق کے لحاظ سے دیکھو تو انبیاء کے بعد اور کون شخص ان کا ہم پایہ مل سکتا ہے؟ زہد و قناعت، تواضع وانکساری، خاکساری و سادگی، راستی و حق پرستی، صبر و رضا، شکر و توکل یہ اوصاف ان میں جس کمال کے تھے بیان نہیں کیے جاسکتے۔

تو یہ تھے عظیم شخصیت خلیفہ دوئم امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے اوصاف، جن کی فتوحات، جن کے کمالات بھرپور طریقے سے اپنے اس مضمون میں بیان نہیں کر سکی۔ جس کے لیے بے حد شرمندہ ہوں۔

:❁:❁:❁:❁:❁:

Marfat.com

# سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمام تر حمد وثنا اللہ رب العزت کیلئے ہے۔ وہ عظیم رب تو کرم و بخشش کرنے والا اور ہر عیب سے پاک ہے وہی جود وسخا کرنے والا اور بزرگ و برتر ہے۔ جو سخی و کریم ہے وہ ذات احسان کرنے والی اور دنیا و آخرت میں رحم کرنے والی ہے۔ وہی ہے جو حاجت طلبی کی آخری منزل ہے۔ وہی عظیم ذات جس سے مرادیں پوری ہوتی ہے۔ بے شک ہمارا رب بڑے فضل والا اور قدیم احسان والا ہے۔ اور اپنے لطف و کرم سے بہت بخشنے والا ہے۔ لہٰذا کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو یکتا ولاشریک ہے۔ اور وہ ایسا زندہ ہے جسکے لیے موت نہیں اُس کے ہاتھ میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور ہر چیز پر اسے قدرت حاصل ہے۔ وہ جو شہ رگ سے بھی زیادہ ہم سے قریب ہے۔ وہ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ وہ بے حد بلند و بالا شان والا ہے جسکی کوئی مثل ونظیر نہیں ہے۔

اے پروردگار! ہمیں بخش دے۔ اے پروردگار ہم پر رحم کر۔ اے ہمارے مالک! ہمارے دل میں پاکیزگی پیدا کر۔ اے میرے مالک! ہمیں ریاکاری سے علیحدہ رکھ۔ پروردگار تو نے رات کو ہماری راحت کا ذریعہ بنایا اور دن کو ہماری کسب معاش کا

Marfat.com

موقع قرار دیا۔ تو نے آفتاب و ماہتاب کو حساب کے ساتھ جاری کیا۔ اے ہمارے رب ہم پر ایک نظر ڈال دے۔ ایسی نظر جو ہمارے دل کو ریاکاری، خود بینی، کینہ پروری اور حسد کے جذبات سے خالی کر دے۔

اے میرے رب رحمت نازل فرما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کے آل پر۔ درود و سلام ہو سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سب سے افضل تین حیثیت کے حامل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا والہانہ عشق دیکھنا ہو تو اسوۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں میں ہر ساتھی اپنی جگہ آسمان ہدایت کا روشن ستارہ ہے۔ انبیاء کے بعد ایسے بُلند سیرت و کردار کے حامل انسان میں دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئے۔ سیاست و معاشرت کے چہرے کو انہوں نے روشن کیا۔ تہذیب و تمدن کو انہوں نے سنوارا۔ خدا ترسی اور انسان دوستی کی زندہ جاوید مثالیں قائم کیں۔ نیکی و فلاح کی بنیاد اور قرآن اور حدیث کی اساس پر اپنے دور کی سب سے بڑی حکومت کو انہوں نے بہ حسن و خوبی چلایا۔ آج کی دُنیا اگر سکون و اطمینان اور فلاح چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ قرآن مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت یافتہ جماعت اور خاص طور پر عشرہ مبشرہ کے اسوۂ کے مطابق اپنی زندگیوں میں تبدیلی لائے۔

ان ہی شخصیات میں سے ایک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

ہیں۔

آپؓ کا اسم مبارک عثمانؓ جبکہ کنیت ابوعبداللہ اور ابوعمرو ہے۔

والد کی طرف سے آپ کا شجرہ نسب عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف یعنی آپ کا نسب پانچویں پشت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد عبد مناف سے جا ملتا ہے۔ والدہ کی طرف سے بھی آپؓ کا سلسلہ نسب پانچویں پُشت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد عبد مناف سے جا ملتا ہے۔

آپؓ کی نانی بیضاء ام حکیم بنت عبد المطلب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں آپکی والدہ اروی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور مدینہ منورہ میں ہمیشہ کیلئے قیام پذیر ہوگئیں ۔ یہاں تک کہ اپنے صاجزادے حضرت عثمانؓ کے دورِ حکومت میں مدینہ میں انتقال فرمایا۔ حضرت عثمانؓ کا خاندان دور جاہلیت میں بھی ممتاز محترم اور معزز سمجھا جاتا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے دادا امیہ بن عبد شمس قریش کے ایک بڑے رئیس اور سردار تھے۔ آپؓ کی پیدائش واقعہ فیل کے چھٹے سال مکہ میں ہوئی۔ تجارت آپؓ کا آبائی پیشہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کے والد ایک نہایت مقمول تاجر تھے اور تجارتی قافلے لیکر شام جایا کرتے تھے۔ ایک سفر کے دوران وہ شام کے ایک ساحلی شہر میں بیمار ہوئے اور وہیں اُن کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عثمانؓ نہایت باشعور اور مستعد آدمی تھے۔ لہٰذا آپؓ نے والد کی وفات کے بعد تجارت کو خوب فروغ دیا۔ تجارت مضاربت کے اصول پر کرتے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس وقت حضرت

Marfat.com

عثمانؓ کی عمر 34 سال تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ عہد جاہلیت ہی سے حضرت عثمانؓ کے دوست تھے۔ وہ اپنی قوم کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔ جو بھی آپؓ پر اعتماد کرتا تھا آپؓ اسے دعوت اسلام دیتے تھے چنانچہ حضرت عثمانؓ کو بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دعوت اسلام دی تو آپؓ اس قدر متاثر ہوئے کہ بارگاہِ نبوت میں حاضری کیلئے فوراً تیار ہو گئے تب ہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود تشریف لے آئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ ''عثمان! خدا کی جنت کو قبول کر۔ میں تمہاری اور تمام مخلوق کی ہدایت و رہنمائی کیلئے مبعوث ہوا ہوں۔''

حضرت عثمانؓ نے زبان رسالت سے یہ صاف اور سادہ جملے سنے تو یہ الفاظ آپکے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں داخل ہو گئے اور آپؓ نے بے اختیار کلمہ شہادت پڑھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

حضرت عثمانؓ اپنے ایمان لانے کا واقعہ خود بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''میری خالہ کا نام سعدی بنت کریز بن ربیعہ تھا وہ کہانت کے علم میں بڑی ماہر تھیں۔ ایک مرتبہ اپنی خالہ کے گھر گیا تو انہوں نے میری طرف دیکھ کر کاہنوں کی طرح گفتگو کرتے ہوئے کہا...... ''اے عثمان! تمہاری دو ازواج (بیویاں) انتہائی حسین اور خوبصورت ہونگیں اور ایک بڑے پیغمبر کی صاحبزادیاں ہوں گی..... ''اپنی خالہ کی یہ بات سُن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ اور اس بات کو میں نے ناممکن سمجھا اس کے بعد جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوت کا اعلان کیا تو میری خالہ نے پھر مجھ سے کہا ''محمد بن عبداللہ مبعوث ہو گئے ہیں اور لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتے ہیں جو کوئی دین اسلام سے روگردانی کرے گا وہ خسارے میں رہے گا..... ''جب میں نے اپنی

Marfat.com

خالہ کی یے بات سنی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے دل میں موجزن ہو گئی۔

چونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ میرے دوست تھے، لہٰذا میں اُن کے پاس گیا اور اپنی خالہ کی باتیں اُنکے سامنے بیان کیں۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھ سے کہا ''اے عثمانؓ! آپ سمجھ دار اور معاملہ فہم انسان ہیں ہر کام کے انجام میں غور و فکر کی صلاحیت رکھتے ہیں آپؓ یقیناً اس بات سے آگاہ ہونگے کہ چند پتھر جو نہ بول سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ میں نے کہا آپؓ نے ٹھیک کہا۔

پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا آپؓ کی خالہ نے سچ بات کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا ہے تاکہ خلق خدا کو دین کی طرف بلائیں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کو دیکھ کر اُٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیحدہ گی میں گفتگو فرمائی پھر میرے قریب تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔ ''اے عثمان! اللہ تعالیٰ تجھے جنت کی مہمانی کیلئے بلاتا ہے تو اسے قبول کر..... '' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کلمات نے میرے دل پر بے حد اثر کیا اور میں نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

اسلام لانے میں حضرت عثمان غنیؓ کا مردوں میں چوتھا نمبر ہے۔ اسلام لانے پر آپؓ کو بھی دوسرے صحابہ کرام کی طرح ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت عثمانؓ کے چچا حکم ابن ابی العاص نے پکڑ کر آپکو رسی سے باندھ دیا۔ اور کہا تو اپنے آباؤ اجداد

Marfat.com

کا دین چھوڑ کر نیا دین قبول کرتا ہے۔ خدا کی قسم! میں تم کو کبھی نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ تو دین چھوڑ نہ دے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، خدا کی قسم! میں کبھی اس دین کو نہیں چھوڑوں گا۔ جب حکم ابن ابی العاص نے دین میں آپکی یہ صلاحیت اور پختگی دیکھی تو آپؓ کو چھوڑ دیا۔"

رب العزت کی بارگاہ سے آپکو یہ انعام ملا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپکو اپنی فرزندی میں لے لیا۔ یہ سب سے اعلیٰ اعزاز اور سب سے بڑا شرف تھا۔
جو قبول اسلام کے
فوراً بعد اللہ تعالیٰ کے فضل کے باعث حاصل ہوا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپکا نکاح کیا۔ جب مشرکین مکہ کے جور و جفا اور ظلم و تشدد کا سلسلہ حد تحمل و برداشت سے بڑھ گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن وارشاد سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہجرت اولیٰ کی۔ اور حضرت عثمانؓ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہؓ کے ساتھ حبشہ روانہ ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف متوجہ ہو کر حضرت عثمانؓ کے متعلق فرمایا۔ "اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط (علیہما السلام) کے بعد عثمان پہلا شخص ہے جس نے (فی سبیل اللہ) ہجرت کی"۔ حبشہ میں چند سال رہ کر آپ صحابہ کرام کے ساتھ مکہ معظمہ واپس تشریف لائے جب مکہ میں ظلم و ستم کی انتہا ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

وسلم نے اپنے اصحابؓ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ تو آپؓ نے بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ ہجرت فرمائی اس طرح آپؓ نے دو ہجرتوں کا وہ شرف حاصل کیا جس سے بہت کم صحابہؓ مشرف ہوئے۔

مدینہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجر وانصار کے درمیان جو بھائی چارہ کا رشتہ قائم کیا تھا اس میں حضرت عثمان غنیؓ کا رابطہ سیدنا اوسؓ بن ثابت سے قائم کیا۔ اس طرح حضرت عثمانؓ کئی سال تک حضرت اوسؓ بن ثابت ہی کے مکان میں قیام پذیر رہے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ نے اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ اور مکہ کی طرح یہاں مدینہ میں بھی آپکا کاروبار خوب چمکا۔ آپکے کارندے آپکی ہدایت کے مطابق کام کرتے تھے اور آپؓ اپنا زیادہ تر وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہ کر فیوض و برکات اور علم و معرفت سے مستفید ہوتے رہے۔ حضرت عثمانؓ اپنا زیادہ تر مال اپنی ذات پر کم اور مسلمانوں پر زیادہ خرچ کرتے۔ مشکلات میں جو چند لوگ اسلام کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ اُن میں سے ایک تھے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

مسلمان جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آئے تو انہیں وہاں کا پانی پسند نہیں آیا کیونکہ وہ پانی کھاری تھا۔ (نمکین) اور سارے شہر میں میٹھے پانی کا صرف ایک ہی کنواں تھا۔ ''بئر رومہ'' جو ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ اور اس نے اپنی یہودیانہ ذہنیت کے مطابق اسے اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا تھا۔ وہ اس میٹھے پانی کی منہ مانگی قیمت وصول کرتا جس سے لوگوں کو سخت تکلیف تھی۔ لوگوں کی اس تکلیف کے باعث نبی کریم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ کوئی صاحب حیثیت اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دے۔ آخر کار ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو بئر رومہ کو خرید کر رفاہ عامہ کیلئے وقف کر دے۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس خواہش کی تکمیل کیلئے حضرت عثمان غنیؓ نے یہودی سے اس کنویں کی فروخت کیلئے بات کی۔ یہودی اسے بیچنا نہیں چاہتا تھا۔ آخر بڑی کوششوں کے بعد یہودی نصف حق فروخت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اور یوں حضرت عثمان غنیؓ نے بارہ ہزار درہم میں خرید لیا۔ اور طے یہ پایا کہ ایک روز یہودی کی باری ہو گی اور دوسرے روز حضرت عثمانؓ کے لیے یہ کنواں مخصوص ہو گا۔

جس روز حضرت عثمان غنیؓ کی باری تھی اس روز چاروں طرف سے لوگ اُمڈ آئے اور ہر شخص اتنا پانی نکال کر لے گیا جو اسکی دو دن کی ضرورت کیلئے کافی تھا۔ دوسرے روز جب یہودی کی باری آئی تو کوئی شخص اس سے پانی خریدنے نہ آیا۔ یہودی نے جب یہ دیکھا کہ لوگوں کا یہ معمول ہو گیا ہے کہ وہ حضرت عثمان غنیؓ کی باری والے دن دو روز کا پانی لے جاتے ہیں۔ تو اس نے اب کنویں کی آدھی ملکیت بھی اپنے پاس رکھنا باعث نقصان سمجھا، لہٰذا حضرت عثمانؓ نے یہودی سے بقیہ نصف حصہ بھی مزید آٹھ ہزار درہم دے کر خرید لیا۔ اور عام مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کا یہ صدقہ جاریہ آج تک مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو فیض یاب کر رہا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کی دو قسمیں ہیں جہاد بالمال اور جہاد بالنفس، جہاد بالمال میں تو سیدّنا عثمانؓ اپنی نظیر آپ ہیں۔ عہد نبوت میں آپکی مالی قربانیوں کی مثال ملنی مشکل ہے۔ رہا جہاد بالنفس اس میں بھی آپؓ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

Marfat.com

غزوہ بدر کے سوا..... جو کفر و اسلام کی اوّلین مسلح جنگ ہے۔ آپؓ سب غزوات میں اپنے محبوب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب رہے غزوۂ بدر میں آپکی عدم شرکت ایک خاص مجبوری اور ضرورت کی بنا پر تھی۔

جبکہ غزوہ بدر سے ان کی غیر حاضری کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی جو آپکی زوجہ محترمہ تھیں علیل تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اس کی تیمارداری کرو اور تم کو اس شخص کے برابر اجر اور مال غنیمت میں حصہ ملے گا جو بدر میں شریک ہوا۔ چونکہ آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمارداری پر مامور تھے اور حضور نے انہیں مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔ اور شرکت بدر کے اجر وثواب کی بشارت بھی دی۔

:❄:❄:❄:❄:❄:

۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ لہٰذا آپ چودہ سو صحابہ کرام اور ایک روایت کے مطابق پندرہ سو صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ طیبہ سے عمرہ کے ارادے سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قریش مکہ مقابلے کیلئے تیار ہیں اور خالد بن ولیدؓ کو انہوں نے دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ مسلمانوں کا راستہ روکنے کیلئے ہراول دستے کے طور پر بھیجا ہے۔ بہر حال آپ حدیبیہ (مکہ سے ۶ میل کے قریب) پہنچ گئے۔ پھر حدیبیہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عثمان غنیؓ کو اپنا سفیر بنا کر قریش مکہ کے پاس بات چیت کیلئے بھیجا کہ وہ انہیں یقین دلائے کہ ہم صرف عمرہ کرنے کیلئے آئے ہیں کسی جنگ کے ارادے سے

Marfat.com

نہیں آئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے۔ اور رؤسائے مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچایا اور کمزور مسلمانوں کو مژدہ جانفزا سنایا۔

اس دوران قریش مکہ نے سیدنا عثمان پر ہر نگرانی سخت کر دی۔ کہ وہ واپس نہ جانے پائیں جب کئی روز گزر گئے۔ اور حضرت عثمانؓ کا کچھ حال نہیں معلوم ہوا تو مسلمانوں کو سخت تر درد ہوا کہ اسی حالت میں افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان غنیؓ شہید کر دیے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر سنکر حضرت عثمانؓ کے خون کے انتقام کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے جو تعداد میں چودہ سو تھے ایک درخت کے نیچے بیعت لی۔ اور حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود اپنے دستِ مبارک پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بیعت لی۔ حضرت عبداللہ بن عثمانؓ کا قول منقول ہے کہ ''اُس ہاتھ نے اُن کی طرف سے قائم مقامی کی جس سے بہتر کوئی دوسرا ہاتھ نہیں۔'' یہ بعیت الرضوان تھی۔

اس موقع پر حضرت عثمانؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق رسول کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ جب وہ مکہ تشریف لے گئے تو صحابہ کرام کو رشک ہوا کہ عثمانؓ تو مزے سے کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔''مجھے امید نہیں کہ وہ میرے بغیر طواف کریں۔''

حضرت عثمانؓ مکہ کے سرداروں سے ملتے رہے۔ جب واپس ہونے لگے تو قریش نے خود درخواست کی کہ تم مکہ آئے ہو تو طواف کرتے جاؤ۔ تب حضرت عثمانؓ نے جواب دیا۔ کہ ''یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو روکے گئے ہوں اور میں طواف کرلوں''۔ قریش کو اس جواب پر بے حد غصہ آیا جسکی وجہ سے انہوں

Marfat.com

نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کا شدید مظاہرہ تھا کہ بیت اللہ کا طواف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر اسکی ادائیگی قبول نہیں فرماتے۔ قید تو ہو جاتے ہیں مگر اکیلے طواف نہیں کرتے۔

اس بیت کی برکات میں سے ایک برکت یہ ہوئی کہ چودہ سو صحابہ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا

پروانہ مل گیا اور یہ بیت چونکہ سیدنا عثمانؓ کی وجہ سے لی گئی تھی اس وجہ سے سیدنا عثمانؓ صحابہ کرامؓ کے لیے انعامات کا سبب بنے۔

غزوہ تبوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات میں سب سے آخری غزوہ ہے، یہ ۹ ھ میں رجب کے مہینے میں پیش آیا۔ عرب کے عیسائیوں نے ہرقل شاہ روم کو لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ اور لوگ فاقہ مستی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، لہٰذا اس وقت اگر عرب پر حملہ کیا جائے تو کامیابی یقینی بھی ہے اور جلدی بھی۔ چنانچہ ہرقل روم چالیس ہزار، کا لشکر جرار لے کر مقابلے کے لیے تیار ہو گیا شام کے کچھ سوداگر زیتون کا تیل فروخت کرنے مدینہ طیبہ آئے تو اُن کی زبانی معلوم ہوا کہ ہرقل نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے۔ اور اسکا ہراول دستہ بلقاء تک پہنچ گیا ہے۔ اور ساری فوج کو ہرقل نے سال بھر کی تنخواہیں بھی دے دی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیصر روم کی ان کارروائیوں کا جب علم ہوا تو آپ نے بھی مجاہدین اسلام کو تیاری کا حکم دے دیا۔ اس غزوہ کو ''جیش العسرت'' بھی کہتے ہیں کیونکہ اس وقت اہل اسلام پر سخت بے سروسامانی کا عالم تھا۔ موسم سخت گرم۔

Marfat.com

قحط اُور گرانی، سفر بہت لمبا اور دشمن نہایت طاقتور، فصل چونکہ کٹنے کے قریب تھی۔ اس وجہ سے مدینہ طیبہ کا ہر شخص (مسلمان) نہایت عسرت اور تنگی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ لہٰذا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اس لشکر جرار کا سامانِ سفر کہاں سے مہیا کیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چندہ کی اپیل کی۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنا سارا اثاثہ رسالت پناہ میں لیکر حاضر ہوئے۔ حضرت فاروقؓ اعظم نے اپنا آدھا مال دربار رسالت میں پیش کیا۔ سیدّنا عبدالرحمٰن بن عوف نے دوسو اوقیہ چاندی اور اسی طرح دوسرے صحابہؓ نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق چندہ پیش کیا۔

پھر نگاہِ رسالت سیدّ نا عثمانؓ کی طرف اٹھی۔ آپؓ نے ایک تہائی فوج کے جملہ اخراجات تنہا برداشت کرنے کا ذمہ لیا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپؓ نے نو ۹۰۰ سو اونٹ ایک سو ۱۰۰ گھوڑے اور ایک ہزار دینار دیئے۔ ایک ہزار دینار جب آپؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھولی میں ڈالے تو روای کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ ''آج کے بعد عثمانؓ کو کوئی عملی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' پھر فرمایا۔ ''اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہو گیا تو بھی اس سے راضی ہو جا''۔

تو حضرت عثمان غنیؓ کی اس مخلصانہ اور بے نظیر مالی خدمت اور بے مثال جہاد بالمال کے پیشِ نظر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؓ کو بہت زیادہ دعائیں دیں۔

حضرت عثمان غنیؓ سب سے زیادہ مالدار اور صاحب مروت تھے۔ آپ نے اپنی خداداد دولت وشہرت سے بار بار دین حق کی عانت ودستگیری فرمائی۔

Marfat.com

مسجد نبویؐ پہلے بہت چھوٹی تھی ایک زمین کا ٹکڑا ساتھ پڑا ہوا تھا۔ آپؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مبارک پر اسے بیس پچیس ہزار روپے میں خرید کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی بالکل سادہ تھی۔ دیواریں پست اور کچھ اینٹوں کی تھیں۔ چھت اور ستون کھجور کے تھے۔ چھت پر اور نہ ہی فرش پر گارے تک کا لیپ تھا۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسے جوں کا توں رکھا۔ حضرت عمرؓ نے کچھ توسیع کی۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے مسجد نبوی کی نہایت عالی شان عمارت تعمیر کی۔ حضرت عبداللہ عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کو بدل دیا۔ اور اس کو بہت زیادہ وسعت دی۔ اس کی دیواریں منقش پتھروں اور گچ سے بنوائیں اور اس کے ستون منقش پتھروں سے بنوائے اور ہاتھی دانت کی چھت بنوائی

حضرت عثمانؓ نے نہایت اہتمام کے ساتھ تعمیر کا کام شروع کیا۔ نگرانی کیلئے تمام عمال طلب کیے اور خود شب و روز مصروف کار رہتے تھے۔ غرض دس مہینوں کی جدو جہد کے بعد اینٹ چونا اور پتھر کی ایک نہایت خوشنما اور مستحکم عمارت تیار ہوگئی۔ وسعت میں بھی کافی اضافہ ہوگیا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

محبوب خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی خدمت میں بھی حضرت عثمانؓ نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ اور بارہا اس سعادت سے بہرہ یاب ہوئے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے اصحابؓ کیلئے کھانے کا سامان حاضر کیا جو کئی اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ جس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر

Marfat.com

تین مرتبہ دعا کی۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں چار دن کے پے در پے فاقے پیش آگئے۔ جونہی حضرت عثمانؓ کو اس کی خبر ہوئی۔ تو آپؓ نے کئی بورے آٹے، گیہوں، چھوہاروں کے اور ایک بکری کا گوشت اور تین سو روپے بھیجے ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ اس کے پکانے میں دیر ہوگی۔ میں پکا ہوا کھانا بھی بھیجتا ہوں۔ چنانچہ بہت سی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت تیار کرا کر بھیجا اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو دعائیں دیں۔ حضرت عثمانؓ دوسرے صحابہ کرام کی بھی گراں قدر مالی امداد فرماتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے حضرت طلحہؓ کے ذمہ پچاس ہزار (غالباً درہم) قرض تھے۔ حضرت عثمانؓ ایک دن مسجد جا رہے تھے۔ کہ آپؓ سے حضرت طلحہؓ نے کہا۔ آپ کا مال تیار موجود ہے۔ وصول فرما لیجئے۔ تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا ابو محمد طلحہؓ وہ آپ کا ہے آپ کی مروت کے پیشِ نظر آپ کی امداد ہے۔ محتاج اور فقیر مسلمانوں کی مالی خدمت جتنی حضرت عثمانؓ نے کی اور کسی نے شاید ہی کی ہو۔

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں سخت قحط پڑا۔ لوگ بہت پریشان تھے۔ ایک روز حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا۔ کہ آج شام تک اللہ تمہاری پریشانی دور کر دے گا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے ایک ہزار اونٹ غلہ کے آئے۔ مدینہ کے تاجر حضرت عثمانؓ کے پاس خریداری کے لیے پہنچے۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا کہ اچھا ملک شام کی خرید پر تم لوگ کس قدر نفع دو گے۔ تاجروں نے کہا کہ دس روپے پر بارہ روپے۔ فرمایا مجھے اس سے زیادہ ملتا ہے۔ آخر ہوتے ہوتے تاجروں نے کہا کہ ہم دس

Marfat.com

روپے کی خرید پر پندرہ دیں گے۔آپؓ نے فرمایا۔ مجھے اس سے بھی زیادہ مل رہا ہے۔ تاجروں نے کہا کہ وہ زیادہ دینے والا کون ہے؟ مدینے کے تاجر تو ہم ہی لوگ ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ مجھے ایک روپے مال کی دس روپے قیمت مل رہی ہے کیا تم اس سے زیادہ دے سکتے ہو۔ تاجروں نے انکار کر دیا۔تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں تم لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ سب غلہ اللہ کی راہ میں فقرائے مدینہ کو دے دیا۔ ہر جمعہ کو غلام آزاد کرنے کا آپؓ کا معمول تھا۔اگر کسی جمعہ کو غلام نہ ملتا تو دوسرے جمعہ کو دو آزاد کرتے۔شہادت کے دن بیس ۲۰ غلام آزاد کیے۔حمران بن ابان آپ ہی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ جو اپنے زمانے کے مشہور محدّث اور فقیہہ تھے۔

بیواؤں اور یتیموں کی انتہائی خبر گیری کرتے تھے۔آپ مسلمانوں کی عسرت اور تنگ حالی سے بہت دکھی ہوئے تھے۔ایک دفعہ ایک جہاد میں ناداری اور مفلسی کے باعث مسلمانوں کے چہرے اُداس تھے۔اور اہل نفاق ہشاش بشاش اکڑتے پھرتے تھے۔اسی وقت آپؓ نے چودہ اونٹوں پر سامان خورد ونوش بار کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا کہ اس کو مسلمانوں میں تقسیم کرا دیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سیدّنا عثمان غنیؓ صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت میں سب سے زیادہ متمول اور مال دار تھے۔مگر آپؓ نے اپنی ساری دولت اور سارا مال اس طرح فی سبیل اللہ لٹا دیا کہ آخر وقت آپ کے پاس کچھ بھی نہ رہا چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ''میرے پاس اس وقت دو اونٹوں کے سوا کوئی مالِ مویشی نہیں۔

حالانکہ جس وقت میں نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی تھی بلا شبہ عرب میں سب سے زیادہ اونٹوں اور بکریوں کا مالک تھا اور آج میرا ایک اونٹ ہے، نہ ایک بکری

Marfat.com

سوائے دو اونٹوں کے! جو حج (کے سفر) کے لیے چھوڑے ہیں۔"

کروڑوں کا مالک اور ملک عرب میں سب سے زیادہ صاحب مال و دولت!

مگر آج ایک بکری تک باقی نہیں۔ سب کچھ فی سبیل اللہ قربان کر دیا۔

حضرت عثمان کی شخصیت سخاوت، فیاضی اور دریا دلی میں اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی پہلی اہلیہ جب انتقال فرما گئیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح بھی اُن سے کر دیا اور فرمایا اگر میری ۱۰۰ لڑکیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے اُن کو حضرت عثمانؓ کے عقد میں دے دیتا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ میں اپنی صاحبزادی کی شادی عثمانؓ سے کروں۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں پانی تھا۔ اور ٹانگیں پانی میں ہونے کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں گھٹنوں سے یا ایک گھٹنے سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ پس جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ڈھانپ لیا۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ اس عالم میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں پنڈلیاں کچھ ظاہر ہو رہی تھیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے

Marfat.com

اور گفتگو فرماتے رہے۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی اور اسی طرح لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اجازت طلب کی۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے۔ حضرت عثمانؓ آ کر باتیں کرتے رہے جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا فکر واہتمام نہیں کیا۔ پھر حضرت عمرؓ آئے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی فکر واہتمام نہیں کیا اور جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور اپنے کپڑے درست کر لیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس شخص سے کیسے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں"۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علے وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری امت میں سب سے زیادہ حیادار عثمان بن عفان ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ اور اللہ کے دین کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہیں۔ اور سب سے حیادار عثمان بن عفان ہیں اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علیؓ ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک باغ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایک لکڑی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی اس کو پانی اور مٹی میں پھیر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص نے دروازہ کھولنے کیلئے کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دروازہ کھول کر اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا

Marfat.com

کہ آنے والے حضرت ابوبکرؓ تھے۔ میں نے دروازہ کھول کر ان کو جنت کی بشارت دے دی۔ پھر ایک شخص نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دروازہ کھول کر اسکو بھی جنت کی شہادت دے دو۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ میں گیا تو وہ حضرت عمرؓ تھے۔ میں نے دروازہ کھول کر ان کو جنت کی بشارت دے دی۔ پھر ایک شخص نے دروازہ کھولنے کیلئے کہا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا۔ درواز کھول دو۔ اور اسکو مصائب و آرام کے ساتھ جنت کی بشارت دے دو۔ تو وہ حضرت عثمانؓ بن عفان تھے۔ میں نے درو زاہ کھولا اور ان کو جنت کی شہادت دے دی اور جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا وہ کہہ دیا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا، اے اللہ! صبر عطا فرما۔

حضرت عبداللہ بن سہرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سعید بن زید کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں عثمانؓ سے بہت زیادہ بغض رکھتا ہوں اتنا بغض میں نے کسی سے کبھی نہیں رکھا۔ تو آپؓ نے فرمایا۔ تو نے نہایت ہی بری بات کہی ہے۔ تو نے ایک ایسے آدمی سے بغض رکھا جو کہ اہل جنت میں سے ہے۔

حضرت عصمہؓ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحبزادی جو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں فوت ہو گئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عثمانؓ کی شادی کراؤ اگر میرے پاس میری بیٹی ہوتی تو اسکی شادی بھی میں عثمان کے ساتھ کر دیتا۔ اور میں نے اسکی شادی وحی الٰہی کے مطابق ہی کی تھی۔

:❁:❁:❁:❁:❁:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

Marfat.com

میں ایک جنازہ لایا گیا کہ آپ اس پر نماز پڑھیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نماز نہیں پڑھی عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ کو کسی کی نماز جنازہ چھوڑتے نہیں دیکھا تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ عثمانؓ سے بغض رکھتا تھا۔ تو اللہ نے بھی اس سے بغض رکھا۔

ایک بار حضرت عثمانؓ اپنے باغ میں لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لا رہے تھے جبکہ ان کے کئی غلام تھے۔ کسی نے عرض کیا آپؓ نے یہ گٹھا کسی غلام سے کیوں نہ اٹھوالیا؟ آپؓ نے فرمایا۔ میں یہ اپنے کسی غلام سے اٹھوا سکتا تھا مگر میری مرضی تھی کہ اپنے نفس کو آزماؤں کہ وہ اسے عاجزی سے قبول کرتا اور پسند کرتا ہے یا نہیں۔ یہاں یہ بات واضح ہے کہ حضرت عثمانؓ ریاضت نفس کو اپنا رہے تھے۔ کہ کہیں وہ مال ومنال سے مطمئن نہ ہو جائے۔ آپؓ ہر رکعت کے قیام میں سبع طوال پڑھتے تھے۔ اور رات کو بیدار رہتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بھلائی کو چار چیزوں میں جمع پایا۔

۱۔ نوافل کے ذریعے خدا سے محبت کے اظہار میں۔

۲۔ احکام خاوندی پر صبر میں۔

۳۔ خدا کی مقرر کردہ تقدیر پر راضی ہو رہنے میں۔

۴۔ اللہ کی نگاہ سے حیا کرنے میں۔

حضرت عثمانؓ دن کو روزہ رکھتے۔ رات کو قیام کرتے اور تنہائی میں سوتے اور اکثر ایک رکعت میں قرآن ختم کیا کرتے۔ لوگوں کو خطبہ سناتے اور لوگوں کو اچھا طعام کھلاتے اور خود گھر میں جا کر سرکہ اور تیل کھاتے اور اپنے غلام کو ہمراہ شامل کرتے۔ اس کو عیب نہ جانتے اور آپؓ جب کسی قبر پر سے گزرتے تو اتنا روتے کہ داڑھی مبارک

Marfat.com

بھیگ جاتی۔

حضرت ابو اشعث صغانی سے روایت ہے کہ چند خطباء شام میں کھڑے ہوئے تھے ان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی صحابی تھے ان ہی سب سے آخری آدمی کھڑے ہوئے جن کا نام حضرت مرہ بن کعب تھا انہوں نے فرمایا! اگر میں نے ایک حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ سنی ہوتی تو میں نہ کھڑا ہوتا۔ انہوں نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر فرمایا۔ اور ان کا نزدیک ہونا بیان کیا اتنے میں ایک شخص کپڑے سے سر کو لپیٹے ہوئے گزرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ فتنہ و فساد کے دن یہ شخص حق و ہدایت پر ہوگا۔ میں اس کی طرف اٹھا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمانؓ ہیں۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہی ہیں۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے عثمانؓ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی دن امرِ خلافت پر فائز کرے اور منافقین یہ ارادہ کریں کہ وہ تمہاری قمیص خلافت جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے پہنائی ہے اس کو تم اتار دو تو اسے ہرگز نہ اتارنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا تین مرتبہ فرمایا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہِ اُحد پر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تھے۔ تو اتنے میں پہاڑ لرزاں ہو گیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے خدا! ٹھہر جا..... راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

وسلم نے اسے قدم مبارک سے ٹھوکر بھی لگائی اور فرمایا کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت اور اس کے بعد حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں دونوں خلفائے راشدین کا بھرپور ساتھ دیا۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں آپؓ مفتی کی حیثیت سے فتویٰ جاری فرماتے رہے۔ اس کے علاوہ کاروبارِ خلافت میں مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد آپ تیسرے خلیفہ راشد مقرر ہوئے۔ تو لوگ حضرت عثمان غنیؓ کی طرف بیعت کرنے کیلئے بڑھنے لگے اس ضمن میں ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے آپؓ کے ساتھ حضرت علیؓ نے بیعت کی۔ صحیح بخاری کے مطابق حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا عثمانؓ اپنا ہاتھ بڑھائیے۔ پس انہوں نے عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر اہل مدینہ نے باری باری ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ 3 محرم 24 ہجری کا یوم تھا۔ اس وقت آپکی عمر قمری سن کے لحاظ سے 70 برس تھی۔

خلافت کی بیعت کے بعد امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ نے سب سے پہلی نماز جو عام مسلمانوں کے ساتھ بحیثیت خلیفہ ادا فرمائی وہ عصر کی نماز تھی۔ اس کے بعد آپؓ منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تشریف لے گئے اور موجود مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ اللہ کی حمد وثنا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کے بعد آپؓ نے

Marfat.com

فرمایا۔

اے لوگو! تم سب دار مسافرت میں ہو۔ عمر کا جو حصہ باقی ہے بس اس کو پورا کرنے والے ہو۔ اس لیے تم زیادہ سے زیادہ جو بھی کر سکتے ہو اپنے اپنے مقرر ہ وقت سے پہلے اُسے کر گزرو کیونکہ دنیا ایک فریب کوہ ہے۔ کہیں دنیا زیب وزینت تمہیں اس کے پیش وخم میں نہ الجھا دے۔ تم سے پہلے جو قومیں گزری ہیں۔ ان کے حالات سے عبرت حاصل کرو۔ غفلت کو اپنا شکار نہ بناؤ۔ کہاں ہیں وہ ارباب دنیا جنہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ دنیا کی محبت میں غرق ہو کر اللہ کو بھولنے والے لوگ کہاں گئے۔ کیا دنیا نے ان کو اپنے سے دور نہیں پھینک دیا؟ تم بھی دنیا کو اس طرح پھینکو اور ہمیشہ آخرت کی تلاش جاری رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بہترین مثال سے سمجھایا ہے۔'' اے پیغمبر! آپ لوگوں کو بتایئے کہ دنیا کی زندگی کی مثال پانی کی طرح ہے جس کو ہم نے بارش کی شکل میں آسمان سے اتارا۔'' حضرت عثمان غنیؓ نے خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد اپنے گورنروں خراج افسروں، سرحدی کمانڈروں کے علاوہ عام عوام کے نام مکاتب اور فرامین جاری کیے جس میں اپنی حکومت کی حکمت عملی اور سیاسی پالیسی کے بارے میں ہدایات جاری فرمائیں۔ مختلف صوبوں کے گورنوں کے نام یہ مراسلہ لکھا۔

''حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ حکام اعلیٰ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ رعایا کے محافظ ونگران ہوں اور اس بات کا حکم نہیں دیا کہ وہ رعایا سے صرف ٹیکس وصول کریں۔ مسلمانوں کے اس سے پہلے حکام اعلیٰ نے ہمیشہ اپنے آپ کو صرف ٹیکس وصول کرنے والا تصور نہیں کیا بلکہ اپنے آپ کو عایا

Marfat.com

کارنگران ومحافظ ہی سمجھا۔لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہونے والا ہے کہ آپ کے حکام اعلیٰ صرف محصل ٹیکس ہو جائیں اور محافظ ونگران نہ رہیں۔اگر ایسا ہوا تو حیاء۔امانت اور وفا ناپید ہو جائیں گے سب سے زیادہ صحیح طرز عمل اور حسن سیرت یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاملات ان کے نفع ونقصان اور ان کے مفادات میں دلچسپی لی جائے۔ان کے حقوق انہیں دیئے جائیں اور اسلام کے جو حقوق ان کے ذمہ ہیں وہ ان سے وصول کیے جائیں مسلمانوں کے بعد غیر مسلم رعایا سے عدل وانصاف سے پیش آیا جائے اس کے بعد تمہارے ان دشمنوں کے معاملات ہیں جن پر تم نے چڑھائی کی ہوئی ہے۔پس ان پر عدل ووفا سے فتح حاصل کرو۔''

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے عہد خلافت میں تین براعظموں ایشیاء۔افریقہ اور یورپ میں مختلف محاذوں پر اپنی سپہ سالارانہ قیادت میں اپنی افواج کی ارفع ترین صلاحیتوں کا دنیا سے لوہا منوایا۔آپؓ نے عہد فاروقیؓ کے ممالک مفتوحہ سے بغاوتوں کا خاتمہ کیا۔ایران کی فتح کی آغاز عہد فاروقیؓ سے ہو گیا اور قادسیہ، یرموک اور مدائن وغیرہ کی جنگوں نے دشمن کے عزائم خاک میں ملا دیئے لیکن اس کے باوجود شاہ یزدگرد مختلف ممالک میں اعوان وانصار کی تلاش میں پھر رہا تھا تاکہ انہیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جاسکے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اس صورتحال میں ایران کی فتح کی تکمیل کی اس کے ساتھ ساتھ اس کے متصلہ ملکوں خراسان۔افغانستان اور آذربائیجان کا ایک وسیع علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل کرلیا۔اس طرح براعظم افریقہ میں طرابلس اور مراکش وغیرہ

Marfat.com

کو فتح کیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ادوار میں مسلمانوں نے صرف زمینی جنگوں میں مہارت کا مظاہرہ کیا تھا لیکن انہیں بحری جنگ کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ جبکہ قیصر روم روز بروز اپنی بحری طاقت میں اضافہ کر رہا تھا۔ اور اس بات کا شدید خطرہ تھا کہ کہیں اس کی بحری طاقت اہل اسلام کیلئے نا قابل تسخیر اور خطرناک نہ ثابت ہو۔ اس صورتحال میں حضرت عثمان غنیؓ نے کمال عسکری فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک عظیم الشان اسلامی بحری بیڑا تیار کیا اور اس کے ذریعے قبرص اور دوسرے کئی جزیروں کو فتح کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دور حکومت میں جو فتوحات کیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ان علاقوں کی فتوحات جو عہد فاروقیؓ میں مفتوحہ ہونے کے بعد باغی ہو چکے تھے۔

۲۔ اہل کفر کے وہ علاقے جنہیں حضرت عثمانؓ کے دور میں فتح کیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کے خلیفہ بنتے ہی آذربائیجان کے لوگوں نے بغاوت کر دی اور اپنے اس معاہدے کو توڑ دیا۔ جو انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ سے دور خلافت میں لشکر اسلام سے کیا تھا۔ اس پر حضرت عثمان غنیؓ کو بہت دکھ ہوا چنانچہ آپ نے کوفہ کے گورنر حضرت ولید بن عقبہؓ کو لشکر کشی کا حکم دیا۔ لہٰذا گورنر کوفہ حضرت ولید بن عقبہؓ نے آذربائیجان پر حملہ کر کے فتح حاصل کی اور بہت سا مالِ غنیمت بھی ہاتھ لگا اس جنگ میں آذربائیجان کے لوگوں نے معاہدہ کر کے امان حاصل کر لی۔ اسی طرح اسکندریہ پہلے عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں فتح ہوا تھا بعد میں یہاں بھی بغاوت ہو گئی۔

چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو چودہ پندرہ ہزار لشکر کے

Marfat.com

ساتھ اسکندریہ روانہ کیا۔

اس جنگ میں مسلمان کامیاب ہوئے اور دشمنان اسلام کا سپہ سالار منویل مارا گیا۔ اور شہر پر دوبارہ مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اس زمانے میں افریقہ میں جرجیر نامی ایک شخص وہاں کا فرمانروا تھا جو دراصل رومی شہنشاہ ہرقل کا باجگزار تھا مسلمانوں نے جب مصر پر قبضہ کر لیا اور افریقہ کا کچھ حصہ بھی ان کے ہاتھ میں آ گیا تو وہ زیادہ تر وقت سوچتا رہتا کہ کس طرح مسلمانوں کو مصر سے نکالا جائے اور یہ منصوبے دبیدراصل ہرقل رومی کے تھے۔ جو خود تو مسلمانوں سے شکست کھا چکا تھا۔ لیکن اب اپنے ساتھیوں (باجگزروں) کی معرنت مسلمانوں کو نیچا دکھانا چاہتا تھا۔

جرجیر نے مسلمانوں کے مقابلے کیلئے ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا جس میں زیادہ تعداد رومیوں اور بربروں کی تھی۔ جب مسلمانوں کو اس کی اطلاع ملی تو حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت عبداللہ بن سعدؓ کو حکم دیا کہ وہ افریقہ فتح کرنے کیلئے روانہ ہوں۔ جب یہ لشکر وہاں پہنچا تو مسلمانوں کے دستور کے مطابق پہلے جرجیر کو دعوت اسلام دی لیکن اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر اس سے کہا گیا کہ اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتا تو اسلامی حکومت کو جزیہ دے۔ اس نے صاف انکار کر دیا کہ وہ کسی بھی صورت میں مسلمانوں کو جزیہ دینے کیلئے تیار نہیں۔ لہٰذا پھر حضرت عبداللہ بن سعدؓ نے ان سے کہا کہ پھر جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ جرجیر نے کہا میں بالکل تیار ہوں چنانچہ جنگ شروع ہو گئی۔ چالیس روز تک خوب زور و شور سے لڑائی جاری رہی۔ مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ حالانکہ اس دوران حضرت عثمان غنیؓ نے دو لشکر یکے

Marfat.com

بعد دیگرے مسلمانوں کیلئے بطور کمک بھی روانہ فرمائے۔ جبکہ دوسرے لشکر میں انتہائی تجربہ کار اور نامور صحابہ کرام تھے۔ جن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن العاصؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن جعفر طیارہؓ اور حضرت حسن بن علیؓ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جب کافی دنوں تک حضرت عثمانؓ کو کوئی فتح کی خبر نہ ملی تو آپؓ نے ایک تیسرا لشکر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی سرکردگی میں بطور کمک روانہ کیا۔ اور انہیں تاکید کی کہ انتہائی تیزی کیساتھ محاذ پر پہنچیں۔ ادھر اسلامی فوج طویل جنگ کے باعث قدرے تھک چکی تھی۔ تازہ دم لشکر کے پہنچنے سے ان کی تھکاوٹ دور ہوگئی۔ اور انہوں نے زوردار اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ جب جرجیر اور اسکے ساتھیوں نے مسلمانوں کی خوشی کی وجہ دریافت کی اور جب ان کی وجہ معلوم ہوئی کہ مسلمانوں کے دارالخلافہ مدینہ منورہ سے امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ نے تازہ دم فوج ان کی مدد کیلئے بھیجی ہے تو جرجیر اور اسکی فوج کے سپاہی اپنے حوصلے کھو بیٹھے۔

اس جنگ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جب جرجیر کو دیکھا تو اسکی طرف تیزی سے پہنچا تو وہ جان بچانے کیلئے بھاگا مگر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسکے قریب پہنچ کر اپنی تلوار کے ایک ہی وار سے اسکا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھا لیا۔ جرجیر کا سر دیکھ کر اسکی فوج کے سپاہی دل ہار بیٹھے اور انہوں نے بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی۔ اس جنگ میں کافی قیدی بنائے گئے۔ اور اتنی بڑی فوج کا تمام سامان حرب اسلامی لشکر کے ہاتھ لگا۔ افریقہ کی اس مشہور جنگ کو تاریخ میں ''حرب العبادلہ'' بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے تمام سپہ سالاروں کے نام عبداللہ تھے۔

ان فتوحات کی خبر لے کر حضرت مروان ابن الحکمؓ جب مدینہ منورہ پہنچے تو اہل

Marfat.com

مدینہ بہت خوش ہوئے آپؓ نے مجاہدین اسلام کے خطوط ان کے عزیز واقارب کو پہنچائے اور لاکھوں دینار کی رقم جو ان جنگوں میں مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی تھی حضرت عثمانؓ کی خدمت اقدس میں پیش کی۔

مسلمانوں کو آج تک کی فتوحات صرف خشکی کے راستے سے تھیں۔ بحری راستے سے انہوں نے ایک بھی ملک فتح نہیں کیا تھا۔ اور یہ بحری طاقت تھی کہ جسکی وجہ سے ہرقل روم نے فوجی جہاز بحرہ روم کے ذریعے بھیج کر اہل اسلام سے اسکندریہ چھین لیا تھا۔ یہی سبب تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں ساحلی علاقوں پر فوجی چھاؤنیاں قائم کردی تھیں۔ تاکہ رومیوں کے بحری حملے کا جواب دیا جاسکتے۔ لیکن ادھر حضرت امیر معاویہؓ جانتے تھے کہ رومیوں کی مسلمانوں کے خلاف جس قدر سرگرمیاں ہیں ان میں سب سے بڑی چیز ان کی بحری طاقت کا نشہ ہے۔ لہٰذا جب تک ان کے اس نشے کو ہرن نہیں کیا جائے گا اور سمندر میں آگے بڑھ کر ان کے غرور کو پامال نہیں کیا جائے گا کچھ رومی ہر وقت دردِ سر بنے رہیں گے۔ دوسرے وہ علاقے جن تک پہنچنے کیلئے راستے میں سمندر حائل ہے ان تک بھی اسلامی دعوت اور تہذیب و معاشرت اس وقت تک نہیں پہنچ پائے گی جب تک بحری طاقت کا بندوبست نہ کیا جائے۔ لہٰذا اس کے لیے بحری بیڑا ایک ناگزیر ضرورت تھی۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ نے بحری بیڑے کی تشکیل کی اجازت کے لیے حضرت عثمان غنیؓ کو لکھا۔ اور برابر بحری جہاد کی اجازت کی طلب میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان غنیؓ نے اسکی اجازت دے دی او فرمایا۔ کہ اس کیلئے نہ تو تم لوگوں کو منتخب کرو اور نہ ان میں قرعہ اندازی کرو بلکہ انہیں اختیار دو۔ ''پس جو کوئی خوشی سے بحری لڑائی کیلئے آمادہ ہو اسے لے جاؤ اور اسکی ہر طرح

Marfat.com

سے مدد و معاونت کرو۔"

حضرت امیر معاویہؓ نے ایسا ہی کیا اور عبداللہ بن قیس الحارثی کو امیر البحر بنایا۔

"انہوں نے سردی اور گرمی میں پچاس بحری لڑائیاں لڑیں جن میں ایک آدمی بھی غرق نہ ہوا۔ اور نہ ہی کسی کو کوئی مصیبت پیش آئی اور وہ دعا کرتے رہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لشکر کو خیر و عافیت سے رکھے۔ اور ان میں سے کسی کو بھی مصیبت میں مبتلا نہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔ بہر حال حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کی سب شرطیں منظور کر لیں۔ اور عظیم الشان بحری بیڑا تیار کیا۔ اور 28ھ میں پہلا اسلامی بحری بیڑا پہلی دفعہ بحر روم میں اترا اور اس طرح افریقہ اور یورپ کی وسیع سرزمین پر اسلامی جھنڈا لہرانے اور دین کی تبلیغ و اشاعت کے امکانات پیدا ہو گئے۔ سب سے پہلے روم کی قدیم منظم مضبوط و مستحکم سلطنت پر حملہ۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کیا آپ ہی کے ہاتھ پر قبوص فتح ہوا۔ اور پھر اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لیے یورپ کا دروازہ کھل گیا۔

غرضیکہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت اور عہد اقتدار میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغی ذلیل ہوئے اہل اسلام دنیا کے گوشے گوشے پر غالب آئے۔ اور اسلام کا ستارہ اقبال جگہ جگہ چمکا۔ آپؓ ہی کے زمانے میں دین حق کو غلبہ نصیب ہوا۔ فارس و روما کے خزانے آپؓ ہی کے عہد خلافت میں اہل اسلام کو غنیمت میں ملے۔ اور آپ کے مبارک ہاتھوں سے مسلمانوں میں تقسیم ہوئے۔ قیصر و کسریٰ کا اقتدار خاک میں مل گیا۔ قیصر حد درجہ ذلیل ہو کر مرا۔ فتوحات اسلامی کے اعتبار سے حضرت عثمانؓ کا زمانہ اسلامی تاریخ میں بے مثال ہے۔ کیونکہ بے حد

Marfat.com

فتوحات ہوئیں۔ مشرق میں علاقہ جات خراسان ۔ ماوراء النہر۔ ترکستان، سندھ اور کابل، مغرب میں سوڈان، سکندریہ، مراکو تیونس، طرابلس الغرب فتح ہوئے۔ سب سے پہلے بحری بیڑا بنایا جس سے ہرقل کے بیڑے کو تباہ کیا۔ پھر بڑے بڑے جزائر فتح کیے قبرص کریٹ مالٹا وغیرہ ان ہی کے فتح کردہ جزیرے ہیں حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلے اقتدار سنبھالتے ہی جو پہلا کام کیا وہ فوجی نظام کی پختگی اور اہل فوج کی تنخواہ میں اضافہ تھا۔ کہ وہ فکر معاش میں آزاد ہو کر اپنی تمام تر توجہ اسلام کی نصرت میں صرف کر دیں۔

اس زمانے میں حمل ونقل کے ذرائع نہ تھے۔ جنگی سواریاں گھوڑے یا اونٹ، لہٰذا ان کی پرورش کیلئے چراگاہوں کی ضرورت تھی۔ تو تمام ملک میں گھوڑوں اور اونٹوں کی پرورش کے لیے نہایت وسیع چراگاہیں بنوائیں۔ اور منتظمین چراگاہ کیلئے مکانات تعمیر کرائے۔

حضرت عثمانؓ نے مشاہرات وظائف میں مستقل اضافہ کے علاوہ بعض دفعہ اپنے سرفروش مجاہدین کی حوصلہ افزائی کیلئے خاص انعامات سے بھی نوازا۔ اس طرح حکام وعمال کا احتساب کا آپ نے خیال رکھا۔ اگرچہ آپؓ ذاتی طور پر نرم رقیق القلب اور کریم النفس تھے وہاں بحیثیت امیر المومنین کی حیثیت سے بہت شدید محتسب تھے۔ اس درجہ شدید کہ کسی بڑی شخصیت سے بھی مرعوب نہ ہوتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح ایران، مگر جب آپ نے کوفہ کے بیت المال سے ایک بڑی رقم قرض لی۔ جسے ادا نہ کر سکے تو حضرت عثمانؓ شدید ناراض ہوئے اور انہیں معزول کر دیا۔

Marfat.com

حضرت عمروؓ بن العاص (فاتح مصر) جب نئی نہروں کے جاری ہونے پر بھی مصر کے خراج میں اضافہ نہ کر سکے تو ان کو بھی معزول کر دیا۔

ولید بن عقبیٰ (گورنر کوفہ) پر شراب پینے کا الزام لگایا گیا تو انہیں تحقیات کے بعد معزوں کر کے ان پر اعلانیہ حد جاری کی۔ اور ولید کو چالیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

عہد عثمانی میں عدالت کا محکمہ بھی مستقل تھا۔ اسکی صوبائی اور مرکزی تنظیم جداگانہ تھی۔ رعایا کے ساتھ عدل وانصاف بدرجہ کمال تھا۔ ایک گشتی اعلان ملک مین جاری کیا کہ جسکو مجھ سے یا میرے اعمال سے کوئی شکایت ہو وہ حج کے موقع پر مجھ سے یا میرے عمال سے اپنا حق لے سکتا ہے۔ آپؓ نے مسجد بنویؐ میں عبادت گزاروں، اعتکاف بیٹھنے والوں مسافروں اور مسکینوں کیلئے عام دستر خوان بھی بچھا دیا۔ اپنی رعیت کو اس درجہ خوشحال رکھنے کی کوشش کی کہ پیدا ہوتے ہی بچوں کا وظیفہ مقرر فرما دیتے تھے۔ اور جب کثرت سے مما لک فتح ہوئے اور خراج کی کثیر رقم آئی تو آپؓ نے مستحق لوگوں کو بہت زیادہ وظائف دیئے۔ آپؓ نے ہر آدمی کو ایک لاکھ ہمیانی (دینے) کا حکم دیا۔ ہر ہمیانی میں چار ہزار اوقیہ تھا۔ (اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔) امن وامان دولت وثروت کے اعتبار سے عہد عثمانی اسلامی تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔

مذہبی خدمات کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ کا سب سے زیادہ روشن کارنامہ قرآن پاک کو اختلاف وتحریف سے محفوظ کرنا اور اسکی عام اشاعت ہے۔

آپؓ کے عہد رسالت میں جب فتوحات اسلامی کا طوفان برپا ہوا اور اسلام کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تو مسلمانوں میں تلفظ اور قرات قرآن میں اختلاف پیدا ہونے لگا تو سیدنا حذیفہ بن الیمانؓ کو آرمینیہ اور آذربائیجان کی فتوحات کے دوران اس قسم کے

Marfat.com

کئی تجربات ہوئے لہٰذا، وہاں سے واپسی پر انہوں نے اس بارے میں امیر المومنین سے تذکرہ کیا اور خدشہ ظاہر کیا ''امیر المومنین! اس امت کی جلد خبر لیجئے اس سے پہلے کہ ان میں یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف پیدا ہو۔''

اختلاف قرآت کی بات یہاں تک بڑھی کہ خود مدینہ منورہ کے معلموں کے مابین بھی اختلاف پید ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ نے تمام صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور پھر رائے دی کہ ہم تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کریں تا کہ مستقبل میں کوئی اختلاف کا خطرہ نہ رہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت حفصہ بنت عمرؓ سے قرآن حکیم کا وہ نسخہ منگوایا جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں لکھا گیا تھا۔ حضرت عثمان نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو جس میں حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن الحارثؓ شامل تھے۔ اس کام پر مامور کیا کہ وہ عہد صدیقیؓ کے مرتب شدہ اس قرآنی نسخے سے اسکی نقول تیار کریں۔ حضرت عثمانؓ نے اگرچہ املاء اور نقول کا کام ان چار صحابہ کرام کے سپرد کیا تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت کثیر بن افلح اور حضرت انس بن مالکؓ اور کئی اور صحابہ کرام کو بھی ان کی مدد اور تعاون کیلئے مامور فرما دیا۔

ان صحابہ کرم نے اس نسخہ سے قریش کی قرات سے متعدد نقول تیار کر لیں۔ تو مملکت اسلامیہ کے ہر افق میں صحابہ کرم کی اس تیار شدہ نسخہ کی ایک ایک کاپی بھیج دی گئی۔ حضرت عثمانؓ نے قرآن حکیم کی جمع و ترتیب میں ان امور کا خاص خیال رکھا کہ:۔

ا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں جو مصحف تیار ہوا تھا۔ اس میں سورتیں مرتب نہیں تھیں۔ حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ جامعین نے سورتوں کو

Marfat.com

ترتیب کے ساتھ لکھا۔

۲۔ مصحف میں صرف وہی آیات درج کی گئیں جن کے قرآن ہونے کا قطعی یقین تھا۔ حضرت عثمانؓ کے اس کارنامہ کو تمام صحابہ کرام نے بے حد سراہا۔ حضرت عثمانؓ کا مقصد صرف یہ تھا کہ جو قراتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت اور معروف ہیں ان پر مسلمانوں کو جمع کر دیں۔ تو آپکا یہ سب سے بڑا کارنامہ ''جمع القرآن'' ہے۔ حضرت عثمانؓ خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ کاتبان وحی میں سے تھے۔ کتابت قرآن کے ساتھ ساتھ آپکو قرات قرآن میں بھی خاص شغف حاصل تھا۔ آپ قرآن مجید کے حافظ تو تھے ہی لیکن کثرت تلاوت کی وجہ سے اپنے خطبات اور خط و کتابت میں اکثر قرآن حکیم کی آیات کا حوالہ دیتے تھے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ تو بہت طویل بیان کو چاہتا ہے اور اس مضمون میں، میں طوالت اختیار نہیں کر سکتی۔ بس خلاصہ یہ ہے کہ آپؓ کی خلافت کے آخری دنوں میں کچھ لوگوں کو آپؓ سے اختلاف پیدا ہوا اور وہ اختلاف بڑھتے بڑھتے اس تک پہنچا کہ بغاوت رونما ہوئی اور باغیوں نے آپ کا محاصرہ کیا آپؓ پر پانی بند کیا اور اس طرح مظلومیت کے ساتھ شہید کر دیا۔

ابتداء یوں ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتری مبارک جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت صدیقؓ کے ہاتھ میں رہی اور ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ میں رہی ان کے بعد حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں آئی۔ ایک

Marfat.com

روز حضرت عثمانؓ اریس نامی کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ انگوٹھی آپکے ہاتھ سے کنویں میں گر پڑی۔

تین روز تک وہ انگوٹھی تلاش کی گئی تمام پانی کنویں کا نکالا گیا بہت تلاش کیا گیا مگر انگوٹھی کا پتہ نہ چلا اس انگوٹھی کا گم ہونا تھا کہ سارا نظام درہم برہم ہو گیا اور حضرت عثمانؓ پر نکتہ چینیاں شروع ہو گئی۔

حضرت عثمان غنیؓ نرم خو اور نیک مزاج خلیفہ تھے آپؓ نے ذوالقربیٰ (رشتے دار) کے اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے عزیز و قارب کے ساتھ حسن سلوک کیا اور انہیں اچھے عہدوں پر فائز کیا۔ آپؓ کے دل میں اگرچہ بنو امیہ یا بنو ہاشم کا خیال نہیں تھا لیکن مخالفین نے حضرت عثمانؓ کے حسن سلوک کو اقربا پروری کا نام دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ اگر چاہتے تو چند فتنہ پرور لوگوں کو طاقت سے ختم کرا سکتے تھے لیکن آپکی طبیعت نے گوارہ نہ کیا اور مخالفین نے آپؓ کی نیکی سے فائدہ اٹھا کر آپکو اسقدر بدنام کیا کہ وہ آپکے خون کے پیاسے ہو گئے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب کسی بھی ملک کے سماجی اور سیاسی حالت نا ساز گار ہوتے ہیں اور عام ذہین اس سے متاثر ہونے لگتا ہے تو بعض موقع پرست لوگ کسی تحریک کے بانی اور قائد کی حیثیت سے ابھرتے ہیں۔ اور اپنے مفادات کو تکمیل کیلئے ان ان حالت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت ایک نام نہاد مسلمان عبداللہ بن سباء نے نہ صرف خلافت عثمانیؓ بلکہ اسلام کے خلاف ایک تحریک شروع کر دی۔ یہ شخص عملاً یہودی تھا۔ اور یمن کا باشندہ تھا حضرت عثمانؓ کے عہد میں مسلمان ہونے کا اعلان کیا 25ھ میں اس نے ظاہری طور پر اسلام کو قبول کیا لیکن اندر سے وہ مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ وہ اپنے ان یہودی بھائیوں کا بدلا لینا چاہتا تھا

Marfat.com

جنکو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا تھا۔ لہٰذا اس نے اندر ہی اندر ایک خفیہ تحریک چلائی۔

عبداللہ بن سباء نے اسلامی امیہ حدیث اور قرآن کا اتنا گہرا مطالعہ کیا کہ نہ تو کوئی عربی اسکی زباندانی کا مقابلہ کرسکتا تھا اور نہ کسی فقیہ وحدیث کو یہ تاب تھی کہ اسے جھٹلا سکے۔

اس نے سب سے پہلے تو بنی ہاشم اور بنی امیہ کی دبی ہوئی رنجش کو ابھارنے کی کوشش کی۔ جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مساوات اور بھائی چارہ کے اصول سے ختم کرا دیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے گمراہ کن عقائد کا سہارا لیکر مسلمانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور اختلاف کے بیج بوئے۔ عبداللہ بن سباء کو مالی امداد یہود و نصاریٰ کے بڑے بڑے روٴسا سے ملتی تھی۔ دولت کی اسے کمی نہ تھی۔ اس نے ملک کے مختلف شہروں میں دورے شروع کے اور حضرت عثمانؓ کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اس نے ہر شہر اور ملک میں مرکز قائم کیے اس کے داعی اور سفیروں نے ہر جگہ دورہ کر کے حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ گورنروں کے خلاف زہر اگلا اور امن و عافیت کی فضا کو زہر آلودہ کر دیا۔

ایک جگہ کے گورنر کی زیادتیوں کا فرضی داستان دوسرے گورنر کو دی جاتی۔ عوام کو مسجدوں اور بازاروں میں جمع کر کے بتایا جاتا کہ امیہ سے حضرت عثمانؓ کی تعلق ہے اور وہ بنو ہاشم پر طرح طرح کے ظلم ڈھا رہے ہیں۔ صوبوں سے مرکز والوں کو خطوط بھجواتا جس میں اموی عمال کی جھوٹی کہانیاں لکھی جاتیں۔ تا کہ نتیجہ یہ ہوا کہ کوفہ والے بصرہ والوں پر اور بصرہ والے افسوس کرتے اور دمشق والوں کو مصر میں ہونے والی

Marfat.com

داستانوں کو پڑھ کر رونا آتا۔

عبداللہ بن سباء نے حضرت عثمانؓ کے خلاف اس قدر منظم طریقہ سے پروپیگنڈہ کیا اور خفیہ خط و کتابت کا ایسا جال پھیلایا کہ کچھ عرصے میں اسلامی خلافت کے تمام صوبوں میں حضرت عثمانؓ اور بنو امیہ کے خلاف نفرت پھیل گئی۔

مفسدین کی طرف سے آپؓ پر جو الزامات لگائے گئے تھے وہ بھی بدنیتی پر مبنی تھے۔ اور محض الزام برائے الزام) تھے۔ تاکہ ان سے حضرت عثمانؓ کو عوام الناس میں بدنام کیا جائے اور آپکی خلافت کو کمزور کر کے آپؓ کو معزول ہونے پر مجبور کیا جائے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے ان تمام الزامات کے ٹھوس دلائل اور مکمل شواہد کے ساتھ ایسے بلیغ اور تسلی بخش جوابات دیئے کہ معترضین ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے حضرت عثمان غنیؓ نے پہلے الزام کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ''کہا جاتا ہے کہ میں نے صحابہ کبارؓ کو معزول کر کے اپنے خاندان کے لوگوں کو مقرر کیا۔ اس ضمن میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن ارقمؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی معزولی کا الزام لگایا گیا ہے۔ جہاں تک حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا تعلق ہے ان کی معزولی کی وصیت حضرت عمر فاروقؓ نے کی تھی میں نے ان کی صرف وصیت کو پورا کیا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی معزولی کا سبب بصرہ کے عوام کی دربار خلافت میں درخواست تھی کہ انہیں برطرف کر دیا جائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی معزولی کا سبب بیت المال سے قرض لیکر وقت پر ادائیگی نہ کرنا تھا۔ جسکی وجہ سے ناظم بیت المال سے ان کا جھگڑا بھی ہوا۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن ارقمؓ کو ضعف پیری اور کمزوری صحت کی بنا پر سبکدوش کیا گیا۔ اسی طرح

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاصؓ کو معزول کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جب ان سے مصر کا خراج بڑھانے کو کیا گیا تو انہوں نے معزولی ظاہر کی مگر جب ان کی جگہ حضرت عبداللہ بن ابی سرحؓ کو تعینات کیا گیا تو انہوں نے خراج کی رقم بیس لاکھ سے چالیس لاکھ کردی۔"

دوسرے الزام کا جواب دیتے ہوئے آپؓ نے کہا۔ میرے متعلق فرمایا گیا ہے کہ میں نے بعض صحابہ کبارؓ کے ساتھ ناروا سلوک کیا۔ پہلا نام حضرت ابوذر غفاریؓ کا ہے جنکے متعلق کہا گیا ہے کہ میں نے انہیں مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ حالانکہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے خود مدینہ میں رہنے کی بجائے ربذہ کے مقام پر رہنا پسند فرمایا اور میں نے ان کیلئے دو غلام بھجوا دیئے۔ اس طرح ان کی یہ خودساختہ جلاوطنی تھی۔ دوسرا نام عمار بن یاسر کا ہے۔ میں نے ان پر سختی نہیں فرما نمائش کی تھی۔ اسلئے کہ انہیں تحقیقات کیلئے بھیجا گیا تھا۔ لیکن وہ واپس آنے کے بجائے مفسدین کے ساتھ مل گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بس اپنے کئی عمال کو اعلانیہ سزا دی تھی۔

تیسرے الزام کے جواب میں آپؓ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ میں اپنے خاندان والوں سے محبت کرتا ہوں اور انہیں نوازتا رہتا ہوں۔ ایک تو عزیز واقارب سے محبت کرنا بری بات نہیں دوسرے یہ کہ ان کی محبت نے مجھے ظلم کی طرف مائل نہیں کیا۔ میں نے اپنے عزیزوں کے واجبی حقوق صرف اپنے ہی مال سے ادا کرتا ہوں۔ مسلمانوں کا مال نہ میں اپنے اوپر اور نہ اپنے عزیزوں پر جائز سمجھتا ہوں۔

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں بھی اپنے عزیزوں کو بڑی بڑی رقمیں دیا کرتا تھا۔ میں رب ذوالجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس ملک سے جو بھی آمدنی آتی ہے۔ وہ اس ملک کے لوگوں کی

Marfat.com

فلاح و بہبود پر خرچ کی جاتی ہے۔ میرے پاس صرف خمس آتا ہے اس میں سے کچھ لینا میں جائز نہیں سمجھتا۔ یہاں تک کہ میں اپنا کھانا بھی اپنے ہی مال سے کھاتا ہوں۔

چوتھا الزام کہ میں بقیع کی چراگاہ اپنے لیے مخصوص کر لی حالانکہ میں نے صرف ان چراگاہوں کو مخصوص قرار دیا ہے۔ جو مجھ سے پہلے مخصوص تھیں۔ بقیع کی چراگاہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے ہی سے بیت المال کے جانوروں کیلئے مخصوص چلی آرہی ہے میں نے اس کیلئے کوئی نیا حکم جاری نہیں کیا۔

پانچویں الزام میں کہا گیا ہے کہ میں نے عمال کی بدعنوانیوں کا کوئی تدارک نہیں کیا۔ حالانکہ میں نے اعلان کر دیا کہ میں حج کے موقع پر اپنے عمال کا ان کے کاموں کا محاسبہ کروں گا۔ میرے پاس جو بھی شکایت پہنچتی تھی میں فوری اسکا ازالہ کر دیتا ہوں۔ پھر بھی اگر کسی کو شکایت ہے تو وہ حج کے موقع پر پیش کرے اور مجھ سے یا میرے عمال سے اپنا حق طلب کرے۔

چھٹا الزام کہ میں نے حضرت عبید اللہ بن عمر سے قصاص نہیں لیا۔ اور ولید بن عقبہ پر شراب کی حد جاری کرنے میں تاخیر کی۔ تو اس کے بارے میں یہ کہتا ہوں کہ عبید اللہ بن عمر کے قصاص کو دیت میں بدلتے ہوئے مقتولین کا خون بہا اپنی جیب سے ادا کیا۔ ولید بن عقبہ پر شراب کی حد جاری کرنے میں اسلئے تاخیر ہوئی کہ ولید بن عقبہ پر شراب خوری کی شہادت ملنے میں دیر ہوئی تھی۔ ورنہ سزا دینے میں قطعی تاخیر نہیں ہوئی۔

ساتواں الزام کہ قرآن مجید پاک کئی مصاحف کی صورت میں تھا۔ میں نے ایک کو رکھ کر باقی کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ قرآن پاک ایک ہی کتاب ہے۔ جو ایک ہی ذات کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اکابر صحابہؓ کی جماعت موموجود ہے۔ جنہوں نے اسے

Marfat.com

ہادی کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر ہدایت قلمبند کیا ہے۔ میں نے ان ہی کے منضبط کیے ہوئے قرآن کو مختلف اطراف روانہ کیا ہے۔

آٹھواں الزام کہ میں نے منیٰ میں دو رکعت کے بجائے چار رکعت نماز پڑھ کرنئی بدعت جاری کی۔ حقیقت یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں میرے اہل وعیال تھے۔ اور میں نے وہاں پہنچ کر اقامت کی نیت کر لی تھی۔ کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کسی مقام پر اقامت کی نیت کر لے اسے مقیم کی طرح پوری نماز پڑھنا چاہیے۔

نواں الزام کہ میں نے حکم بن العاص کو مدینہ منورہ بلا لیا حالانکہ خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے طائف میں جلاوطن کر دیا تھا۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری سفارش پر واپس آنے کی اجازت دے دی تھی یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری ایام کا ہے۔ اس لیے لوگوں کو اسکی خبر نہ ہو سکی۔ میں نے اپنے عہد میں صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کا نفاذ کیا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے مفسدین اور معترضین کے ہر اعتراض اور الزام کا تفصیل سے جواب دیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اگر کسی نے فساد اور شر کی نیت کر لی ہو تو پھر اسکی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ ان باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور یہ محاصرہ طویل ہو گیا لیکن آپؓ نے اسکی کوئی پرواہ نہ کی۔ اس دوران صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت جس میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حسن بن علیؓ اور دوسرے کئی اکابر صحابہؓ شامل تھے باغیوں سے لڑنے کیلئے نکلے مگر امیر المومنین حضرت عثمانؓ کو جب اس کا علم ہوا تو آپؓ نے ان کی

Marfat.com

طرف ایک آدمی بھیجا اور انہیں قسم دیتے ہوئے کہا کہ اپنے ہاتھ روکیں اور کسی سے کوئی تعرض نہ کریں۔ امن وسکون سے رہیں یہاں تک کہ امرالٰہی پورا ہو۔ آپکا یہ حکم سنکر واپس چلے گئے ۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ قتل وقتال نہیں چاہتے تھے۔

سبائیوں کا مدینہ منورہ پر قبضہ تھا اور مارشل لاء کی سی کیفیت کر رکھی تھی۔ اس حالت کو دیکھ کر اکابر صحابہ نے حضرت عثمانؓ کو مختلف تجاویز پیش کیں حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا کہ ایک جماعت دروازے پر حاضر ہے اگر ارشاد ہو تو وہ جان کی بازی لگانے کو تیار ہیں۔ لیکن آپؓ نے فرمایا کہ" میں جنگ کی اجازت ہرگز نہ دونگا۔" حضرت مغیرہ بن سعدؓ نے آپکی خدمت میں تین تجاویز پیش کیں۔ پہلی یہ کہ آپ حق پر ہیں، لہٰذا مفسدین سے مقابلہ کیجئے آپکے ساتھ آپکے بہت سے جانثار ہیں۔ دوسری یہ کہ صدر دروازے کو مفسدین نے گھیر رکھا ہے آپؓ مکان کی پشت کی طرف سے دیوار توڑ کر اس راستے سے باہر نکلیں اور گھوڑے پر سوار مکہ معظمہ تشریف لے جائیں۔ تیسری تجویز کہ آپؓ شام چلے جائیں وہاں آپکے بہت وفادار ہیں آپؓ مفسدین کے شر سے محفوظ رہیں گے۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت مغیرہ کی تجاویز بڑے غور اور تحمل سے سنیں اس کے بعد فرمایا۔ میں جنگ ہرگز نہیں کرونگا۔ کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہتا جو مسلمانوں کے خون سے اپنی تلوار رنگین کرے۔ اور امت میں خون ریزی ہو۔ دوسری تجویز اس لیے قابل قبول نہیں کہ میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ قریش میں سے ایک شخص مکہ معظمہ کی بے حرمتی کرے گا۔ اور ساری دنیا کے عذاب کا آدھا عذاب اس کے حصے میں آئے گا۔ مجھے قطعاً کوئی امید

Marfat.com

نہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حرم کی توہین نہیں کریں گے۔ اور وہاں اس کے احترام کی خاطر جنگ نہیں کرے گے۔ لہٰذا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق وہ شخص نہیں بننا چاہتا۔ اور مزید یہ کہ میں شام بھی نہیں جا سکتا کیونکہ اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارالہجرت یعنی مدینہ کو کسی بھی صورت نہیں چھوڑ نا چاہتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ بے شمار اعوان وانصار آپؓ کے اشارے کے منتظر ہیں۔ اجازت ہو تو ایک ہی روز میں ان باغیوں کو نیست ونابود کردوں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا۔ اے ابو ہریرہؓ! اگر تم نے ایک شخص کو بھی قتل کیا تو گویا تم نے ساری دنیا کو قتل کر دیا۔ کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''جو کوئی کسی جان کو بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کر کے مار ڈالے تو گویا اس نے سب لوگوں کو مار ڈالا۔ (سورہ مائدہ) حضرت عثمانؓ کا یہ جواب سُنکر حضرت ابو ہریرہؓ بھی واپس چلے گئے۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ نے بھی یہی درخواست کی، مگر آپؓ نے کہا کہ میری خاطر کوئی ہتھیار نہ اٹھائے۔

مشہور تابعی محمد بن سیرینؒ کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت عثمانؓ کے گھر کا باغیوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس وقت سات سو کے قریب صحابہ کرام اور ان کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے آزاد اور غیر آزاد غلاموں کی اتنی بڑی تعداد وہاں پر موجود تھی کہ اگر ان کو اجازت مل جاتی تو وہ باغیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔ وہ بار بار اسلحہ سے لیس ہو کر آپؓ سے اجازت طلب کرتے کہ ان باغیوں کو ان کی شر پسندی کا مزہ

Marfat.com

چکھانے دیا جائے لیکن حضرت امیر المومنین کی طرف سے یہی جواب ملتا کہ "اگر تم لوگ میرا حق نمک ادا کرنا چاہتے ہو تو تمام ہتھیار اتار دو اور امن وسکون کے ساتھ اپنے اپنے گھروں میں چلے جاؤ۔

ان ایام محاصرہ میں حضرت عثمانؓ اپنا زیادہ تر وقت نماز میں گزارتے۔ آپؓ نوافل سے تھک جاتے تو قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ محاصرہ طویل ہوتا جا رہا تھا۔ اور باغیوں کے دلوں میں ایک خوف تھا کہ کہیں ہزاروں حاجی حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ واپس نہ آنا شروع ہو جائیں اور یہ کہ دوسرے صوبوں سے کہیں کوئی کمک امیر المومنین کی مدد کیلئے نہ پہنچ جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ان کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہٰذا عجلت میں کام لینا چاہتے تھے۔ ادھر حضرت عثمانؓ کی زندگی کا یہ معمول تھا کہ آپ اکثر روزہ سے رہتے لیکن محاصرہ کے ایام میں تو آپؓ نے مسلسل روزہ رکھا۔ شہادت سے ایک روز قبل آپ نے محاصرین سے کہلا بھیجا کہ چونکہ میں روزے سے ہوں اسلئے افطاری کے لیے تھوڑا سا پانی منگوانے کی اجازت دے دیں۔ لیکن وہ اس قدر سنگدل ہو چکے تھے کہ انہوں نے پانی منگوانے کی اجازت نہ دی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ بغیر روزہ افطار کیے رات کو سو گئے اگلی صبح آپکی اہلیہ محترمہ نے کسی ہمسائے کی معرفت میٹھے پانی کا ایک پیالہ آپؓ کے لیے منگوایا۔ مگر آپؓ نے یہ کہہ کر پانی پینے سے انکار کر دیا کہ میں رات روزہ کی نیت کر چکا ہوں۔ چنانچہ آپؓ نے بغیر کچھ کھائے پیئے دوسرا روزہ بھی رکھ لیا۔ آپؓ کی اہلیہ محترمہ نے کہا آپؓ نے رات کو بھی کچھ نہیں کھایا پیا اسلئے آپؓ روزہ کی تکمیل کس طرح کر سکیں گے؟ آپؓ نے مسکرا کر کہا رات میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وآلہ وسلم کے پاس نہایت شریں اور ٹھنڈا پانی کا ڈول تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پے در پے تین دفعہ مجھے وہ پانی پلایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عثمانؓ! کل یہ محاصرین تم پر یورش کریں گے اگر تم ان کا مقابلہ کرو گے تو رب ذوالجلال تمہیں اپنی نصرت سے نوازیں گے۔ اور اگر تم نے صبر سے کام لیا تو پھر کل روزہ ہمارے پاس افطار کرنا۔''

تب حضرت عثمانؓ نے سیدنا نائلہؓ سے فرمایا۔ ''میں نے صبر کا راستہ اختیار کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ لہٰذا انشاء اللہ روزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر افطار کروں گا۔'' اس روز حضرت عثمانؓ نے بیس غلاموں کو آزاد فرمایا۔ اور اپنا ایک پاجامہ منگوا کر پہنا۔ حالانکہ آپؓ نے کبھی بھی پاجامہ نہیں پہنا تھا۔ آپؓ کے غلام مسلم ابی سعید کہتے ہیں کہ ''آپؓ نے اس روز پاجامہ اسلئے پہنا تھا کہ جب آپؓ کو شہید کیا جائے تو کہیں آپؓ کا ستر نہ کھل جائے کیونکہ آپؓ بہت زیادہ حیادار تھے اور آسمان کے فرشتے بھی آپؓ سے حیا کرتے تھے۔

:❁:❁:❁:❁:❁:

17 ذوالحجہ 35ھ کی شب کو مفسدین کے تمام بڑے بڑے رہنما حضرت عثمانؓ کے مکان سے کچھ دور ایک میدان میں جمع ہوئے اور سوچ و بچار کرنے لگے وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ حضرت عثمان غنیؓ کو فوراً شہید کر دیا جائے لیکن کس طرح؟ اگر وہ قصر خلافت پر یلغار کرتے ہوئے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں حضرت حسینؓ، حضرت حسنؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت محمد بن طلحہؓ اور دوسرے نوجوان مجاہدین کو پہلے راستے سے ہٹانا ہوگا۔ انہیں ڈر تھا کہ اگر انہوں نے ان

Marfat.com

نوجوانوں میں سے ایک کو بھی ختم کیا تو مدینے کی گلیاں ایسی آگ سے بھر جائیں گی کہ ان مفسدین کا یہاں رہنا تو درکنار مدینے سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ اسطرح 18 ذوالحجہ 35ھ کی صبح ہوگئی۔ عبداللہ بن سباء اور اسکے مشیروں نے طے کرلیا۔ کہ آج کا دن نہیں نکلنا چاہیے۔ لہٰذا یہ مفسدین قصر خلافت کی پشت پر پہنچے اور ملحقہ مکانوں پر چڑھ کر اندر سے پھاند گئے۔ آپؓ کے پاس اس وقت سوائے ضعیف زوجہ محترم سیدہ نائلہؓ کے اور کوئی بھی نہیں تھا۔ آپؓ کے سامنے کلام الٰہی تھا اور آپؓ تلاوت میں مشغول تھے۔ اندر داخل ہونے والوں میں سے ایک گستاخ نے آگے بڑھ کر حضرت عثمانؓ کی پیشانی مبارک پر پوری طاقت کے ساتھ لوہے کا ایک گرز مارا جس سے آپؓ پہلو کے بل گر پڑے اس وقت آپکے منہ سے نکلا۔

بسم اللہ تو قلت علی اللہ۔ آپؓ کی اہلیہ یہ دیکھ کر بد بخت حملہ آوروں سے کہنے لگیں ''اللہ سے ڈرو! تم ایک ایسے شخص کو شہید کر رہے ہو جو صائم الدہر اور قائم اللیل ہے اور ایک رات میں پورا قرآن پاک ختم کرتا ہے۔'' لیکن ان ظالموں نے کچھ نہ سنا بلکہ ایک اور بد بخت نے آپؓ پہ تلوار کا وار کیا۔ حضرت نائلہؓ بے تابانہ دوڑیں اور اپنے شوہر کو بچانے کیلئے ہاتھ آگے کر دیا مگر ایک کمزور ہاتھ کیا کرتا البتہ نائلہؓ کی تین انگلیاں کٹ گئیں۔ اور یوں پیکر حلم وحیا۔ جامع قرآن حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ شہادت کے خون کا پہلا قطرہ اس آیت پر گرا۔ فسیکفیکھم اللہ و ھو السمیع العلیم. ''یعنی ان کے مقابلے میں خدا تمہارے لیے کافی ہے۔ اور وہی صاحب علم و حکمت ہے۔'' حضرت عثمانؓ اس وقت جس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے وہ یہ تھی۔ قصر خلافت میں حضرت عثمانؓ کی شمع حیات کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بجھا دیا گیا تھا۔ لیکن دروازے

Marfat.com

پر موجود صحابہ زادوں کو اس کا مطلق کوئی علم نہ تھا۔ کیونکہ وہ قصر خلافت کے دروازے پر پہرہ دے رہے تھے۔ باغی پیچھے سے داخل ہوئے تھے اسی طرح واپس لوٹ گئے۔ تو سیدہ نائلہؓ نے بالا خانے کی چھت پر چڑھ کر اہل مدینہ کو آواز دی۔ کہ "امیر المومنین کو شہید کر دیا گیا۔"

عشق و محبت کی یہ انتہا ہے کہ آپؓ نے اپنے محبوب، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تو ذات آپ کے جوار پر اپنی جان قربان کر دی۔ جامِ شہادت نوش فرمالیا لیکن مدینۃ الرسول کو چھوڑنا یا اہل مدینہ کو تنگ کرنا گوارہ نہ کیا۔

18 ذوالحجہ 35ھ کو جمعہ کے دن عصر کے بعد شہید کئے گئے اور شہادت کے وقت آپکی عمر 82 سال اور کئی مہینے تھی۔ اور یہی صحیح اور مشہور قول ہے۔

جب سیدہ نائلہؓ نے چھت پر چڑھ کر اہل مدینہ کو آواز دی کہ لوگو! امیر المومنینؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تب سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، سیدنا مروان اور دوسرے جو حضرات قصر خلافت کے دروازے پر موجود تھے اندر داخل ہوئے امیر المومنین کی لاش کو دیکھ کر وہ سب رونے لگے شہادت کی یہ خبر دوسرے صحابہ کرام کو بھی ملی۔ سب لوگ حیرانی اور پریشانی کے عالم میں اپنے گھروں میں باہر نکل آئے سیدنا علیؓ نے بہت سخت سست کہا اور فرمایا کہ امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے جبکہ تم لوگ قصر خلافت کے دروازے پر موجود تھے۔ اس کے بعد آپؓ اندر تشریف لے گئے۔ اور جب حضرت عثمانؓ کو خون میں لت پت دیکھا تو آپؓ لاش پر وارفتگی کے عالم میں روتے ہوئے گر پڑے شہادت کے بعد باغیوں نے مارشل لاء کی سی کیفیت طاری کر رکھی تھی۔ سیدنا عثمانؓ کا جسد اطہر قصر خلافت میں پڑا ہوا تھا۔ لہٰذا خطرہ تھا کہ شورش پسند تجہیز و تکفین میں مزاحمت نہ

Marfat.com

کریں، لہٰذا حضرت حکیم بن حرامؓ، حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ، حضرت مسورؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت حسنؓ، حضرت مروانؓ اور دیگر صحابہ کی موجودگی میں ہفتہ کے دن مغرب وعشاء کے درمیان جنت البقیع کے مشرق میں ''حش کوکب'' میں آپکو دفن کر دیا گیا نماز جنازہ ایک روایت کے مطابق سیدنا زبیرؓ نے پڑھائی۔ آپؓ چونکہ شہید تھے، لہٰذا آپکو غسل نہ دیا گیا اور ان ہی خون آلود کپڑوں میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کے قاتلان سے خود پروردگار نے انتقام لیا۔ وہ سارے کے سارے نہایت ذلت سے اس دنیا سے مرے اور عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کیلئے جو دعا کی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی کہ۔

''اے اللہ! قاتلان عثمانؓ پر لعنت فرما۔ خواہ وہ زمین پر ہوں یا سمندر میں، نشیبی زمین میں ہوں یا پہاڑ پر ہوں۔''

علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے ''ان میں سے اکثر پاگل ہو کر اس دنیا سے گئے۔''

بعض سلف نے قسم کھا کر کہا ہے کہ: ''قاتلین عثمانؓ میں سے جو بھی مرا قتل ہو کر مرا۔''

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بد دعا کی تھی۔ ''اے اللہ! قاتلین عثمانؓ کو پہلے بحر ندامت میں ڈال پھر انہیں پکڑ۔'' اور یہی ہوا۔ بھیانک اور عبرت ناک انجام انکا مقدر ٹھہرا۔

Marfat.com

# امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

اے اللہ عزوجل میں تیری حمد کرتی ہوں، تو وہ ہے کہ جس کی رحمت اس کے غضب کے آگے چلتی ہے، تو وہ ہے کہ جس کی عطائیں فیض وعطا کے روک لینے سے زیادہ ہیں تو وہ ہے کہ جس کے دامن وسعت میں تمام کائناتِ ہستی سمائی ہے، تو وہ ہے کہ جس نے اپنے بندوں کے لیے لین دین میں اونچے نرخوں کا ذمہ لیا اور یہ چاہا کہ وہ جو سودا تجھ سے کریں اُس میں انہیں نفع ہو اور تیری طرف بڑھنے اور زیادہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ چنانچہ تُو نے کہ جو مبارک نام اور بلند مقام والا ہے فرمایا ہے کہ جو نیکی لے کر آئے گا اُسے اُس کا دس گنا اجر ملے گا اور تو ہی سزاوارِ حمد وثنا ہے کہ تو نے اپنی رحمت سے ہمیں زیادہ سے زیادہ اپنی نعمتوں کو ہم پر تمام کیا اور ہم پر وہ احسانات کیے کہ جن کے شکر سے ہم عاجز ہیں۔

اے اللہ! رحمت نازل فرما ہمارے پیارے آقا حضور اکرم محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بندگانِ خدا کو دین خدا وندی اور اللہ کی شریعت سے آگاہ کیا جائے تا کہ اُن کی اصلاح اور فلاح کا باعث ہو اور یہ بات بھی ظاہر اور عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان واسطہ بننے کے قابل

Marfat.com

ہر فرد مبشر نہیں ہو سکتا اور ہر شخص میں یہ صلاحیت بھی نہیں کہ نبوت و رسالت اور سفارت خداوندی اور خلافت ایزدی کے منصب جلیلہ پر فائز ہو سکے۔ لہٰذا حکمت اور مصلحت خداوندی کا تقاضا یہ ہوا کہ افراد بشر میں سے بعثت کے لیے ایک ایسے فرد کو متعین کیا جائے کہ جس کا مبارک اور بزرگ وجود زمین پر ایسا ہو جیسا کہ آسمان پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا وجود ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ علیہ نے لکھا ہے کہ نبوت کے لوازم بلکہ اجزاء میں سے یہ امر ہے کہ نبی علیہ السلام کا نفسِ ناطقہ اپنی دونوں قوتوں یعنی قوت عقلیہ اور قوت عملیہ میں تمام عالم سے بلند اور برتر ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو منصب نبوت و رسالت پر فائز فرماتا ہے اس کو محض اپنے فضل و رحمت سے بلا کسی سعی و کوشش کے ایک ایسی خاص قوت عاقلہ عطا فرماتا ہے کہ اس کی وجہ سے اُس کا نفس ناطقہ عالم غیب کی وحی اور الہام کو نہ صرف سُن سکے بلکہ سمجھ بھی سکے۔ اور ملائیکہ اور جنت وجہنم اور عالم ملکوت کی چیزوں کا مشاہدہ کر سکے اور اسی طرح حق تعالیٰ شانہ اُس کو محض اپنی رحمت اور عنایت سے بلا کسی مجاہدہ اور ریاضت کے بلکہ اپنے فضل اور عنایت سے بے مثال قوت عاملہ عطا فرماتا ہے جس کی وجہ سے اُس کا نفس ناطقہ (انسانی روح) تمام اخلاقِ فاضلہ کا منبع بن جاتا ہے۔

قرآن پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ نبی معاذ اللہ خدا ہوتا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ صفاتِ خداوندی کا ظل (سایہ، چھاؤں) اور عکس اُس میں جھلکتا ہے۔ اب جس طرح نبی خلیفہ خداوندی ہوتا ہے اسی طرح نبی کا خلیفہ بھی نبی نہیں ہوتا بلکہ نبی کی صفات کا نمونہ ظل اور عکس ہوتا ہے اور جن اغراض و مقصد کے لیے نبی کی بعثت

Marfat.com

ظہور میں آئی ہو، اُن اغراض و مقاصد کی تکمیل اُس خلیفہ کے ہاتھ پر ہو۔ پس جو خلیفہ نبی کے باقی ماندہ امور کو علماً عملاً اور فتوحاً مکمل کرنے والا ہو وہ خلیفہ راشد ہوتا ہے۔

خلافت راشدہ اس حکومت اور ریاست کو کہتے ہیں جس کا تمام ملکی اور ملی نظام منہاج نبوت پر ہوا اور جس میں رسول ﷺ کی نیابت کے طور پر وہ امور انجام دیے جائیں جنہیں رسول اللہ ﷺ بہ حیثیت رسول انجام دیتے رہے۔ مثلاً قامت دین، اقامت جہاد، بہ دشمنان دین، اقامت حدودِ شرعیہ، اقامت ارکان اسلام احیاء علوم دینیہ۔ خلفائے راشدین اُن صفات فاضلہ کے ساتھ موصوف تھے جو بارگاہ خداوندی کے مقربین اور کاملین کے ساتھ مخصوص ہیں، علم و حکمت، فہم و فراست، حُسن معاملہ و حسن عبادت اور افعال و صفات میں نبی اکرم ﷺ کا نمونہ تھے۔ ان حضرات کی حزم و احتیاط، شجاعت و سیاست اور رعیت شناسی جس سے آج تک دنیا حیران ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ سے تین طرح کی وراثتیں جاری ہوئیں۔

خلافت باطنی کی روحانی وراثت۔

خلافت ظاہری کی سیاسی وراثت۔

خلاف دینی کی عمومی وراثت۔

☆ خلافت باطنی کی روحانی وراثت اہلِ بیت اطہار کے نفوس طیبہ کو عطا ہوئی۔

☆ خلافت ظاہری کی سیاسی وراثت خلفائے راشدین کی ذوات مقدسہ کو عطا ہوئی۔

☆ خلافت دینی کی عمومی وراثت بقیہ صحابہ و تابعین کو عطا ہوئی۔

خلافت باطنی نیابت محمد ﷺ کا وہ سرچشمہ ہے جس سے نہ صرف دین اسلام

Marfat.com

کے روحانی کمالات اور باطنی فیوضات کی حفاظت ہوئی بلکہ اس سے اُمت میں ولایت وقطبیت اور مصلحت ومجددیت کے چشمے پھوٹے اور اُمت اسی واسطے سے روحانیت محمدی ﷺ سے فیض یاب ہوئی۔

خلافت ظاہری نیابت محمدی ﷺ کا وہ سرچشمہ ہے جس سے غلبۂ دین حق اور نفاذِ اسلام کی عملی صورت وجود میں آئی، اسی واسطے سے تاریخ اسلام میں مختلف ریاستیں اور سلطنتیں قائم ہوئیں خلافتِ عمومی نیابت محمدی ﷺ کا وہ سرچشمہ ہے جس سے امت میں تعلیماتِ اسلام کا فروغ اور اعمال
صالح کا تحقق وجود میں آیا، اس واسطے سے افراد امت میں نہ صرف علم وتقویٰ کی حفاظت ہوئی۔لہٰذا سیاسی وراثت کے فرد اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے۔روحانی وراثت کے فرد اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے اور علمی و عملی وراثت کے اولین حاملین جملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے۔سو یہ سب وارثین وحاملین اپنے اپنے دائرے میں بلافصل خلفاء ہوئے، ایک کا دوسرے کے ساتھ کوئی تضاد یا تعارض نہیں ہے، دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان مناصب کی حقیقت بھی ایک دوسرے سے کئی اُمور میں مختلف ہے۔

واضح رہے کہ یہ تقسیم غلبۂ حال اور خصوصی امتیاز کی نشان دہی کے لیے ہے ورنہ ہر سہ اقسام میں سے کوئی بھی دوسری قسم کے خواص وکمالات سے کلیتًا خالی نہیں ہے۔اُن میں سے ہر ایک کو دوسری قسم کے ساتھ کوئی نہ کوئی نسبت یا اشتراک حاصل ہے۔

1۔ خلافت ظاہری دین اسلام کا سیاسی منصب ہے۔خلافت باطنی خالصتاً

Marfat.com

روحانی منصب ہے۔

2۔ خلافت ظاہری انتخابی وشورائی امر ہے۔ خلافت باطنی محض وہبی واجتبائی امر ہے۔

3۔ خلیفہ ظاہری کا تقرر عوام کے چناؤ سے عمل میں آتا ہے۔
خلیفہ باطنی کا تقرر خدا کے چناؤ سے عمل میں آتا ہے۔

4۔ حضور اکرم ﷺ نے امت کے لیے خلیفہ کا انتخاب عوام کی مرضی پر چھوڑ دیا، مگر ولی کا انتخاب اللہ کی مرضی سے خود فرما دیا۔

5۔ خلافت زمینی نظام کے سنوارنے کے لیے قائم ہوتی ہے۔
ولایت اُسے آسمانی نظام کے حُسن سے نکھارنے کے لیے قائم ہوتی ہے۔

6۔ خلافت افراد کو عادل بناتی ہے۔ ولایت افراد کو کامل بناتی ہے۔

7۔ خلافت کا دائرہ فرش تک ہے۔ ولایت کا دائرہ عرش تک ہے۔

8۔ خلافت تخت نشینی کے بغیر مؤثر نہیں ہوتی۔ ولایت تخت سلطنت کے بغیر بھی مؤثر ہے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ خلافت اُمت کے سپرد ہوئی اور ولایت عترت کے سپرد ہوئی۔

جان لینا چاہیے کہ جس طرح خلافتِ ظاہری خلفاء راشدین سے شروع ہوئی اور اُس کا فیض حسبِ حال اُمت کے صالح حکام اور عادل امراء کو منتقل ہوتا چلا گیا اُسی طرح خلافت باطنی بھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوئی اور اُس کا فیض حسب حال آئمہ اطہار اہلِ بیت اور اُمت کے اولیاء کاملین کو منتقل ہوتا چلا گیا۔

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔'' اور'' میرے بعد تمہارا ولی علی ہے۔'' کے اعلانِ عام کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اُمت میں ولایت کا فاتح اول قرار دے دیا۔ باب ولایت میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں کہ ''اس اُمت مرحومہ میں ولایت کا دروازہ سب سے پہلے کھولنے والے فرد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔'' ''حضور ﷺ کی اُمت میں پہلا فرد جو ولایت کے (سب سے اعلیٰ و اقوائی طریق) باب جذب کا فاتح بنا اور جس نے اس مقام بلند پر (پہلا) قدم رکھا وہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے اسی وجہ سے روحانیت ولایت کے مختلف طریقوں کے سلاسل آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''اب امت میں جسے بھی بارگاہ رسالت ﷺ سے فیض ولایت نصیب ہوتا ہے وہ یا تو نسبت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نصیب ہوتا ہے یا نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اس کے بغیر کوئی شخص مرتبہ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا۔''

واضح رہے کہ نسبت غوث الاعظم جیلانی بھی نسبت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا ایک باب اور اسی کی ایک کرن ہے۔

اس نکتہ کو شاہ اسماعیل دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی یوں لکھا ہے کہ ''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرماں برداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولادیت بلکہ قطبیت اور غوثیت اور ابدلیت اور انہی جیسے باقی خدمات'' آپ کے زمانے سے لے

Marfat.com

کر دنیا کے ختم ہونے تک" آپ ہی کی وساطت سے ہونا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ اہلِ ولایت کے اکثر سلسلے بھی جناب علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرف منسوب ہیں۔ پس قیامت کے دن بہت فرماں برداروں کی وجہ سے جن میں اکثر بڑی بڑی شانوں والے اور عمدہ مرتبے والے ہوں گے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر اس رونق اور بزرگی سے دکھائی دے گا کہ اُس مقام کا تماشا دیکھنے والوں کے لیے یہ امر نہایت ہی تعجب کا باعث ہوگا۔"

یہ فیض ولایت کہ اُمت محمدی ﷺ میں جس کا منبع و سرچشمہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر ہوئے اس میں سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ شریک کیے گئے ہیں۔ اور پھر ان کی وساطت سے یہ سلسلہ ولایت کبریٰ اور غوثیت عظمیٰ اُن بارہ آئمہ اہلِ بیت میں ترتیب سے چلا گیا جن کے آخری فرد سیدنا امام محمد مہدی علیہ السلام ہیں۔ اور یہ اُمت محمدی ﷺ میں خاتم ولایت کے درجے پر فائز ہوں گے۔

:❀:❀:❀:❀:❀:

چوتھے خلیفہ راشد جناب امیر المومنین اسد اللہ علی ابنِ طالب کرم اللہ وجہہ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور سلام جو جناب رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔

آپ کا نام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب، لقب حیدر، آپ کے والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ، ابوطالب کی شادی اپنی چچازاد بہن فاطمہ سے ہوئی تھی، لہٰذا اُن کا شجرہ نسب بھی وہی ہے جو ابوطالب کا تھا۔ اس لحاظ سے

Marfat.com

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی ہیں۔ آپ کے خاندان بنو ہاشم کو قریش میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔

بیت اللہ کی خدمت اور اس کا اہتمام بنو ہاشم کا ایک خاص امتیاز تھا۔

آپ کا خاندان نہایت معزز تھا کیوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا اپنا خاندان تھا اور آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے بارے میں فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل میں سے کنانہ کو اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنو ہاشم کو چُن لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ کیا۔''

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بے حد نیک دل خاتون تھیں۔ آپ نے حضور اکرم ﷺ کی پرورش میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خاتم الانبیا ﷺ تمام عمر اپنی محسنہ کے احسانات کے معترف رہے اور جب اُن کا انتقال ہوا آپ ﷺ کو اس کا بے حد دکھ ہوا، نماز جنازہ آپ ﷺ نے خود بڑھائی اپنا کُرتا مبارک اُن کے جسم پر ڈالا اور قبر میں اُتارنے سے پہلے اس میں خود اُترے اور اس میں لیٹ کر قبر کو متبرک کیا اور اُن کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور دو عالم ﷺ کی بعثت سے دس برس قبل پیدا ہوئے، ابوطالب نہایت کثیر خیال تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی خواہش پر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی اور سرور کائنات ﷺ کی نگاہِ انتخاب نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسند کیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔

Marfat.com

افضل الفوائد ملفوظات حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ میں تحریر ہے کہ ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو حضور ﷺ کی گود مبارک میں رکھے گئے کہ آپ اپنے دستِ مبارک سے غسل دیں جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو غسل دیا تو رو دیے۔ ابو طالب نے کہا کہ یہ وقت ہنسی کا ہے نہ کہ رونے کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان! علی کو پہلا غسل میں نے دیا ہے لیکن آخری غسل مجھے علی دے گا۔

:❁:❁:❁:❁:❁:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابھی دس برس کے تھے کہ اُن کے شفیق مربی حضرت محمد ﷺ کو دربار خداوندی سے نبوت کی خلعت ہوئی اور چوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے تھے اس لیے اسلام کی روشنی سے فیض یاب ہونے والوں کی اولین صف میں وہ بھی شامل تھے۔

ایک روز انہوں نے حضور سید المرسلین ﷺ اور حضور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مصروف عبادت دیکھا اور اس درجہ متاثر ہوئے کہ طفلانہ حیرت کے ساتھ پوچھا۔

''آپ دونوں کیا کر رہے ہیں؟'' حضور اکرم ﷺ نے اپنی نبوت کے منصب اعلیٰ کی خبر دیتے ہوئے کفر وشرک کی مذمت فرمائی اور توحید کا پیغام سنایا۔ چوں کہ قدرت نے ابتداء ہی سے آپ کی فطرت سنواری تھی۔ توفیق الٰہی شامل ہوئی اور آپ نے قبول اسلام کا شرف حاصل کرلیا۔ آپ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔ آپ کی عمر اس وقت دس یا گیارہ برس تھی۔

Marfat.com

اپنے اہلِ خانہ کو تبلیغ کرنے کے بعد سرور کائنات ﷺ نے اپنے اہل قبیلہ کو دعوت اسلام دینے کا ارادہ کیا کیوں کہ اہل خانہ کے بعد سب سے فائق حق اُنہی کا تھا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اہل خاندان کے سامنے دعوت اسلام کی صدا بلند کی۔ چالیس اقرباء موجود تھے حضرت حمزہ، حضرت عباس، ابولہب اور ابو طالب بھی شرکاء میں تھے۔ تو حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔

''یا بنی عبدالمطلب! خدا کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا اور آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں، بولو تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ وہ میرا معاون و مددگار ثابت ہو گا؟'' سب خاموش رہے لیکن حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز بلند ہوئی۔

''گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور میری آنکھیں بھی دکھتی ہیں اور میری ٹانگیں بھی پتلی ہیں مگر اس کے باوجود میں آپ کا معاون اور مددگار بنوں گا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''تم بیٹھ جاؤ۔'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیٹھ گئے۔ اب حضور اکرم ﷺ نے دوبارہ لوگوں سے خطاب کیا۔ اس بار بھی سب خاموش رہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور ابھی کچھ کہنے ہی والے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں پھر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ تیسری بار پھر آپ ﷺ نے خطاب کیا اور جب سب نے تیسری مرتبہ بھی جواب نہ دیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر اُٹھے اور بڑی جان بازی کے ساتھ وہی الفاظ کہے جو پہلے کہے تھے۔ تب سرور کائنات ﷺ نے فرمایا۔۔

''بیٹھ جاؤ، تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

اہلِ اسلام کے لیے مکی زندگی کا دور بڑا مشکل ترین دور تھا۔ اشاعت اسلام کو روکنے کے لیے کفار نے اپنے تمام حربے استعمال کیے لیکن خوش بخت لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔

جب اہلِ اسلام کا مکہ میں زندگی گزارنا مشکل ہو گیا تو اُس وقت ان حالات میں سرورِ کائنات ﷺ نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ حسب موقع مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دیں۔ جب کہ ختم الانبیاء ﷺ اپنی ہجرت کے متعلق ارشاد رب العزت کے منتظر تھے۔ کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا اور اس منصوبہ پر عمل کرنے کا سوچا تب وحی الٰہی نے آپ ﷺ کو مشرکین کے ارادوں کی اطلاع دے دی اور ہجرت مدینہ کا حکم ہوا۔ محبوب خدا ﷺ نے اس خیال سے کہ مشرکین مکہ کو شبہ نہ ہو، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بستر پر آرام کا کہا اور خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اُس وقت بائیس تیئیس برس تھی۔ اس عالم شباب میں اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا اور اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کرنا فدویت و جاں نثاری کا عدیم المثال کارنامہ ہے۔ رات بھر مشرکین کا محاصرہ قائم رہا اور اس خطرے کی حالت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ محو استراحت رہے۔ غرض یہ کہ تمام رات مشرکین اس دھوکے میں رہے کہ سرور کائنات ﷺ استراحت فرما ہیں۔ مشرکین مکہ صبح اپنے ارادے کی تکمیل کے لیے اقدام کرنے لگے تو دیکھتے ہیں کہ بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود ہیں۔ مشرکین مکہ نے آپ سے سوال کیا کہ ”تیرے ساتھی کہاں ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ”مجھے علم نہیں۔“

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ کچھ وقت کے لیے مکہ میں رہیں اور لوگوں کی امانتیں اُن کو واپس پہنچانے کے بعد مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو یا تین دن مکہ میں رہے اور آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق لوگوں کی امانتیں لوٹا کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قد درمیانہ، سینہ چوڑا اور کلائیاں نہایت مضبوط تھیں، رنگ گندمی، آنکھیں بڑی اور چہرہ بارونق اور حسین تھا جسم کے طاقتور اور دل کے مضبوط تھے۔ آپ کی داڑھی گھنی تھی، آپ کی صفات و خصوصیات میں نمایاں صفت شجاعت و بہادری ہے۔ حضور ﷺ کی حیات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدا اور رسول کے حکم کے مطابق تمام معرکوں میں حصہ لیا۔ سلسلہ غزوات میں سب سے پہلا معرکہ غزوہ بدر ہے۔ اس غزوہ میں آپ نے کنار مکہ کے ساتھ سخت مقابلہ کیا اور بہت بہادری سے لڑے۔

سن دو ہجری میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو دامادی کا شرف بخشا اور اپنی چہیتی بیٹی حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا نکاح کر دیا۔

آپ تمام لڑائیوں میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہے سوائے ایک جنگ تبوک کے۔ سفر تبوک اختیار کرنے سے قبل نبی کریم ﷺ نے اہل و عیال اور خانگی امور کی نگرانی و انتظامی امور کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کرنے کا ارادہ فرمایا

Marfat.com

تو آپ جہاد میں عدم شمولیت سے پریشان ہو کر عرض کرنے لگے "یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جہاد پر جارہے ہیں۔" ختم المرسلین ﷺ نے فرمایا۔ "اے علی! کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم میری طرف سے اس مرتبے پر رہو جس مرتبے پر حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھے۔ سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

چنانچہ آپ ﷺ دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ سفر تبوک پر روانہ ہو گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ ﷺ کی واپسی تک مدینہ منورہ میں اہل وعیال کی نگرانی کے ساتھ دوسرے امور نبٹاتے رہے، غزوہ خیبر میں آپ بہت بہادری سے لڑے۔ اس میں حضور ﷺ نے علم آپ کے ہاتھ میں دیا تھا۔

سن ۹ ہجری میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خود حج پر تشریف نہیں لے جا سکے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی کے بعد سورۂ برات کی آیات کا نزول ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان آیات قرآنی کے ابلاغ اور مزید چند اہم اعلانات کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

آپؓ کو اپنا نام ابوتراب بہت پسند تھا۔ جب کوئی شخص آپؓ کو اس نام سے پکارتا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک بار کسی وجہ سے آپ گھر سے نکل کر مسجد میں آئے اور وہیں پڑ کر سو رہے۔ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اٹھایا تو ان کے جسم میں مٹی پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔

Marfat.com

ابوتراب (مٹی کے باپ) اُٹھو۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ آسمان فضائل کا مہرِ عالم تاب ہیں۔ ان کے اوصاف ومحاسن اور فضائل ومناقب میں سے ایک ایک تاجِ افتخار کا گوہر شاہوار کہے جانے کے لائق ہے۔ وہ زندگی کے کسی دور میں بت پرستی، شراب نوشی یا کسی اور قبیح حرکت میں ملوث نہیں ہوئے۔ ہر معرکے میں اپنی شجاعت وبسالت اور فداکاری کا لوہا منوایا اور راہ حق میں کبھی اپنی جان کی پرواہ نہیں کی۔ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو اپنے ساتھ وہی نسبت دی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تھی۔ وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں، وہ اُن چار مقدس ہستیوں میں سے ایک ہیں جن پر اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کے مطابق حضور ﷺ نے ایک کپڑا ڈال کر دعا فرمائی۔

(الٰہی! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی کو دور رکھ اور اُنہیں پاک کر دے)

وہ کاتب وحی تھے۔ صلح نامہ حدیبیہ بھی انہوں نے ہی تحریر کیا۔ اُس میں "رسول اللہ ﷺ" کا لفظ محو کرنا گوارہ نہ کیا۔ اُن سے بغض رکھنے کو سرور کائنات ﷺ نے محرومی کا سبب بتایا۔ اُن کو حضور ﷺ نے یمن کا قاضی، مبلغ اور حاکم مقرر فرمایا۔

آپ بے حد عبادت گزار تھے۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے روزہ دار، عبادت گزار تھے۔

اُن کی ذات فقر وزہد سے عبارت تھی۔ تمام عمر فقر وفاقہ سے گزاری، عہد رسالت میں اُن کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے

Marfat.com

ہاتھوں سے چکی پیسا کرتی تھین، آپ خود پانی ڈھوکر لایا کرتے تھے۔ کئی دفعہ چند کھجوروں کی اُجرت پر مزدوری کی۔ لباس، خوراک، رہن سہ، ہر بات میں کمال درجے کی سادگی تھی، بے حد سخی اور ایثار پیشہ تھے۔ وہ علم وفضل کے اعتبار سے نہایت بلند مقام پر فائز تھے۔

علم کی نشرواشاعت، امامت واجتہاد اور فضل وکمال میں خاص مقام رکھتے تھے۔ خود حضور ﷺ نے اُنہیں عہدۂ قضاۃ پر مامور فرمایا۔ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ ''علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم میں سب سے بڑے قاضی ہیں۔''

وہ قرآن حکیم کے حافظ تھے اُس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شان نزول سے واقف تھے گویا تفسیر قرآن میں وہ مرتبہ کمال پر تھے۔ خود ان کا قول ہے کہ ''وہ فہم جو خدا کسی کو قرآن میں دے وہ میرے پاس ہے۔'' حدیث میں بھی وہ ارشادات نبی کریم ﷺ کے بہت بڑے عالم تھے۔ علم نحو کی ایجاد کا سہرا بھی آپ کے سر ہے۔

تصوّف میں آپ کا نہایت بلند مقام اور عظیم الشان مرتبہ ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''اصل اور ابتدا میں ہمارے شیخ جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔''

منقول ہے کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا ''اے امیر المومنین! مجھے کوئی وصیت فرمایئے'' آپ نے فرمایا۔ ''اپنے اہل وعیال سے انہماک تیرا سب سے بڑا مشغلہ بن جائے۔ اگر تیرے اہل وعیال اولیاءؒ میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اور اگر وہ دشمن خدا ہیں تو اس کے دشمن سے تجھے کیا سروکار؟''

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک موقعے پر کسی نے دریافت کیا کہ سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل تونگر بنانا، جو دل خدا کے ساتھ غنی ہوتا ہے اُسے نہ تو دنیا کی نیستی پریشان کرسکتی ہے اور نہ دنیا کی ہستی خوش کرسکتی ہے۔''

ایک بار کسی لڑائی میں مقابلہ کے وقت حریف کی تلوار ٹوٹ گئی۔ حریف مقابلے سے مجبور ہو کر چپ ہو رہا ہے دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا دست مبارک روک لیا۔ دشمن نے نہایت بے باکی سے آپ کرم اللہ وجہہ سے تلوار مانگی۔ آپ کرم اللہ وجہہ نے انتہائی خندہ پیشانی سے وہی تلوار اپنے دشمن کو عطا فرمائی۔ دشمن اس ناممکن مروت پر دنگ رہ گیا اور پوچھا علی کرم اللہ وجہہ! یہ تم نے کیا غضب کیا، اپنے دشمن کو پھر از سرِ نو قوی کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

''میں کیا کروں میری کوئی حالت ہو سائل کا کوئی سوال کسی وقت میں مجھ سے رد نہیں کیا جا سکتا ہے۔'' امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس دلیرانہ اخلاق کا اُس پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

ایک دفعہ جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ گھر سے باہر ایک مجمع میں تشریف لائے آپ کے لباس میں پیوند لگے ہوئے تھے جعد ابن نجفہ آپ کرم اللہ وجہہ کو اس لباس میں دیکھ کر طعن کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ ''تم کو میرے لباس سے کیا سروکار، یہ میرا لباس غرور سے پاک ہے اور اس لائق ہے کہ مسلمان اس کی پیروی کریں کیونکہ پیرہن میں پیوند لگانے سے دل نرم ہوتا ہے۔''

روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مرتبہ اپنے غلام کو آواز دی۔

Marfat.com

وہ سنی اَن سُنی کر گیا، جواب نہیں دیا۔ پھر پکارا جواب نہ ملا تیسری بار پھر آواز دی مگر جواب نہ ملا۔

آخر کار خود اُس کے پاس گئے ۔ دیکھا آرام سے لیٹا ہوا ہے۔ دریافت فرمایا۔ ''کیا تُو نے میری آواز سُنی تھی؟'' اُس نے جواب دیا۔ ''سنی تو تھی میرے آقا و مولا!'' تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر سوال کیا ''اُس کے باوجود تُو کیوں خاموش رہا جواب کیوں نہیں دیا؟''

''مجھے یہ اطمینان تھا کہ آپ کرم اللہ وجہہ سزا نہیں دیں گے یہ ہی وجہ ہے کہ کام چور اور کاہل بنتا جا رہا ہوں۔'' یہ جواب سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُس سے فرمایا۔ ''اچھا میں نے تجھے رضائے رب کے لیے آزاد کیا۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک شخص نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف دعویٰ دائر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس ہی میں بیٹھے تھے ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدعی کا بیان سن کر اُن کی طرف دیکھا اور کہا۔

''اے ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُٹھیے اور مدعی کے ساتھ جا کر بیٹھیے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم کی تعمیل کی ۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے بیانات سُن کر فیصلہ دے دیا۔ مدعی چلا گیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے ۔ حضرت عمر رضی اللہ نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ پوچھا۔

Marfat.com

''اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! مجھے آپ کا رنگ بدلا ہوا نظر آتا ہے کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی بات ناگوار گزری ہے؟''

''ہاں!''

''کون سی بات؟''

''یہ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے نام کے بجائے کنیت سے پکارا، آپ کو کہنا چاہیے تھا۔ علی اُٹھو اور مدعی کے پاس جا کر بیٹھو۔''

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ماتھا چوم لیا اور فرمایا۔

''آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ذریعے ہم کفر کے اندھیرے سے نکل کر اسلام کی روشنی میں آئے۔''

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''تم لوگ علی کے متعلق کیا چاہتے ہو؟'' پھر فرمایا۔ ''بے شک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہی ہر مومن کا ولی ہے۔''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا۔ آپ ﷺ نے راستے میں ایک جگہ قیام فرمایا اور نماز با جماعت قائم کرنے کا حکم دیا۔ اُس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

''کیا میں مومنین کی جانون سے قریب تر نہیں ہوں؟''

انہوں نے جواب دیا، کیوں نہیں!

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا۔

''پس یہ اُس کا ولی ہے جس کا میں مولا ہوں۔ اے اللہ! جو اسے دوست رکھے اُسے تو دوست رکھ اور جو اس سے عدات رکھے اُس سے تو عداوت رکھ۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

یمن کے علاقے میں اسلام کی تبلیغ کافی عرصے سے جاری تھی اور سردار دو عالم ﷺ یکے بعد دیگرے صحابہ کرام کو تبلیغی مقاصد کے لیے بھیجتے رہے تھے۔ اس سلسلے میں سرور کائنات ﷺ نے رمضان 10 ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن جانے کا حکم دیا تو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نوعمر ہوں اور مجھے ایک ایسی قوم میں بھیجا جارہا ہے جس میں مجھ سے زیادہ معمر اور تجربہ کار لوگ موجود ہیں۔ قضا کے معاملات میں مجھے زیادہ واسطہ نہیں رہا، اگر اس قوم میں تنازعات کے فیصلے کرنے کی نوبت آئی تو میرے لیے یہ دشوار امر ہوگا۔'' ہادی کائنات ﷺ نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی۔ ''اے اللہ! اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے منور کر۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر عمامہ باندھا اور علم دے کر یمن کی طرف روانہ فرمایا کہ۔ ''اے علی رضی اللہ عنہ! جب آپ کے سامنے دو فریق پیش ہوں تو ایک فریق کی بات سُن کر فیصلہ نہ کریں جب تک دوسرے فریق کی بات نہ سُن لیں۔''

حضرت علی مرتضٰی تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ یمن تشریف لے گئے۔ اہل یمن نے مقابلہ کی تیاریاں کر رکھی تھیں۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے آغاز جنگ

Marfat.com

سے قبل اُنہیں اسلام کی دعوت دی اور رب کائنات کے فضل و کرم سے تمام لوگ اسلام لے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لشکر کو مختلف دستوں میں تقسیم کیا اور قیام امن اور تبلیغ و اشاعت اسلام کی غرض سے انہیں مختلف علاقوں میں پھیلا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوششوں سے لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے اور یوں تقریباً پندرہ یوم کے اندر سارا یمن اسلام لے آیا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

تین غلاموں کے درمیان مشہور تاریخ ساز فیصلہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں تین غلاموں کے درمیان عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ایک امیر دولت مند شخص کے تین غلام تھے۔ جب وہ مرنے کے قریب ہوا تو اُس نے وصیت کی کہ ایک غلام کو میری لڑکی اور تمام جائیداد اور نقد زمین سمیت اس کے حوالے کر دیں۔ دوسرے غلام کو ایک ہزار دینار دے کر آزاد کر دیں۔ تیسرے کو قتل کر ڈالیں۔

اُس امیر تاجر کا انتقال ہو گیا تینوں غلام آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ اس فیصلے کے لیے اس امیر تاجر کی لڑکی ان تینوں غلاموں کو لے کر دارالشرع میں حاضر ہوئی اور تمام واقعہ خلیفہ کے سامنے پیش ہوا۔ تمام صحابہ نے سننے کے بعد اُس پر غور کیا مگر کوئی تجویز اُن کی سمجھ میں نہیں آئی جو کہ شرع کے مطابق عدل و انصاف کے تقاضے پورے کر سکے۔ آخر کار اس پیچیدہ مسئلے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چھری منگوائی اور ایک غلام سے کہا کہ اس چھری کو لے جاؤ اور اپنے آقا کی قبر کھود کر اپنے آقا کا سر کاٹ کر لے آؤ۔ اس غلام نے

Marfat.com

توبہ کی اور کہا کہ یہ کام میں کسی طرح نہیں کرسکتا کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے آقا کی بے ادبی کروں۔ اُس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے غلام کو چھری دی۔ اس غلام نے چھری ہاتھ میں لی ابھی چند قدم ہی گیا تھا کہ اُسے خیال آیا کہ میں کیوں کر اپنے آقا کی قبر پھاڑوں اور اس طرح اپنے آقا کی بے ادبی کروں؟ یہ خیال کر کے وہ غلام واپس آگیا اور کہا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔

آخر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ چھری تیسرے غلام کو دی، وہ چھری لے کر تیزی سے اپنے آقا کی قبر کی طرف بڑھا اور تقریباً نصف قبر کھود چکا تھا۔ اُس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جس غلام نے اپنے آقا کے حقوق نمک کو مدِ نظر رکھتے ہوئے چھری ہاتھ میں نہیں لی، اُسے لڑکی اور تمام مال واسباب دیا جائے۔ جو غلام تھوڑی دور جا کر واپس آیا اُسے ایک ہزار دینار دے کر آزاد کیا جائے اور جس نے اپنے آقا کی قبر پھاڑنے کی جرأت کی وہ اپنے آقا کی وصیت کے مطابق واجب القتل ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ وعنہ نے مزید ارشاد فرمایا کہ اس امیر تاجر کی وصیت کے مطابق دونوں غلام پر تو حد جاری کی جاسکتی ہے مگر شریعت کے مطابق اُس کا قتل جائز نہیں۔ اب اُس کے لیے یہ حکم ہے کہ یہ غلام کی خدمت کرے جسے لڑکی دی گئی ہے۔ تمام حاضرین نے جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فراست و دانائی دیکھی تو سب مدح وثنا کرنے لگے اور کہنے لگے کہ واقعی حضور اکرم ﷺ نے جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا ہے وہ بالکل سچ اور حق ہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک یہودی کی داڑھی بہت مختصر تھی۔ ٹھوڑی پر چند گنتی کے بال تھے۔ جب

Marfat.com

کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی داڑھی مبارک بڑی گھنی اور بھری ہوئی تھی۔ایک دن وہ یہودی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہنے لگا ''اے علی! تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن پاک میں جمیع علوم ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باب مدینۃ العلم ہو تو بتاؤ کہ قرآن پاک میں کیا آپ کی گھنی داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا بھی ذکر ہے؟'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ ہاں ہے لو سنو! قرآن پاک میں آتا ہے۔

ترجمہ: ''یعنی جو اچھی زمین ہے اُس کا سبزہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو خراب ہے اُس میں سے نہیں نکلتا مگر تھوڑا مشکل۔''

''تو اے یہودی! وہ اچھی زمیں میری ٹھوڑی ہے اور خرب زمین تیری ٹھوڑی ہے۔

ایک دفعہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے درخواست کی کہ ہم دس آدمی ہیں اور سوال ایک ہی ہے مگر جواب جداگانہ چاہتے ہیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں کہو۔اُس نے سوال پیش کیا۔ ''علم بہتر ہے یا مال؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح جواب دینا شروع کیا۔

1۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ مال کی تجھے حفاظت کرنی پڑتی ہے اور علم تیری حفاظت کرتا ہے۔

2۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ مال فرعون وہامان کا ترکہ ہے اور علم انبیاء کی میراث ہے۔

3۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم ترقی کرتا ہے۔

4۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ مال دیر تک رکھنے سے فرسودہ ہو جاتا ہے، مگر علم کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔

Marfat.com

5۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ اس سے دل کو روشنی ملتی ہے اور مال سے دل تیرہ و تار ہو جاتا ہے۔

6۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ کثرت مال سے فرعون نے دعویٰ خدائی کیا مگر کثرت علم سے رسول پاک ﷺ نے ماعبدناک حق عبادتک کہا۔

7۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ مال کو ہر وقت چوری کا خطرہ ہے مگر علم کو نہیں۔

8۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ صاحب مال کبھی بخیل بھی کہلاتا ہے مگر صاحب علم کریم ہی کہلاتا ہے۔

9۔ علم اس لیے بہتر ہے کہ مال وزر سے بے شمار دشمن پیدا ہوتے ہیں مگر علم سے ہر دل عزیزی حاصل ہوتی ہے۔

10۔ علم اس لیے بہت ہے کہ یوم قیامت کو مال کا حساب ہوگا مگر علم کا کوئی حساب نہ ہوگا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک بار بے حد عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک نوجوان ایک عورت کے ساتھ حاضر ہوا۔ اس نوجوان کی فریاد تھی کہ یہ عورت میری ماں ہے لیکن اب یہ کہتی ہے کہ تو میرا بیٹا نہیں اور عورت نے حلیفہ یہ بیان دیا کہ یہ جوان جھوٹا ہے میں اس کو نہیں جانتی اور یہ نوجوان مجھے میرے قبیلے میں رسوا کر رہا ہے۔ جب کہ میرا شوہر انتقال کر چکا ہے اور بطور گواہ اپنے قبیلے کے چالیس مردوں کو پیش کیا۔ اور سب نے شہادت دی کہ یہ عورت سچ کہتی ہے۔ یہ نوجوان اس عورت پر تہمت لگا رہا ہے۔ پورا معاملہ سننے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُس عورت سے فرمایا۔ ”کیا تو مجھے اپنا والی مقرر کرتی

Marfat.com

ہے؟'' اُس نے کہا ہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں اپنا والی مقرر کرتی ہوں۔ تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام قنبر سے فرمایا کہ چار سو درہم لا کر اس عورت کا مہر ادا کرو، میں اس نوجوان کا اس عورت سے نکاح کر دوں۔ جب یہ رقم آ گئی تو آپؓ نے فرمایا کہ اس نوجوان کے دامن میں ڈال دے کہ میں نے چار سو درہم کے مہر پر اس عورت کا نکاح اس نوجوان سے کر دیا۔ حاضر مجلس تم گواہ رہو اور نوجوان سے کہا کہ عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے جاؤ۔'' نوجوان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ ''میں کس طرح اپنی ماں سے نکاح کر سکتا ہوں؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''جو کچھ میں کہتا ہوں وہ کرو۔'' جب وہ نوجوان اُس عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے جانے لگا تو عورت نے واویلا مچایا۔ ''آپ رضی اللہ یہ ظلم مجھ پر نہ کریں مجھے سب کے سامنے رُسوا نہ کیجئے مجھے آخرت کے عذاب سے بچائیے اور بلند آواز میں عورت نے اقرار کیا کہ یہی میرا حقیقی بیٹا ہے، میں کس طرح اس کو اپنا شوہر بنا لوں۔'' پھر اُس عورت نے اصلی واقعے سے آگاہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ سب کچھ میرے بھائیوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ انہوں نے ہی مجھ سے کہا کہ اس لڑکے کو گھر سے نکال دو ورنہ یہ بڑا ہو کر میراث کا دعویٰ کرے گا۔ اب میں اس امر سے توبہ کرتی ہوں تب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جھوٹی گواہی دینے والوں پر حد مقرر کی اور عورت نے اپنے بیٹے کو بوسہ دیا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو بے حد علم و فرست سے نوازا۔ عدل و انصاف کے معاملے میں آپ کا ہر فیصلہ شریعت کے تمام تقاضے پورے کرتا تھا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہر حکم دین اسلام کے عین مطابق ہوتا۔ ایک دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک خوب صورت وخوس پوش نوجوان کولایا گیا جس پر چوری کا الزم تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے دیکھ کر فرمایا۔ ''اے نوجوان تو کس قدر خوش پوش واعلیٰ نسب اور خوبصورت ہے لیکن تجھے اپنا کچھ خیال نہ آیا اور تو نے خود کو داغدار کرلیا، اب تیری اس چوری پر تیرا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہ سُن کر اُس نے رحم کی درخواست کی کہ یہ میرا پہلا گناہ ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ''نہیں تو نے اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ چوری کی ہے۔'' یہ سُن کر وہ نوجوان رونے لگا اور کہا کہ میں تنہا اپنے خاندان کا واحد کفیل ہوں اگر میرا ہاتھ کاٹا گیا تو وہ بے سہارا ہوجائیں گے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر اپنا سر جھکالیا کچھ دیر بعد فرمایا۔ ''اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، آخر اس کا ہاتھ قلم کردیا گیا۔ اس کے بعد اُس شخص نے اقرار کیا کہ میں نے اس سے قبل 99 مرتبہ چوریاں کی تھیں یہ چوری جس میں، میں پکڑا گیا میری 100 ویں چوری تھی۔'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ ہی غفور ورحیم ہے وہ کسی بندے پر پہلی بار عقوبت نہیں کرتا۔'' (سبحان اللہ)

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی حکمت ودانائی سے ایسے نادر فیصلے فرمائے جو رہتی دنیا تک بنی نوع انسانوں کے لیے ہدایت کا پیغام ہیں۔ ایسا ہی ایک مقدمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پیش ہوا، کہ ایک شخص اپنے غلام کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا، راستے میں آقا اور غلام کے درمیان جھگڑا ہوگیا چوں کہ آقا سخت طبیعت کا مالک تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے غلام کو پریشان کرتا تھا جس کی وجہ سے تلخی اس قدر بڑھی کہ اُس

Marfat.com

غلام نے نہ صرف غلامی سے انکار کیا بلکہ اپنے آقا کو کہا کہ میں تیرا غلام نہیں بلکہ تو میرا غلام ہے دونوں جھگڑتے ہوئے واپس کوفہ پہنچے ہر ایک کا یہی دعویٰ تھا کہ تو میرا غلام ہے۔ آخر یہ معاملہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پیش ہوا، دونوں نے اپنے آقا ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاملہ سننے کے بعد فرمایا۔ ''اچھا اب تم دونوں گھر جاؤ کل پھر آنا میں تمہارا فیصلہ کر دوں گا۔'' یہ دونوں اپنے گھر روانہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قنبر سے فرمایا کہ دیوار میں دو سوراخ کرو جس میں آسانی کے ساتھ سر جا سکے اور جب یہ دونوں اپنا سر اس سوراخ سے پار کر لیں تو میں تمہیں حکم دوں گا کہ غلام کا سر قلم کر دو، تو فوراً تلوار نکال لینا مگر سر قلم نہ کرنا۔'' دوسرے دن یہ دونوں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ دونوں اپنی گردنیں اس سوراخ میں ڈال دیں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قنبر کو حکم دیا فوراً غلام کا سر قلم کر دو، ابھی قنبر نے تلوار نکالی ہی تھی جو غلام تھا اُس نے فوراً اپنا سر سوراخ سے باہر نکال لیا۔ اس فطری عمل نے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ واقعی غلام ہے جو آقا بنا ہوا تھا اُس نے اپنا سر سوراخ سے باہر نہ نکالا۔ آخر میں دونوں کو نصیحت فرمائی اور اپنے اپنے مقام پہچاننے کی تلقین فرمائی۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب کوئی فوجی دستہ روانہ کرتے تو اُس کے امیر سے فرماتے۔ ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں جس کی بارگاہ میں آخر کار تمہیں حاضری دینا ہے اور جس کے علاوہ اور کوئی تمہاری منزل نہیں ہو سکتی کہ وہی دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ دیکھو جس مہم پر تمہیں بھیجا جا رہا ہے اس کا پورا

Marfat.com

اہتمام کرنا اور ایسے کام کرنا جو تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کریں۔ دنیا کی وہی چیز کام آئے گی جو اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ گئی۔"

ایک بدو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ مانگا۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے کہا۔ "میرے گھر میں آج کی روٹی کے سوا کوئی چیز نہیں ہے۔"

بدو مایوس ہو کر چلا گیا۔ وہ بلند آواز سے کہتا جا رہا تھا۔

"بخدا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آپ کرم اللہ وجہہ سے میرے متعلق باز پرس کرے گا۔"

امیر المومنین رو پڑے اور تنا روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ پھر بدو کو بلایا اور اپنے غلام قنبر کو آواز دی۔ "قنبر میری زرہ لے آؤ۔" قنبر زرہ اٹھا لایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدو کو زرہ دیتے ہوئے کہا۔ "دیکھو تمہیں کوئی ٹھگ نہ لے یہ بڑی قیمتی زرہ ہے۔"

"امیر المومنین! بدو کے لیے بیس درہم کافی تھے۔" قنبر نے کہا۔

"قنبر! اگر یہ دینار میرے لیے سونا اور چاندی بن جائیں اور میں سب کے سب اُس شخص کو دے دوں، تب بھی مجھے کوئی خوشی نہ ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس شخص کے بارے میں جو میرے سامنے کھڑا ہے باز پرس کی تو میں کیا جواب دوں گا؟"

:❁:❁:❁:❁:❁:

حضرت زر بن جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ قسم ہے اُس کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا کہ

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا۔ اور مجھ سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔"

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر کے دن فرمایا تھا کہ کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا۔ وہ شخص اللہ سے اور اُس کے رسول سے محبت رکھتا ہوگا پھر جب صبح ہوئی تو لوگ رسول خدا ﷺ کے پاس گئے سب اس بات کی اُمید رکھتے تھے کہ جھنڈا اس کو دیا جائے گا۔ مگر آپ ﷺ نے پوچھا۔ علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا اُن کی آنکھیں آشوب ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اُن کو بلاؤ چنانچہ وہ لائے گئے۔ رسول خدا ﷺ نے اُن کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا تو وہ اچھے ہو گئے۔ گویا کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ پھر آپ ﷺ نے جھنڈا اِن کو دیا۔

12 ربیع الاول 11 ہجری کو سردار دو جہان ہادی کون و مکان ﷺ نے وصال فرمایا۔ آپ ﷺ کے وصال کا حادثہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے حد درجہ روح فرسا اور الم ناک تھا۔ مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نازک موقعے پر معیاری صبر و استقامت اور مثالی قرار کا ثبوت دیا۔ آنحضور ﷺ کو غسل دیتے وقت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ "یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ نثار، آپ ﷺ کے وصال سے نبوت کا سلسلہ ختم ہوا، غیب کی خبریں بند ہو گئیں۔ آسمانی پیام رک گئے، آپ ﷺ نے خاموشی کا حکم نہ دیا ہوتا اور تڑپنے سے نہ روکا ہوتا تو میں اپنی آنکھوں کے آنسو ختم کر دیتا۔"

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اُن کے ابتدائی دور میں مختلف نو مسلم قبائل فساد برپا کرنے لگے تو اس مرحلے پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ اسلام کے ساتھ دست تعاون دراز رکھا۔ آپ حفاظتی دستوں کے امیر اور ولی بھی مقرر ہوئے۔ غنائم سے اموال خمس کی تقسیم کی تولیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمے تھی۔ جنگ یمامہ میں قرآن حکیم کے متعدد قراء اور حفاظ کے شہید ہونے کی وجہ سے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن پاک کو مدون کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس ضمن میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی ایک مشاورتی کونسل قائم تھی اس کونسل کا انعقاد مسجد نبوی ﷺ میں ہوتا تھا۔ اس کے سربرآوراراکین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بنیادی رکن کی حیثیت سے شامل تھے۔ اور ملکی انتظامات اور اہم واقعات کی مشاورت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اہم مقام تھا۔ اسی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خداداد ذہنی صلاحیت اور علمی قابلیت کے اعتبار سے عہد فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں منصب قضاء وافتاء پر بھی فائز تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ کا قاضی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔ عہد فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مشیر خاص تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مشوروں کی بے حد قدر کرتے تھے اور آپ کے مشوروں کو دوسروں کے مشوروں پر ترجیح دیتے تھے۔

عہدِ عثمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جمع قرآن کے مسئلے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکمل تعاون کیا اور آپ رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ اس تمام عمل میں پوری طرح شامل رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں کے بار بار اصرار پر اور خصوصاً اصحاب رسول ﷺ کے مجبور کرنے پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کا منصب قبول کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کے بعد جو سب سے پہلا خطبہ دیا اس میں خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ ''اللہ عزوجل نے ایسی کتاب نازل فرمائی جو لوگوں کو ہدایت دینے والی ہے۔ اس کتاب میں ہر قسم کے خیر و شر کو بیان فرمایا۔ اب تمہیں چاہیے کہ تم خیر کو قبول کرو اور شر کو چھوڑ دو۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے فرائض ادا کرو، وہ تمہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے امور حرام فرمائے ہیں جو قطعاً ڈھکے چھپے نہیں، اور تمام احرام کاموں سے زیادہ مسلمان کا خون حرام فرمایا ہے۔ اس نے مسلمانوں کیساتھ اخلاص اور باہم متحد رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ مسلم وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر لوگ محفوظ رہیں سوائے اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی ایذا ہی کا حکم دیا ہو تم موت آنے سے قبل عام اور خاص احکام سب پر عمل کرو کیوں کہ لوگ تو تمہارے سامنے موجود ہیں اور موت تمہیں گھیرتی چلی جا رہی ہے تم گناہوں سے ہلکے ہو کر موت سے ملو گے، لوگ تو ایک دوسرے کا انتظار ہی کرتے رہتے ہیں۔ تم لوگ اللہ کے بندوں اور اُس کے شہروں کی بربادی کے معاملے میں اللہ سے ڈرو کیوں کہ تم سے اس کا سوال ضرور کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ چوپاؤں اور گھانس پھونس کے بارے میں بھی تم سے سوال ہوگا۔ اللہ عزوجل کی اطاعت کرو، اس کی نافرمانی نہ کرو اور جو بھی تمہیں خیر نظر آئے اسے قبول کرو اور جو برائی دیکھو اسے چھوڑ دو اور اس بات کو یاد کرو جب تم

Marfat.com

لوگ تھوڑی تعداد میں تھے اور زمین میں کمزور تھے۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عظیم کردار اور شان کا اندازہ اُس تصویر سے کیا جا سکتا ہے جو اُن کے ایک فریق نصرار بن حمزہ اسدی نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں کھینچی۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرار سدی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد اُن کے خصائل اور معمولات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔

''آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے بلند نظر، بڑے عالی ہمت، بڑے طاقتور، پی تلی گفتگو فرماتے، بہترین خطیب حق و انصاف کے مطابق فیصلہ کرتے، زبان و ذہن سے علم کا چشمہ اُبلتا، ہر ہر ادا سے حکمت ٹپکتی، دنیا اور بہار دنیا سے وحشت تھی۔ رات اور رات کی تاریکی میں خوش رہتے، آنکھیں پر آب، ہر وقت فکر و غم میں ڈوبے رہتے، رفتار زمانہ پر متعجب، نفس سے ہر وقت مخاطب، کپڑا وہ مرغوب تھا جو معمولی اور موٹا جھوٹا ہو، غزا وہ مرغوب تھی جو غریبانہ اور سادہ ہو، کوئی امتیازی نشاں پسند نہیں کرتے تھے۔ جماعت کے ایک فرد معلوم ہوتے تھے۔ ہم سوال کرتے تو جواب دیتے تھے ہم حاضر ہوتے تو سلام اور مزاج پرسی میں پہل کرتے، ہم مدعو کرتے تو دعوت قبول کرتے لیکن اس قرب و مساوات کے باوجود رعب کا یہ عالم تھا کہ بات کرنے کی ہمت نہ تھی۔ اگر کبھی مسکراتے تو دانت موتی کی ایک لڑی معلوم ہوتی۔ دین داروں کی عزت اور مسکین سے محبت کرتے تھے لیکن اس تواضع اور مسکنت کے باوجود کسی طاقتور اور دولت مند کی یہ مجال نہ تھی کہ اُن سے غلط فیصلہ کروالے یا اُن سے کوئی رعایت حاصل کرے۔ اور

Marfat.com

کمزور کو ہر وقت اُن کے عدل وانصاف کا بھروسا تھا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ایک شب اُن کو ایسی حالت میں دیکھا کہ رات نے اپنی ظلمت کے پردے ڈال دیے تھے اور ستارے ڈھل چکے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مسجد کے محراب میں کھڑے تھے۔ داڑھی مٹھی میں تھی اس طرح تڑپ رہے تھے جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو، اس طرح رو رہے تھے جیسے دل پر کوئی چوٹ لگی ہو۔ اُس وقت میرے کانوں میں اُن کے الفاظ گونج رہے تھے۔

اے دنیا! اے دنیا کیا تو میرا امتحان لینے چلی ہے اور مجھے بہکانے کی ہمت کی ہے، مایوس ہو جا کسی اور کو فریب دے! میں نے تجھے ایسی تین طلاقیں دی ہیں جن کے بعد رجعت کا کوئی سوال نہیں۔ تیری عمر کوتاہ، تیرا عیش بے حقیقت، تیرا خطرہ زبردست، ہائے زادِ راہ کس قدر کم ہے، سفر کتنا طویل اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔"

ضرار کی یہ تقریر سن کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور کہا۔ "خدا ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم کرے، واللہ وہ ایسے ہی تھے۔"

پھر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے پوچھا۔

"اے ضرار! تم کو اُن کا کتنا غم ہے؟"

انہوں نے کہا۔ "جتنا اُس عورت کو ہو جس کا اکلوتا بیٹا اُس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو۔"

:❋:❋:❋:❋:❋:

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی طالب کو روپے کی ضرورت تھی۔ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے اپنی

Marfat.com

ضرورت بیان کی۔ فرمایا ''تم جانتے ہو میرے پاس روپیہ کہاں؟'' بولے۔ ''بیت المال سے قرض دلوا دیجئے۔''

ارشاد ہوا۔

''میں اللہ کے سامنے چور بننا نہیں چاہتا اس معاملے میں تم حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عام آدمی میرے لیے برابر ہیں۔''

ایک دفعہ عبداللہ بن زریر ایک صاحب کے ہاں شریک طعام ہوئے دستر خوان پر نہایت سادہ کھانا تھا۔ انہوں نے عرض کیا ''یا امیر المومنین! آپ کو پرندوں کے گوشت کا شوق نہیں؟'' آپ نے فرمایا۔ ''ابن زریر خلیفہ وقت کو مسلمانوں کے مال میں صرف دو پیالوں کا حق ہے، ایک خود کھائے اور کھلائے اور دوسرا عامتہ الناس کے سامنے پیش کرے۔''

ایک مرتبہ آپؓ اپنے غلام قنبر کو ساتھ لے کر کپڑا خریدنے تشریف لے گئے۔ اپنے لیے معمولی موٹا کپڑا خریدا اور قنبر کے لیے اچھا ملائم کپڑا انتخب کیا۔ قنبر نے تامل کیا تو فرمایا۔ ''تم جوان ہو، تمہارے لیے اچھا کپڑا مناسب ہے میرا کیا ہے بوڑھا آدمی ہوں۔'' ایک مرتبہ عید سے پہلے لوگوں نے فرمایا۔

''امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ کے لباس میں پوند لگے ہیں، اگر آپ دو درہم میں کپڑوں کا ایک جوڑا خرید لیں اور عید کے دن اُسے پہن لیں تو کیا اچھا ہو؟''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ''مجھے شرم آتی ہے کہ میں نئے کپڑے پہنوں اور کوفہ میں ہزاروں اشخاص بوسیدہ لباس میں ہوں۔''

ایک دفعہ بیت المال میں جو کچھ تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو

Marfat.com

مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور اُس میں جھاڑو دے کر دو رکعت نماز پڑھی۔ فرمایا۔ ''اے زمین! تو گواہ رہنا کہ میں نے مسلمانوں کی امانت ادا کر دی۔'' جب کہیں سے مال آتا تو سارے کا سارا سامان مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے تھے نہ اپنے لیے کوئی خاص چیز منتخب کرتے اور نہ تقسیم میں اپنے اعزاء واقربا کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کہیں سے نارنگیاں آئیں۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایک نارنگی اُٹھالی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نارنگیاں اُن سے لے لیں اور لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب دارالخلافہ مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل کیا تو دارالامارت کے بجائے ایک میدان میں خیمہ لگا کر اُس میں قیام کیا اور فرمایا۔

''عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ ان عالی شان محلوں کو نظر حقارت سے دیکھا۔ مجھے بھی ان کی حاجت نہیں، بعد میں ایک معمولی مکان کو اپنا مسکین بنایا اور دروازے پر نہ کوئی حاجب تھا اور نہ کوئی دربان۔ ایک عام آدمی کی طرح زندگی گزارتے تھے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ابن ابی رافع سے روایت ہے کہ میں امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیت المال کا نگران تھا۔ ایک مرتبہ بصرہ سے موتیوں کا ہار آیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی نے یہ ہار مجھ سے عاریتاً مانگ لیا کہ وہ اسے عید کے دن پہن کر واپس کر دیں گی۔ میں نے یہ ہار اُنہیں بھجوا دیا۔ امیر المومنین کی نظر اس ہار پر پڑی تو انہوں نے بیٹی سے پوچھا۔ ''یہ کہاں سے آیا ہے؟'' انہوں نے واقعہ بیان کیا تو امیر المومنین نے مجھ سے فرمایا۔ ''ابن ابی رافع تم خیانت بھی کرنے لگے؟'' میں نے کہا۔ ''معاذ اللہ''

Marfat.com

فرمایا۔ ''تم نے میری بیٹی کو بیت المال کا ہار عاریتاً کیسے دے دیا نہ مجھ سے اجازت لی اور نہ مسلمانوں سے۔''

میں نے عرض کیا۔ ''وہ آپ کی صاحبزادی ہیں۔ انہوں نے ایک چیز مانگی اور میں نے تین دن بعد صحیح وسالم واپسی کی شرط پر انہیں دے دی۔'' ارشاد ہوا۔

''ابھی واپس لو۔ اگر آئندہ تم نے ایسی حرکت کی تو سزا سے نہیں بچ سکو گے، اگر میری بیٹی نے عاریتاً یہ ہار نہ منگایا ہوتا۔ تو یہ پہلی ہاشمی لڑکی ہوتی جس کے ہاتھ میں چوری کے الزام میں قلم کراتا۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی نے عرض کیا۔

''امیر المومنین! میں آپ کی بیٹی ہوں۔ مجھ سے زیادہ اس ہار کا مستحق اور کون ہوسکتا ہے؟''

فرمایا۔ ''اے ابن ابی طالب کی بیٹی! کیا مہاجرین اور انصار کی تمام لڑکیاں عید پر ایسا ہار پہنیں گی؟'' وہ خاموش ہوگئیں اور میں نے ہار اُن سے لے کر بیت المال میں رکھ دیا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رعایا کے معذور طبقے کی فلاح و بہبود کا خاص خیال رکھا۔ رعایا سے حسن سلوک اور شفقت اسلامی حکومت کا طرۂ امتیاز تھا۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیت المال کی رقوم لوگوں میں نہایت فیاضی سے تقسیم کیں۔ ذمیوں کے ساتھ بھی آپ کا برتاؤ نہایت شفقت آمیز تھا یہاں تک کہ ایرانی لوگ آپ کے لطائف و ترحم کی وجہ سے یہ کہنے لگے۔ بخدا! اس عربی نے نوشیرواں کی یاد تازہ کردی۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشاعت و تبلیغ دین اور دین تعلیم و تلقین کے لیے کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ رکھا، چوں کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ حضور اکرم ﷺ کی زیر تربیت اور زیر پرورش تھی اس وجہ سے علم و فضل میں ایک خاص مقام کے حامل تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی حیات میں ہی پورا قرآن حکیم زبانی یاد فرمالیا تھا۔ اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور تفسیر اور شان نزول سے بھی واقف و آشنا تھے۔ آپ کو حدیث میں بھی ایک خاص مقام حاصل تھا۔ مشکل سے مشکل مسائل با آسانی حل فرمادیا کرتے تھے۔ آپ نہایت ذہین اور طباع تھے۔ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک دفعہ پاؤں دھونے کے بعد کتنے دن تک موزوں پر مسح کر سکتے ہیں؟ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر دریافت کرو اُن کو اس بارے میں معلومات ہوں گی کیونکہ وہ سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ اُس شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آکر یہ مسئلہ پوچھا انہوں نے جواب دیا۔ ''مسافر کے لیے تین دن، تین رات اور مقیم کے لیے ایک دن ایک رات۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقریر و خطابت میں بھی ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت فصیح اللسان شخص تھے اور خطابت میں نہایت زبان آور اور قادر الکلام تھے۔ ان کے کلام سے حکمت کے سوتے پھوٹتے تھے اور بلاغت کا دریا اُن کی زبان سے رواں ہوتا۔ واعظ ایسے تھے کہ قلب و نگاہ پر چھا جاتے تھے کلام و بیان پر اس درجہ قدرت تھی کہ جس بات کو چاہتے اور جس طرح چاہتے ادا

Marfat.com

کرتے۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نبوت کی عبادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، لہٰذا عام صحابہ کے مقابلے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبادت میں ایک خاص خصوصیت تھی۔ شجاعت وبسالت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مخصوص وصف تھا۔

یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک اعرابی مدینہ منورہ سے دور کسی اور شہر میں رہتا تھا اُس کا اونٹ مر گیا۔ اُس نے سوچا کہ میں مدینہ منورہ جا کر امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تاکہ وہ مجھے بیت المال سے اونٹ دے دیں چنانچہ اس مقصد کے لیے وہ اعرابی ایک لمبا سفر طے کر کے مدینہ منورہ پہنچا۔ جب وہ اعرابی امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر پہنچا تو اُس کو حضرت امام حسینؓ ملے امام نے اُس اعرابی کو مسجد کے حجرے میں بیٹھا دیا اور فرمایا کہ ''میں آپ کے لیے کھانا تیار کرا کر ابھی لاتا ہوں۔'' چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت اچھا کھانا اس اعرابی کے سامنے لا رکھا۔

اعرابی کھانے کو دیکھ کر کہنے لگا۔ ''میں اُس وقت تک یہ پر تکلف کھانا بالکل نہیں کھاؤں گا جب تک کہ اُس غریب آدمی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہ کرلوں جو کہ مسجد کے صحن میں سوکھی روٹی کے ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھا رہا ہے۔'' حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

وہی تو امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ وہ اپنا معمول کا کھانا تناول فرما رہے ہیں اور یہ پر تکلف کھانا وہ بالکل نہیں کھائیں گے۔'' اعرابی یہ

Marfat.com

بات سُن کر از حد حیران ہوا اور وہ سوچنے لگا کہ اس قدر عظیم الشان سلطنت کے حاکم اس قدر سادہ زندگی گزارتے ہیں اور ایسی سادہ غذا پر گزارہ کرتے ہیں جس کو عام غریب بھی کھانا پسند نہیں کرتا۔ اس کے عبد اعرابی امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کو بیت المال سے ایک اچھی نسل کا اونٹ دیکر رخصت کیا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جن خصوصیات نے دوست تو دوست ، دشمن سے بھی لوہا منوالیا اُن میں شجاعت کے بعد خطابت سب سے زیادہ قابل ذکر ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ساری زندگی انسانیت کے بلند اصولوں اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کی خدمت کرتے ہوئے بسر ہوئی۔ آپ قلم زبان اور تلوار تینوں کے دھنی تھے، جنگ کا میدان ہو یا رشد و ہدایت ک منبر، عدالت کی کرسی ہو یا فقر کی مسند، خطاب کا معرکہ ہو یا کتابت کا فریضہ، کوئی میدان، کوئی کوچہ اور کوئی منزل ایسی نہیں جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عظمت کے آفتاب نے طلوع ہوکر ضیا پاشی نہ کی ہو۔ زہد و تقویٰ آپؓ کی فیاضی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عدل، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاک بازی، آپ کی فراست و ذکاوت، آپ کا علم دین وفقہ آپ کی عوام دوستی اور خلق! کون سا پہلو ہے جو پکار پکار کر نہ کہتا ہو کہ آپ کا مثل مشکل سے ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی آپ کی پُر اثر شخصیت کے گن گاتے نظر آتے ہیں۔ مشہور دانش ور ایڈورڈ گبن لکھتے ہیں۔ ’’حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں متعدد اوصاف جمع ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاعر بھی تھے اور صاحب

Marfat.com

شمشیر بھی تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان جنگ میں ہر دشمن کو شکست دی۔ جنگ خواہ تلوار کی ہو یا زبان کی جو بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر آیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خطابت اور شجاعت سے مار کھا گیا۔''

اسی طرح ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لائز لکھتے ہیں کہ ''حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہادری، حوصلہ، سخاوت اور قلب کی صفائی کے اعتبار سے آئینہ کی مثل تھے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں کئی عناصر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تھے۔ اُن میں سے خاص طور سے خارجی تو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت و امارت کو کسی بھی صورت برداشت کرنے پر تیار نہ تھے۔ جنگ نہر وان میں خارجیوں کے بے شمار لوگ مارے گئے تھے اس لیے اُن لوگوں کے سینے میں عناد کی آگ ہمیشہ بھڑکتی رہتی تھی اور جذبۂ انتقام میں یہ لوگ اپنے اپنے موقعے کے انتظار میں رہے اور یوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ ان لوگوں کی عداوت کے نتیجے میں پیش آیا۔

:❁:❁:❁:❁:❁:

آپ کی شہادت کی خبر رسول خدا ﷺ نے پہلے ہی سے دے دی تھی۔ چنانچہ ایک روز آپ ﷺ نے خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ ''اے علی! پچھلوں میں سب سے زیادہ شقی وہ تھا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پیر کاٹے تھے اور اگلوں میں سب سے زیادہ شقی وہ ہے جو تمہاری داڑھی کو تمہارے سر کے خون سے رنگین کرے گا۔''

جنگ نہروان کے بعد مکہ مکرمہ میں تین خارجی جمع ہوئے اور انہوں نے ایک

Marfat.com

منصوبہ تیار کیا اور اُس کو پورا کرنے کے لیے اپنی جانوں کو قربان کرنے کا عہد کیا۔ انہوں نے آپس میں معاہدہ کیا کہ رمضان المبارک میں عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، برک بن عبداللہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور عمرو بن بکر نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ ان تینوں نے اپنی اپنی تلواروں کو زہر میں بجھایا اور فیصلہ کیا کہ 17 رمضان کو یہ مبارک کام انجام دینا ہے اور تینوں حضرات کو ایک ہی روز نماز فجر کے وقت شہید کیا جائے۔ چنانچہ اس تاریخ کو تینوں حضرات پر زہر آلود خنجروں سے حملہ کیا گیا۔ اتفاق سے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت اُس روز خراب تھی اس لیے اُنہوں نے اُس روز اپنی جگہ خارجہ بن حذیفہ کو نماز فجر پڑھانے کے لیے بھیج دیا چنانچہ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ سیدنا خارجہ بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے پر جو شخص متعین تھا اُس کا وار اوچھا پڑا اس وجہ سے زخم خفیف آیا انہوں نے چندروز دوا لی اور شفایاب ہو گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت مبارک تھی کہ فجر کی نماز کے لیے بہت سویرے اُٹھتے تھے اور نماز کے لیے جاتے ہوئے لوگوں کو الصلوٰۃ، الصلوٰۃ کے ساتھ ندا کرتے چلے جاتے تھے تا کہ لوگ نماز کے لیے جاگ جائیں۔ جیسے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کی طرف تشریف لائے ابن ملجم جو اپنی مخصوص تلوار کے ساتھ اندھیرے میں چھپا بیٹھا تھا اُس نے آپ کے سر مبارک پر زور سے تلوار چلائی جو سر مبارک میں گہری چلی گئی۔ خون بہہ نکلا جس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ریش مبارک تر بتر ہو گئی۔ لوگوں نے ابن ملجم کو پکڑ لیا۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر لے کر آئے اور عبدالرحمٰن ملجم کو بھی پکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس سے چند سوال کیے پھر فرمایا ''اس کو آرام سے رکھا جائے اور کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے۔'' اُس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو وصیت فرمائی ''اگر میں اس زخم کی وجہ سے انتقال کر گیا تو اللہ کے حکم کے مطابق قاتل کو قصاص میں قتل کر دینا لیکن اگر میں صحت یاب ہو گیا تو پھر اس معاملے پر میں خود غور کروں گا۔'' پھر اُس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نصیحت اور وصیت فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ وہ وصیت ہے جو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب نے کی ہے وہ اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، اور محمد ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرما دیں۔ خواہ یہ بات مشرکوں کو بُری کیوں نہ معلوم ہو۔ یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا اور میں تابع فرمان لوگوں میں سے ہوں۔ اے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں تجھے اور اپنی تمام اولاد اور اپنے تمام گھر والوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جو تمہارا پروردگار ہے اور اس بات کی کہ تم صرف اسلام کی حالت میں جان دینا، تم سب مل کر اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لو اور باہم متفرق نہ ہو جاؤ۔ نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے کہ تم اپنے تمام رشتے داروں سے بہتر سلوک کرو۔ اس سے اللہ تم پر حساب نرم

Marfat.com

فرما دے گا، یتیموں کے معاملے میں اللہ سے ڈرنا۔ اللہ سے ڈرو کیوں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی نصیحت ہے آپ ﷺ ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کی وصیت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ہمیں یہ خوف پیدا ہو گیا کہ حضور ﷺ پڑوسیوں کو وارث بھی نہ بنا دیں۔ قرآن کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، کہیں قرآن پر عمل کرنے میں تمہارے اغیار تم پر سبقت نہ لے جائیں۔ نماز کے معاملے میں بھی اللہ سے ڈرو کیوں کہ نماز تمہارے دین کا ستون ہے تم اپنے پروردگار کے گھر (مسجد) کے معاملے میں بھی اللہ سے ڈرو اور جب تک زندہ ہو کسی حالت میں مسجد کو خالی نہ چھوڑو۔ اگر اسے خالی چھوڑ دیا گیا تو وہاں کوئی نظر نہ آئے گا اور جہاد کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ اپنے نبی ﷺ کی ذمے داری کے لیے اللہ سے ڈرو تمہارے موجود ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اپنے نبی ﷺ کے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں وصیت فرمائی ہے۔ فقرا اور مساکین کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو، لوگوں سے نیک بات کہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کرو۔ اگر تم اسے ترک کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر برے لوگوں کو حاکم بنا دے گا۔ صلاح رحمی کرو، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو، قطع رحمی اور تفرقہ اندازی سے احتراز کرو، نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں ایک دوسرے کی اعانت کرو، نافرمانی اور سرکشی میں کسی کی اعانت نہ کرو، کیوں کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے اہلِ بیعت کی حفاظت کرے، میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتا ہوں۔"

اس وصیت کے بعد لا الا اللہ پڑھنے میں مصروف رہے۔ آپ تین روز تک

Marfat.com

زندہ رہے اس دوران کلمہ طیبہ کا ورد آپ کی زبان سے جاری رہا۔ یہاں تک کہ آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹوں حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے آپؓ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا۔ جن میں قمیص نہ تھی حضرت امام حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپؓ کے مومن میں اختلاف ہے مگر مشہور قول یہی ہے کہ آپکا مزار مبارک نجف میں ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اتنی کثیر اور عمدہ روایات وارد نہیں ہوئیں جتنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں پائی گئیں۔

Marfat.com

# حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمام تعریف اور حمد وثنا رب العزت کے لیے ہے وہ عظیم رب جو اپنے گناہ گار بندں کی مغفرت کرنے والا اور انہیں بخشنے والا ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کے لیے حمد وستائش ہے جس نے ہمیں اپنا دین عطا کیا اور اپنی ملت میں سے قرار دے کر امتیاز بخشا اور اپنے لطف واحسان کی راہوں پر چلایا تا کہ ہم اس کے فضل وکرم سے ان راستوں پر چل کر اُس کی خوشنودی تک پہنچیں۔ ایسی حمد جسے وہ قبول فرمائے اور جس کی وجہ سے ہم سے وہ راضی ہو جائے۔

اے اللہ تو ہمیں نہایت خضوع وخشوع سے عبادت کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں توفیق دے کہ نیکی واحسان کے ذریعے عزیز رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور انعام وبخشش سے ہمسایوں کی خبر گیری کریں اور اپنے اموال کو مظلوموں سے پاک وصاف کریں اور زکواۃ دے کر انہیں پاکیزہ اور طیب بنالیں۔ جو ہم سے علیحدگی اختیار کرے اس کی طرف دستِ مصالحت بڑھائیں جو ہم پر ظلم کرے اس سے انصاف برتیں جو ہم سے دشمنی کرے اس سے صلح وصفائی کریں سوائے اُس کے جس سے تیرے لیے اور تیری خاطر دشمنی کی گئی ہو۔ ہمیں پاکیزہ اعمال کے وسیلے سے تقرب حاصل کرنے کی توفیق دے جن کے ذریعے تو ہمیں گناہوں سے پاک کردے۔

مالکِ کائنات نے اپنے پیارے محبوب سرور کونین سردارِ دو جہاں ﷺ کو

Marfat.com

مبعوث فرمایا۔ پھر خود اللہ عزوجل، خالق ارض وسما نے نبی کریم ﷺ سے عقیدت و محبت کا اظہار فرمایا اور اس محبت وعقیدت میں اپنے ساتھ اپنے ملائیکہ کو بھی شامل فرمایا۔ اور پھر اپنے گناہ گار بندوں پر احسان فرماتے ہوئے انہیں بھی یہ سعادت نصیب فرمائی کہ وہ بھی شامل ہو جائیں اور فرمایا۔

''اے ایمان والو! تم بھی اپنے نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجو۔''

حضور سرور کونین ﷺ سے والہانہ محبت وعقیدت مومن کے ایمان کا لازمی جزو ہے۔ اور دین کی اصل ہے۔ اس میں ہماری نجات اور بھلائی ہے۔ تو درود وسلام ہو آقائے نامدار ﷺ پر.... آنحضرت ﷺ نے حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

''بے شک سب سے سچا کلام اللہ کی کتاب ہے۔ سب سے مضبوط کڑا التقویٰ ہے۔ سب سے بہتر ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے۔ سب سے بہتر قصہ یہ قرآن ہے۔ تمام کاموں میں سب سے بہتر وہ ہے جس کو عزیمت سے ادا کیا جائے اور بدترین کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کیے جائیں سب سے بہتر طریقہ انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کا طور طریقہ ہے۔ سب سے اشرف موت شہداء کی شہادت کا قتل ہونا سب سے اشرف موت ہے۔ اشرف کے معنی سب سے زیادہ بزرگی والی۔ سب سے زیادہ لائق عظمت.....

اصل شہید تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے کافروں کے ہاتھوں میں قتل ہو جائے...... اور اگر کوئی شخص میدان جہاد میں مقتول پایا گیا اور اس کے بدن پر زخم کا نشان تھا لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ اس کو کس کافر نے قتل کیا ہے تو وہ بھی شہید کہلائے گا۔ اسی طرح میدان جہاد سے کسی شخص کو زخمی ہونیکی حالت میں زندہ

Marfat.com

اُٹھالیا گیا ہو۔ لیکن دوادارو کی مرہم پٹی کی، کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اُس نے دم توڑ دیا تو وہ بھی شہید ہے۔ اسی طرح جس شخص کو کسی مسلمان نے بغیر کسی وجہ کے ظلماً قتل کر دیا ہو تو وہ بھی شہید ہے۔ یہ شہداء کی پانچ قسمیں ہوئیں جو دنیا کے احکام کے اعتبار سے بھی شہید ہیں اور آخرت کے اعتبار سے بھی شہید ہیں۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ: ''یعنی تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے۔'' کافر کی تلوار نے ہی اُس کے شفاعت کر دی اور بخشا گیا یہ بھی ارشا فرمایا کہ: ''شہید کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اُس کی بخشش فرما دیتے ہیں۔'' قبر میں اُس سے حساب کتاب نہیں ہوتا۔

آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی تھی اور شہداء آپ کے جوتوں کی خاک ہیں۔

آپ ﷺ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں۔ (یہ سلسلہ چلتا ہی رہے)

یہ اندازہ لگائیں کہ جس موت کی تمنا ﷺ فرما رہے ہیں وہ موت کتنی اشرف اور کتنی قیمتی ہو گی؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شہادت کی موت نصیب فرمائے (آمین)۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ: ''اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، مگر اس کی زندگی کا تم شعور نہیں رکھتے (اس کی زندگی تمہارے حواس سے بالاتر چیز ہے)'' سورۂ بقرہ۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ: ''بلکہ وہ زندہ ہیں اور اُن کے رب کے پاس

Marfat.com

ان کورزق دیا جاتا ہے۔"

صحیح بخاری کے حوالے سے مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ: "اللہ تعالیٰ کے عرشِ اعظم کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ اور وہ شہداء کا مستقر ہیں وہ شہداء کے رہنے کی جگہ ہے اور سبز پرندوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ اُن کو سواریاں عطا فرماتے ہیں۔ اور اُن کی روحیں ان سبز پرندوں میں جنت کے اندر پرواز کرتی ہیں۔ اور جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں۔" (مشکوٰۃ)

یہ تو قیامت سے پہلے کا معاملہ ہے قیامت کے دن اُن کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے گا وہ تو سبحان اللہ کیا بات ہے۔!

:❋:❋:❋:❋:❋:

سیدنا حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ شہادت نہ صرف اسلامی تاریخ کا اہم واقعہ ہے بلکہ پوری دنیا کی تاریخ مین بھی اس کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔

جگر گوشہ ﷺ شباب اہل الجنتہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دردناک مظلومانہ شہادت پر تو زمین و آسمان روئے۔ جنات روئے، جنگل کے جانور متاثر ہوئے، انسان اور پھر مسلمان تو ایسا کون ہے جو اس درد کو محسوس نہ کرے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہزادۂ سادات، پیکر اخلاق، نشان ہدایت، اہل الجنت، سردار کربلا، نواسۂ رسول ﷺ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند سید الشہداء کے لقب سے یاد کیے گئے۔

Marfat.com

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کے دوسرے نواسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت شعبان 4ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ ﷺ نے ہی اُن کا نام حسین رکھا۔ ان کو شہد چٹایا۔ ان کے منہ میں اپنی زبان مبارک داخل کر کے لعاب دہن عطا فرمایا۔ اور اُن کا عقیقہ کرنے اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے عقیقہ کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی...... اپنے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے۔ اور آپ ﷺ کو ان سے بھی غیر معمولی محبت اور تعلق تھا۔ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر صرف چھ یا سات سال تھی۔ لیکن یہ چھ ساتھ سال نبی کریم ﷺ کی صحبت شفقت و محبت میں گزرے.......

رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور آپ ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف کیا کم ہے کہ آپ ﷺ کو حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت تھی۔ شفقت و محبت کا یہ عالم تھا کہ یہ دونوں بھائی بچپن میں حالتِ نماز میں آپ کی کمر مبارک پر چڑھ جاتے کبھی دونوں ٹانگوں کے بیچ سے گزرتے رہتے اور آپ نماز میں بھی ان کا خیال کرتے۔ جب تک وہ کمر پر چڑھے رہتے آپ ﷺ سجدے سے سر نہ اُٹھاتے۔ آپ اکثر انہیں گود میں لیتے، کبھی کندھے پر سوار کرتے اُن کا بوسہ لیتے انہیں سونگھتے اور فرماتے تم اللہ کی عطا کردہ خوشبو ہو۔

ایک بار آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضر بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ردائے مبارک

Marfat.com

میں داخل فرما کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی کو دور فرما دیجئے اور پاک وصاف کر دیجئے۔''

امام ترمذی نے حضرت اسامہ بن زید کی حدیث ذکر کی ہے کہ میں کسی ضرورت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ گھر کے باہر اس حال میں تشریف لائے کہ آپ ﷺ دونوں کو گھٹنوں پر (یعنی گود میں) کچھ رکھے ہوئے تھے اور چادر اوڑھے ہوئے تھے میں جب اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو عرض کیا۔ یہ کیا ہے تو آپ ﷺ نے چادر ہٹا دی میں نے دیکھا کہ ایک جانب حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسری جانب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور فرمایا۔ ''اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت فرمایے اور جو ان سے محبت کرے اس کو بھی اپنا محبوب بنا لیجئے۔''

اس میں کیا شک ہے کہ آپ ﷺ کے یہ دونوں نواسے اللہ کے بھی محبوب اور اللہ کے رسول کے بھی محبوب اور ان دونوں سے محبت رکھنے والے بھی اللہ اور اس کے رسول کے محبوب ہیں۔

ایک بار ایسا ہوا کہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے دونوں نواسے آ گئے آپ نے خطبہ روک کر ان دونوں کو اُٹھا لیا۔ اور اپنے پاس بٹھایا اور پھر باقی خطبہ پورا کیا۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ ''حسین میرے ہیں اور میں حسین کا۔ جو حسین سے محبت کرے، اللہ اس سے محبت کرے۔''

''حسین منی وانا من حسین'' کے کلمات انتہائی محبت، اپنایت اور قلبی تعلق کے اظہار کے لیے ہیں۔

Marfat.com

دونوں بھائی بہت ہی عبادت گزار تھے۔ دونوں نے بار بار مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک پیدل سفر کر کے حج کیے۔ اللہ کے راستے میں کثرت سے مال خرچ کرتے تھے۔ جودوسخاوت ماں باپ اور نانا جان سے وراثت میں ملی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قینقاع کے بازار سے لوٹا تو آپ ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا: ''بچے کہاں ہیں؟'' تھوڑی دیر میں دونوں دوڑتے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے چمٹ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ ''خدایا میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اس لیے تو بھی انہیں محبوب رکھ اور ان کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ: ''حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے جنت کے دو پھول ہیں۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی عشاء کی نماز کے بعد آنحضرت ﷺ تشریف لے چلے میں بھی پیچھے ہولیا۔ میری آواز سن کر آپ نے فرمایا کون؟ میں نے عرض کیا حذیفہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ خدا تمہاری اور تمہارے ماں باپ کی مغفرت کرے تمہاری کوئی ضرورت ہے؟ دیکھو ابھی یہ فرشتہ نازل ہوا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہ آیا تھا اس کو خدا نے اجازت دی ہے کہ وہ مجھے سلام کہے اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

Marfat.com

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ ﷺ نے اپنی پشت مبارک پر سوار کر رکھا ہے۔ ڈوری کا ایک حصہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے اور دوسرا حصہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو چلاتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ زانو کے ذریعے چلتے رہے۔ میں نے جب یہ حال دیکھا تو کہا۔'' اے ابو عبداللہ کتنی اچھی سواری ہے آپ کی.....''

حضور اکرم ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔'' یا عمر! یہ سوار بھی تو کتنا عمدہ ہے۔''

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی متواضع تھے نہایت عبادت گزار، نماز، روزہ اور حج کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس پچیس حج پا پیادہ کیے (کہیں 20 حج اور کہیں 25 حج کی روایات ہیں)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار گزر رہے تھے۔ غربا کی ایک جماعت نظر آئی جو زمین پر بیٹھی روٹی کے ٹکڑے کھا رہی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو سلام کیا ان لوگوں نے کہا۔ اے فرزند رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمایئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے اُتر کر اُن کے ساتھ بیٹھ گئے اور کھانے میں شریک ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر سورۃ النحل کی آیت پڑھی۔ یعنی اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ آپ رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ جب ان لوگوں کی روٹی کے ٹکڑوں پر شرکت فرما چکے اور فارغ ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''بھائیو! آپ نے مجھے دعوت دی میں نے قبول کیا.... اب آپ سب میری دعوت قبول کیجئے....'' ان لوگوں نے بھی دعوت قبول کی اور آپ کے مکان پر آئے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک روز ایک شخص نے حاضر ہو کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ: ''اے فرزندِ رسول ﷺ! میں ایک مفلس و نادار شخص ہوں میں صاحب اہل و عیال ہوں مجھے اپنے پاس سے رات کے کھانے میں سے کچھ عنایت فرمایئے۔'' حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ... میرا رزق ابھی راہ میں ہے۔ کچھ دیر کے بعد آپ کے پاس دیناروں کی پانچ تھیلیاں آئیں.... ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نادار و مفلس شخص کی طرف اشارہ فرمایا اور پانچوں تھیلیاں اُسے عنایت کرتے ہوئے معذرت کی کہ تمہیں بہت دیر انتظار کرنا پڑا صرف اتنا ہی کم تر عطیہ تھا اگر میں جانتا کہ اتنی قلیل مقدار میں ہے تو تمہیں انتظار کی زحمت نہ دیتا۔ مجھے معذور سمجھنا۔ ہم تو اہل ابتلا سے تعلق رکھتے ہیں ہم نے تمام دنیاوی ضرورتوں کو چھوڑ کر اپنی راحتوں کو فنا کر دیا ہے۔'' دوسروں کے ساتھ بھلائی بے مثال تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''تمہارے لیے سب سے زیادہ رفیق و مہربان تمہارا دین ہے۔ اس لیے کہ بندے کی نجات دین کی پیروی میں ہے۔ اور اس کی حالت اس کی مخالفت میں ہے۔ صاحب خرد وہی شخص ہے جو مہربان

Marfat.com

کے حکم کی پیروی کرے اور اس کی شفقت کو ملحوظ رکھے اور کسی حالت میں اس کی متابعت (اطاعت) سے روگردانی نہ کرے۔"

عمران بن سلیمان سے روایت ہے کہ: "حسن اور حسین اہل جنت کے ناموں میں سے دو نام ہیں جو کہ دور جاہلیت میں پہلے کبھی نہیں رکھے گئے تھے۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا" عورت کے بیٹوں کی نسبت ان کے باپ کی طرف ہوتی ہے۔ ماسوائے فاطمہ کی اولاد کے، کہ میں ہی اُن کی نسب ہوں اور میں ہی اُن کا باپ ہوں۔"

سیدہ فاطمہ الزاہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:" ہر عورت کے بیٹوں کا خاندان ہوتا ہے۔ جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں ماسوائے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لی اولاد کے، پس میں ہی اُن کا ولی ہوں اور میں ہی اُن کا نسب ہوں۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو! کیا میں تمہیں اُن کے بارے میں خبر نہ دوں جو (اپنے) نانا نانی کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو (اپنے) چچا اور پھوپی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں اُن کے بارے میں خبر نہ دوں جو (اپنے) ماں باپ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ وہ حسنؓ اور حسینؓ ہیں۔ اُن کے نانا اللہ کے رسول، اُن کی نانی حضرت خدیجہ بنت خویلہ،

Marfat.com

اُن کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ان کے والد حضرت علی بن ابی طالب، اُن کے ماموں قاسم بن رسول اللہ اور ان کی خالہ رسول اللہ کی بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ اُن کے نانا والد والدہ چچا پھوپی ماموں اور خالہ سب جنت میں ہوں گے اور وہ دونوں (حسنین کریمین) بھی جنت میں ہوں گے۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: "حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینے سے سر تک رسول اللہ ﷺ کی کامل شبیہ تھے اور حسین رضی اللہ تعالیٰ سینے سے نیچے تک حضور ﷺ کی کامل شبیہ تھے۔"

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ: "حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ حسنؓ اور حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔"

حضرت امام حسینؓ کی پیدائش سے پہلے کا واقعہ ہے کہ حضرت ام فضلؓ جو حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی اہلیہ تھیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ جس سے دل افسردہ ہے آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا خواب ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسد اطہر سے ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں ڈال دیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نہایت شاداں و فرماں ہوئے اور چہرہ مبارک خوشی سے دمکنے لگا۔ فرمایا اے ام فضل! یہ تو بڑا مبارک خواب ہے۔ جس کی تاویل یہ ہے کہ انشاء اللہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں لڑکا ہوگا اور تمہارے ہاں پرورش پائے گا۔" چنانچہ اس خواب کے بعد سیدہ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ جو آنحضرت ﷺ کی تعبیر کا مظہر اتم تھے۔

Marfat.com

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب اتنا اعلیٰ اور بے مثل ہے کہ دنیا میں کسی کو یہ شان رفعت حاصل نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہوئے سنا ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے اُس پر ان دونوں سے محبت کرنا واجب ہے۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''حضور نبی اکرم ﷺ نے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فرمایا۔ جس نے ان سے محبت کی اُس سے میں نے محبت کی اور جس سے میں محبت کروں اس سے اللہ محبت کرتا ہے اور جس کو اللہ محبوب رکھتا ہے اسے نعمتوں والی جنتوں میں داخل کرتا ہے۔''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: ''حضور نبی اکرم ﷺ نے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی اُن سے محبت کر۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ ہی سے بغض رکھا۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

11 ھ میں رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے پناہ مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ابھی نبی

Marfat.com

کریم ﷺ کی وفات کو زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ اسی سال 3 جمادی الثانی کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتقال فرما گئیں۔ ان دونوں حادثوں کا اثر آپ پر بہت زیادہ ہوا۔

35ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عام بیعت ہوئی اور اگلے ہی سال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ آنا پڑا امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کے دارالخلافہ لینے کے بعد مدینہ منورہ سے کوفہ تشریف لائے۔

21 رمضان المبارک 40ھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کا سانحہ رونما ہوا۔ اُس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ مل کر تجہیز و تکفین میں حصہ لیا۔

کچھ عرصے کے بعد امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اہل بیت سمیت کوفہ سے مدینہ منورہ منتقل ہو گئے اور خاموشی سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

دونوں بھائی آپس میں بے حد ادب و احترام کے ساتھ بات کرتے تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چھوٹے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم اس طرح کیا کرتے تھے کہ جیسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن سے بڑے ہوں۔ اس محبت و عقیدت کے ماحول کے درمیان 50ھ میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ عظیم کارنامہ جس نے اقوام عالم میں اُن کا سر فخر سے بلند کر دیا اور وہ اپنے لقب سید الشہداء پر مہر حقیقت ثبت کرتے ہوئے

Marfat.com

بین الاقوامی شہرت حاصل کر گئے۔تاریخ میں یہ واقعہ کربلا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

شریعت مطہرہ میں مشکل وقت پر دو راستے بتائے جاتے ہیں۔دونوں راستے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تجویز کردہ ہیں۔ایک راہ کو راہ رخصت کہا جاتا ہے۔اور دوسرے کو راہِ عزیمت۔اگر حالات ساز گار ہوں اور جبر وظلم اور کفر کی طاقتوں کا آسانی سے صفایا کیا جا سکتا ہو تو ان حالات میں ہر چھوٹے بڑے کلمہ گو پر اس ظلم کے خلاف میدانِ کارزار میں نکل آنا فرض اور واجب ہو جاتا ہے۔لیکن جب حالات نا ساز گار ہوں اسلحہ، عسکری قوت ساتھ نہ ہو۔باطل زیادہ مضبوط زیادہ منظّم وقوی تر ہو تو ایسے حالات میں شریعت نے امت مسلمہ کو دو راستے عطا کیے ہیں ایک یہ ہے کہ وہ رخصت پر عمل کرے۔گوشہ نشین ہو جائے چپکے سے لعنت وملامت کرے اور دل سے بُرا جانے، ہر دور میں اکثیت رخصت پر عمل کرتی رہی ہے۔اب اگر سب کے سب لوگ ایسے حالات میں رخصت پر ہی عمل کرنا شروع کر دیں تو پھر ظلم وکفر کی طاغوتی طاقتوں کو روکنا ناممکن ہو جائے گا۔اس لیے شریعت میں باوجود رخصت کی موجودگی کیکچھ لوگ راہ عزیمت پر بھی چل نکلتے ہیں وہ حالات کی ساز گاری اور ناسازی کو نہیں دیکھتے۔فوج اور لشکر کی بھائی اکثریت پر نظر نہیں ڈالتے۔بلکہ اُن کی توجہ صرف اور صرف اس امر پر مرکوز ہوتی ہے کہ وہ اپنے تن من کو دین خداوندی کی سربلندی کے لیے کیسے قربان کریں؟ لہٰذا وہ راہ عزیمت پر چل پڑتے ہیں۔راہ عزیمت پر چلنا بھی ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اقدام اس لیے کیا تھا کہ ان کے رگ و ریشے میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کا خون گردش کر رہا تھا۔

اگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی میدان کارزار میں علم حق بلند

Marfat.com

کرنے کے لیے نہ نکلتے اور یہ 72 تن بھی اپنے خون کا نذرانہ پیش نہ کرتے تو آج اسلام کی جو متاع جمہوری قدروں، آزادی اظہار، جاہ وحشمت اور نفاذ شریعت کی مسلسل جدوجہد کی صورت میں نظر آ رہی ہے اس کا کہیں بھی وجود نہ ہوتا۔

اسلام کی پوری تاریخ خانوادہ رسول ﷺ کی اس عظیم قربانی کی مرہون منت ہے۔ جس نے راہ رخصت چھوڑ کر راہ عزیمت کو اپنایا اور اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ مگر زمانے کی تاریکیوں اور اندھیروں کو ایسے اجالوں میں بدل دیا۔ جس نے چودہ سو سال سے انسانیت کی راہیں روشن کر رکھی ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ منفرد خوبی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی تفصیلات بہت پہلے بتا دی تھیں اور پتا تھا کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔

ام فضل فرماتی ہیں کہ: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھے۔ دریافت کرنے پر فرمایا۔ کہ میرے پاس ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور بتایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ میرے اس پیارے بیٹے کو شہید کر دیں گے۔'' (بیہقی)

حضرت ام سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''ایک دن رسول اللہ ﷺ کروٹ سے سو رہے تھے کہ اچانک جاگ پڑے اور آپ پریشان وملول تھے اور آپ کے ہاتھ میں سرخ مٹی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ مٹی کیا ہے؟ فرمایا مجھے جبرائیل (علیہ السلام) نے خبر دی ہے کہ یہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق کی زمین پر قتل کر دیا جائے گا اور یہ وہاں کی مٹی ہے۔ نبی اکرم ﷺ روئے پھر فرمایا اے ام سلمٰی جب یہ مٹی خون ہو جائے تو جان لینا کہ میرا بیٹا قتل ہو گیا۔ ام سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس

Marfat.com

مٹی کو بوتل میں رکھ دیا تھا اور وہ ہر روز اس کو دیکھتیں اور فرماتیں جس دن یہ مٹی خون ہو جائے گی وہ دن عظیم دن ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

''ہمیں اکثر اہل بیت کو اس بات میں کوئی شک وشبہ نہ تھا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین کربلا میں شہید ہوں گے۔''

حضرت یحیٰی حضرت فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''میں سفر صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ساتھ تاھ۔ تو جب آپ نینو کے برابر پہنچے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکارا۔ اے ابوعبداللہ! فرات کے کنارے صبر کرنا۔ میں نے عرض کیا یہ کیا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے جبرائیل (علیہ السلام) نے بتایا ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرات کے کناتے قتل ہوگا اور مجھے وہاں کی مٹھی مٹی دکھائی۔''

ان روایات سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا اظہار و اعلان فرما دیا تھا۔ اور بہت سے صحابہ و اہل بیت کو معلوم تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوں گے اور اُن کی شہادت گاہ کربلا ہے۔

اور یہ کسی بھی روایت میں نہیں پڑھا کہ کسی نے دعا کی ہو کہ الٰہی کربلا میں ہونے والا وقعہ اور آنے والے مصائب نہ آئیں۔ حضور اکرم ﷺ دعا فرما دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خود حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی دعا فرما دیتے۔ کیوں

Marfat.com

کہ کاملین کی دعائیں تقدیر مبرم کو بھی بدل دیتی ہیں۔ تو کسی نے دعا کیوں نہیں فرمائی۔ اس لیے کہ راضی برضا تھے۔ اور جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک امتحان اور آزمائش ہوگی۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ بھی اُن خاص لوگوں اور محرم راز دوستوں میں سے تھے جنہیں اچھی طرح علم تھا کہ سن 60ھ کے اختتام تک سیاسی وملکی حالات اس طرح نہیں رہیں گے۔ بلکہ حکومت کی باگ ڈور ایسے غیر صالح اور نوعمر چھوکروں کے ہاتھ آئے گی جن کے پیش نظر امنت الہیہ نہیں بلکہ تعیش زندگی ہوگی۔ اور وہ اقتدار کو عیش و عزت شراب وکباب بدمعاشی، آوارگی، بدکاری اور عوام پر ظلم وستم ڈھانے کے لیے بے دریغ استعمال کریں گے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر یہ دعا کرتے تھے۔ ''میں 60ھ کے اختتام اور نوعمر لوگوں کی امارات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار سے گزرتے ہوئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ ''اے اللہ! میں 60ھ اور بچوں کی امارات کے زمانے کو نہ پاؤں۔''

ان کا مطلب یہ تھا کہ ایسا خوف ناک دور شروع ہونے والا ہے جس سے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ ایک سال پہلے ہی فوت ہو گئے۔ 60ھ میں یزید تخت نشین ہوا اور 61ھ کے ابتدائی دونوں میں سانحہ کربلا پیش آیا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

جب کوئی چیز یقینی ہونے والی ہوتی ہے تو اس کے ہونے کے اسباب بھی پیدا ہو جاتے ہیں رجب 60ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا اور یزید اُنکا جانشین ہوا۔ تختِ حکومت پر بیٹھنے کے بعد اُس کے لیے سب سے اہم مسئلہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کا تھا۔ کیوں کہ ان حضرات نے یزید کی ولی عہدی کو تسلیم نہیں کیا تھا اور یزید کو یہ خوف تھا کہ ان حضرات میں سے کوئی خلافت کا دعویٰ نہ کر دے اور ایسا نہ ہو کر سارا حجاز میرے خلاف اُٹھ کھڑا ہو اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ خلافت کی صورت میں عراق میں بغاوت کا سخت اندیشہ تھا ان وجوہ کی بنا پر یزید کے پیشِ نظر سب سے بڑا مسئلہ اپنی حکومت کی بقا اور تحفظ کا تھا اس لیے اُس نے ولید بن عقبہ گورنر مدینہ کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر دی اور ساتھ ہی ان حضرات سے بیعت لینے کے لیے سخت تاکیدی حکم بھیجا۔

ابھی تک اہل مدینہ کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر نہ تھی۔ ولید، یزید کے اس حکم سے بہت گھبرایا کیوں کہ اس کے لیے اس کی تعمیل بہت مشکل تھی اور وہ اس کے انجام کو بھی اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس نے اپنے نائب مروان بن حکم کو بلایا اور اس سے اس معاملے میں مشورہ کیا۔ مروان سنگ دل اور سخت مزاج تھا اُس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ان تینوں کو اسی وقت بلائیں اور بیعت کا حکم دیں۔ اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر اور اگر وہ انکار کریں تو تینوں کے سر قلم کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو جب ان کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر ملے گی۔ یہ تینوں ایک ایک مقام پر جا کر مدعی خلافت بن کر کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر ان پر قابو پانا سخت مشکل ہو جائے گا۔

Marfat.com

اس مشورہ کے بعد ولید نے ان تینوں حضرات کو بلا بھیجا۔ اُس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں مسجد نبویؐ میں تھے۔ اور وہ وقت بھی ایسا تھا کہ اُس وقت میں ولید کسی سے ملتا ملاتا نہ تھا۔ قاصد نے ان دونوں کو پیغام دیا۔ انہوں نے قاصد سے کہا۔ تم چلو ہم ابھی آتے ہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا خیال ہے امیر نے ایسے وقت میں جب کہ وہ کسی سے ملتے ملاتے نہیں ہیں ہمیں کیوں بلایا ہے؟ امام نے فرمایا میرا یہ گمان ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے ہیں اور ہمیں اس لیے بلایا ہے کہ ان کی وفات کی خبر عام ہونے سے پہلے وہ ہم سے بیعت لے لیں۔ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میرا بھی یہی گمان ہے۔ اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟ امام نے فرمایا۔ میں اپنے چند جوانوں کو ساتھ لے کر جاتا ہوں کیوں کہ انکار کی صورت میں ہوسکتا ہے کہ معاملہ نازک صورت اختیار کر جائے۔ چنانچہ اپنی حفاظت کا سامان کر کے ولید کے پاس پہنچے۔ اور مکان کے باہر اپنے جوانوں کو متعین کر دیا اور اُن سے کہا کہ اگر میں تمہیں بلاؤں یا تم سنو کہ میری آواز بلند ہو رہی ہے تو فوراً اندر آجانا اور جب تک میں باہر نہ آؤں یہاں سے ہرگز نہ جانا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر گئے اور سلام کے الفاظ کہہ کر بیٹھ گئے۔

ولید نے آپ کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر سنائی اور یزید کی بیعت کے لیے کہا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعزیت کے بعد فرمایا میرے جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا اور نہ میرے لیے اس طرح خفیہ بیعت کرنا مناسب ہے اگر آپ باہر نکل کر عام لوگوں کو ان کیساتھ ہمیں بھی بیعت کی دعوت دیں تو یہ ایک بات ہو

Marfat.com

گی، ولید امن اور صلح پسند آدمی تھا اُس نے کہا۔ اچھا آپ تشریف لے جائیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھ کر چلے تو مروان نے بہت برہم ہو کر ولید سے کہا اگر تم نے اس وقت ان کو جانے دیا اور بیعت نہ لی تو پھر ان پر قابو نہ پاسکو گے تاوقت یہ کہ بہت سے لوگ قتل نہ ہو جائیں۔ ان کو قید کر دو اگر یہ بیعت کر لیں تو خیر ورنہ ان کو قتل کر دو۔ امام یہ سن کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ ''او ابن الزرقاء کیا تو مجھے قتل کرے گا یا یہ کریں گے۔ خدا کی قسم تو جھوٹا ہے اور کمینہ ہے۔'' یہ کہہ کر آپ تشریف لے آئے۔

مروان نے ولید سے کہا۔ تم نے میری بات نہ مانی خدا کی قسم اب تم ان پر قابو نہ پاسکو گے یہ بہترین موقع تھا کہ تم ان کو قتل کر دیتے۔ ولید نے کہا۔ ''تم پر افسوس، تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو جس میں میرے دین کی تباہی ہے کیا میں صرف اس وجہ سے نواسۂ رسول کو قتل کر دیتا کہ وہ یزید کی بیعت نہیں کرتے۔ اگر مجھے دنیا بھر کا مال و متاع مل جائے تو بھی میں اُن کے خون سے اپنے ہاتھ آلودہ نہ کروں۔ خدا کی قسم! قیامت کے دن جس سے خونِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باز پرس ہو گی وہ ضرور اللہ کے سامنے خفیف المیزان ہو گا۔''

مروان نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن اُس نے یہ صرف ظاہر داری کے لیے کہا تھا ورنہ دل میں وہ ولید کی بات کو ناپسند کرتا تھا۔

:❊:❊:❊:❊:❊:

ولید کے پاس سے آنے کے بعد امام عالی مقام سخت کش مکش میں مبتلا تھے۔ یزید کی بیعت آپ کو قلبی طور پر سخت ناپسند تھی۔ کیوں کہ وہ نااہل تھا۔ اور اُس کا تقرر بھی خلفائے راشدین کے اسلامی طریقہ انتخاب کے بالکل خلاف اور غیر شرعی طور پر ہوا تھا

Marfat.com

بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ قیصر و کسریٰ کے طرز کی پہلی شخصی حکومت تھی۔ اس لیے احتجاجاً اس کے خلاف تھے۔ ادھر عبداللہ بن زبیر مختلف حیلوں سے ولید کے قاصد کو ٹالتے رہے اور دوسرے دن مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ نکل گئے۔ ادھر شام کے وقت پھر ولید نے امام کے پاس آدمی بھیجا۔ آپ نے فرمایا اس وقت تو میں نہیں آسکتا اور صبح ہونے دو پھر دیکھیں گے کیا ہوتا ہے۔ اور پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی رات اپنے اہل و عیال اور عزیز و اقارب کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ گھر والوں کو بتایا کہ تم تیاری کرو اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود مسجد نبوی شریف میں روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوئے نوافل ادا کر کے جوں ہی قبرِ رسول ﷺ کے سامنے پہنچ کر دست بستہ سلام کے الفاظ ادا کیے بے ساختہ آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔ شہر رسول سے جدائی کے غم انگیز خیال نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رقت طاری کر دی یہی وہ شہر تھا جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرِ عزیز کا اب تک بیش تر حصہ گزارا تھا بچپن سے اب تک اسی شہر کی پرنور فضاؤں میں روز و شب کا سلسلہ رہا تھا یہ شہر آپ کے نانا جان کا شہر تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گلشن رسول کے مہکتے پھول تھے، مگر اب اس شہر میں آپ کا رہنا مشکل ہو گیا تھا۔ اسی شہر میں آپ کی والدہ ماجدہ کا مدفن تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی اس شہر میں آرام فرماتے تھے۔ اس وقت امام پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا کیفیت ہوگی وہ نانا جان کے روبرو اپنا احوال بیان کر رہے تھے۔ سلام اور جانے کی اجازت طلب کر رہے تھے پھر امام پاک اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

راستے میں حضرت عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپ کو مع اہل وعیال مدینہ منورہ سے جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فدا ہو جاؤں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا فی الحال تو مکہ مکرمہ جا رہا ہوں وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے استخارہ کروں گا کہ کہاں جاؤں! عبداللہ نے کہا، اللہ آپ کو خیر وعافیت سے رکھے اور ہمیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فدا کرے جب آپ مکہ مکرمہ پہنچ جائیں تو کوفہ کا ہرگز ارادہ نہ فرمائیں کیوں کہ وہ ایک منحوس شہر ہے وہیں آپ کے والد ماجد شہید ہوئے اور وہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا اور ان پر برچھی کا وار کیا گیا قریب تھا کہ وہ جاں بحق تسلیم ہو جاتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ ہی میں رہیں۔ اس کو نہ چھوڑیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے سردار ہیں اہل حجاز آپ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس آئیں گے۔ آپ حرم کعبہ کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیے گا خدا کی قسم! اگر خدانخواستہ آپ قتل ہو گئے تو اس کے بعد ہم سب غلام بنائے جائیں گے۔

آپ کے مکہ مکرمہ پہنچنے کی خبر سن کر لوگ جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے اور زیارت کا شرف حاصل کرنے لگے اہل مکہ کو آپ کے آپ نے کی بہت خوشی تھی۔

اور پھر جب اہل کوفہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر ملی اور یہ کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے بیعت یزید سے انکار کر دیا تو اہل کوفہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا

Marfat.com

کہ ہم بھی یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر تیار نہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً کوفہ آجایئے ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ یزید کی طرف سے کوفہ کا امیر جو نعمان بن بشیر ہے اس کو یہاں سے نکال دیں گے۔ مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلد از جلد کوفہ تشریف لائیں مسند خلافت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خالی ہے۔ ہماری گردنیں آپ کے لیے حاضر ہیں سب کے سب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منتظر ہیں آپ کے سوا ہمارا کوئی امام و پیشوا نہیں ہے۔ آپ کی مدد کے لیے یہاں لشکر حاضر ہے۔ ہم جمعہ و عیدوں کی نمازیں پڑھنے نہیں جاتے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائیں گے تو ہم نعمان بن بشیر حاکم کوفہ کو یہاں سے نکال دیں گے۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اہل کوفہ کے خطوط اور وفود سے ان کے جذبات عقیدت و محبت جان و مال قربان کرنے کی تمناؤں اور کوفہ آنے کی التجاؤں کو دیکھا تو حکمت و دانش مندی سے یہ فیصلہ کیا کہ خود جانے کے بجائے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا اور اُن کے ہاتھ یہ خط بھیجا کہ: ”بعد سلام مسنون! مجھے آپ لوگوں کے خط ملے اور حالات کا اندازہ ہوا میں اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں تا کہ وہ حالات کا جائزہ لیکر مجھے خط لکھیں اگر وہ حلات کی تحقیق کے بعد مجھے خط لکھیں گے تو میں فوراً کوفہ پہنچ جاؤں گا۔“

مسلم بن عقیل اپنے اہل عیال سے مل کر کوفہ پہنچ گئے وہاں مختار کے گھر پر مقیم ہوئے یہاں کے حضرات ان کے پاس آنے جانے لگے جب کوئی نیا آدمی آتا تو مسلم بن عقیل اُس کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط پڑھ کر سناتے جس کو سن کر سب

Marfat.com

پر گریہ طاری ہو جاتا۔ مسلم بن عقیل نے چند روز میں یہ اندازہ لگا لیا کہ یہاں کے عالم مسلمان یزید سے متنفر اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کے لیے بے چین ہیں آپ نے یہ دیکھ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بیعت کر لی۔ اُس وقت مسلم بن عقیل کو یہ اطمینان ہو گیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائیں تو بے شک پورا عراق ان کی بیعت میں آ جائے گا حجاز کے لوگ پہلے ہی ان کے تابع اور دلدادہ ہیں۔ اور ایک صحیح معیاری خلافت قائم ہو جائے گی۔ انہوں نے ہدایت کے موافق حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دے دی۔ مگر یہ خط لکھنے کے بعد بحکم قضاء قدر اس طرح حالات بدلنا شروع ہو گئے۔

ادھر عبداللہ بن مسلم نے براہ راست ایک خط یزید کو بھیج دیا جس میں مسلم بن عقیل کے آنے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بیعت لینے کا واقعہ ذکر کر کے لکھا کہ:

"اگر تمہیں کوفہ کی کچھ ضرورت ہے اور اس کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے ہو تو یہاں کے لیے کوئی قوی آدمی فوراً بھیجئے جو آپ کے احکامات کو قوت کے ساتھ نافذ کر سکے۔ موجودہ حاکم نعمان بن بشیر کمزور ہیں یا قصداً کمزوری کا معاملہ کر رہے ہیں۔"

یزید نے یہ خط پڑھا تو فوراً سرجون کے مشورہ پر کوفے کے حاکم عبیداللہ بن زیادہ کو کوفہ اور بصرہ دونوں کا حاکم بنا دیا اور اس کو خط لکھ کر فوراً کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل کو گرفتار کرے اور قتل کر دے یا کوفہ سے نکال دے۔ ابن زیاد کو یہ خط ملا تو فوراً کوفہ جانے کا عزم کر لیا۔ اتفاق سے اُسی دن امام عالی مقام کی جانب سے ایک قاصد اہل بصرہ کے نام آپ کا خط لایا تھا کیوں کہ اہل بصرہ بھی آپ کی طرف مائل تھے آپ رضی

Marfat.com

اللہ تعالی عنہ نے اس خط میں اہل بصرہ کو لکھا تھا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ: "آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مٹ رہی ہے اور بدعات پھیلائی جارہی ہیں میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی حفاظت کرو۔ اور اُس کے احکام کی تنفیذ کے لیے کوشش کرو۔"

یہ خط خفیہ بھیجا گیا تھا اور سب نے اس خط کو راز میں رکھا۔ لیکن مندر بن جارود کو یہ خیال ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ خط لانے والا خود ابن زیادہ کا جاسوس ہو اس لیے اس نے یہ خط ابن زیادہ کو پہنچا دیا اور جو شخص یہ خط لایا تھا اس کو بھی عبداللہ بن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ ابن زیادہ نے اُس قاصد کو قتل کر ڈالا۔ اور اس کے بعد تمام اہل بصرہ کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا جس میں کہا کہ "جو شخص میری مخالفت کرے میں اُس کے لیے عذاب الیم ہوں اور جو موافقت کرے اس کے لیے راحت ہوں مجھے امیر المومنین نے کوفہ جانے کا حکم دے دیا ہے"

ابن زیادہ نے اپنے گھر والوں کے علاوہ پانچ سو آدمی اپنے ساتھ لیے اور بصرہ سے چلا اُن میں سے کچھ راستے ہی میں ٹھہر گئے۔ قادسیہ پہنچ کر اُس نے اپنے سپاہیوں کو وہیں چھوڑا اور براہ فریب حجازی لباس پہنا اونٹ پر سوار ہوا اور بیس آدمی اپنے ساتھ لے کر اس راستے سے جو حجاز سے کوفہ آتا تھا مغرب وعشا کے درمیان رات کی تاریکی میں کوفہ آیا۔ اس مکروفریب سے اس کا یہ مطلب تھا کہ اُس وقت کوفیوں میں بہت جوش ہے۔ یزید کے خلاف ایک لہر دوڑی ہوئی ہے ایسے طور پر داخل ہونا چاہیے کہ لوگ نہ پہچانیں بلکہ یہ سمجھیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اس طرح وہ امن وعافیت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو جائے اور لوگوں کے جذبات کا بھی پتا

Marfat.com

چل جائے گا۔اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ کون کون پیش ہے۔

اہلِ کوفہ جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منتظر تھے انہوں نے شب کی تاریکی میں حجازی لباس اور حجازی راہ سے آتے دیکھ کر دھوکا کھایا سمجھے کہ حضرت امام تشریف لے آئے خوشی سے نعرہ بلند کیا۔مراسم عقیدت وسلام بجالائے۔اور مرحبا بک یا ابن رسول اللہ کہہ کر اس کا استقبال کرتے اور ایک اچھے خاصے جلوس کی شکل بن گئی۔ابن زیادہ دل میں جلتا اور کڑھتا ہوا چپ چاپ چلتا رہا۔اس نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ یہ لوگ امام کے بے چینی سے منتظر ہیں۔اور ان کے دل کس قدر اُن کی طرف مائل ہیں۔

ادھر نعمان بن بشیر کوفہ کے والی کو جب یہ خبر ملی تو باوجود یزید کا ملازم ہونے کے وہ اہل بیت کا احترام دل میں رکھتے تھے۔اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے۔ابن زیادہ خاموشی کے ساتھ یہ سب مظاہرے اور والی کوفہ کا معاملہ دیکھ رہا تھا۔اب اُس نے دروازے کے قریب پہنچ کر نعمان کو آواز دی۔کہ دروازہ کھولو۔میں ابن زیادہ ہوں یزید کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں اس وقت دروازہ کھولا گیا اور اندر جانے کے بعد پھر بند کر دیا گیا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

اگلے روز صبح ہی ابن زیادہ نے اہل کوفہ کو جمع کر کے ایک تقریر کی جس میں کہا کہ امیر المومنین نے مجھے شہر کا حاکم بنایا ہے۔اور یہ حکم دیا ہے کہ تم میں سے جو شخص مظلوم ہو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے اور جو شخص اطاعت اور فرمانبرداری کرے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور جو سرکشی اور نافرمانی کرے یا جس کی حالت اس معاملے

Marfat.com

میں مشتبہ ہو اُس پر تشدد کیا جائے۔ خوب سمجھ لو کہ میں امیر المومنین (یزید) کا تابع فرمان رہ کر ان کے احکام ضرور نافذ کروں گا۔ میرا کوڑا اور میری تلوار صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو میری اطاعت سے بغاوت کریں اور میرے احکام کی مخالفت کریں۔ اب آپ لوگ اپنی جانوں پر رحم کھائیں اور بغاوت سے باز آجائیں۔

اِدھر مسلم بن عقیل کو جب ابن زیادہ کی اس تقریر کا علم ہوا تو یہ خطرہ ہوا کہ ان کی مخبری کردی جائے گی اس لیے وہ مختار کا گھر چھوڑ کر ہانی بن عروہ کے مکان پر آگئے۔

ہانی بن عروہ اپنے دروازے پر مسلم بن عقیل کو دیکھ پریشان ہو گئے۔ مسلم بن عقیل نے کہا کہ میں تمہارے پاس پناہ کے لیے آیا ہوں۔ ہانی بن عروہ نے جواب دیا کہ آپ مجھ پر بڑی مصیبت ڈال رہے ہیں اگر آپ میرے گھر کے اندر نہ آگئے ہوتے تو میں یہی پسند کرتا کہ آپ لوٹ جائیں، مگر اب کہ آپ داخل ہو چکے تو میں اپنی ذمے داری محسوس کرتا ہوں۔ اچھا آجایئے۔ مسلم بن عقیل ان کے مکان میں روپوش ہو گئے۔ شریک بن اعور جو محبان اہل بیت میں سے تھا اور بصرہ کا ایک رئیس تھا وہ بھی ہانی کے گھر مہمان تھا ابن زیاد کے نزدیک وہ بہت مکرم تھا اس کی بیماری کا سن کر اس نے کہا کہ آج شام کو تمہاری عیادت کو آؤں گا۔ شریک نے حضرت مسلم سے کہا کہ آج شام ابن زیادہ میری عیادت کو آئے گا آپ تلوار لے کر چھپ کر بیٹھ جائیں۔ جب میں کہوں مجھے پانی پلادو تو آپ ایک دم اس پر وار کر کے اس کا کام تمام کر دیں۔

شام کو ابن زیادہ خاص محافظ کے ساتھ ہانی کے گھر آیا۔ شریک کے بستر کے پاس بیٹھ کر مزاج پرسی کرنے لگا اُس کا محافظ بھی ساتھ تھا تب شریک نے بلند آواز سے کہا۔ مجھے پانی پلاؤ۔ پانی پلاؤ۔ تیسری مرتبہ کہا افسوس تم پر.... تم لوگ مجھے پانی سے

Marfat.com

پرہیز کراتے ہو۔ پانی پلا دو خواہ اس میں میری جان چلی جائے حضرت مسلم نہ نکلے۔ تو شریک کو افسوس ہوا کہ کیسا موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ محافظ تاڑ گیا اور اُس نے ابن زیاد کو اشارے سے چلنے کا کہا۔ اور ابن زیاد کو لے کر فوراً باہر نکل گیا۔

ابن زیاد کے جانے کے بعد مسلم پردہ سے باہر آئے تو شریک نے کہا افسوس! آپ کو اس کے قتل سے کس چیز نے روکا؟ آپ نے فرمایا۔ دو باتوں نے، ایک تو میرے میزبان ہانی کو پسند نہیں کہ اُس کے گھر میں ابن زیاد کا قتل ہو، دوسرا حضور اکرم ﷺ کے فرمان نے کہ کسی کو دغا سے قتل کرنا مومن کی شان نہیں۔

اللہ اللہ ان پاک لوگوں کے عدل و انصاف اور پابندی شریعت و سنت کو دیکھئے کہ ایسے بدترین دشمن کے ساتھ خلافِ سنت سلوک کو مناسب نہیں سمجھتے۔ ورنہ ایک سخت ترین دشمن کو ختم کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔

بہر حال حضرت مسلم بن عقیل کہ شہادت کا واقعہ تفصیل سے درج کرنے میں طوالت کا خطرہ ہے۔ اس لیے ان کی شہادت کو میں یہیں پر ختم کر رہی ہوں۔ کہ انتہائی افسوس ناک بات ہے کہ بالکل آخر میں حضرت مسلم کے ساتھ کوئی بھی نہ رہا اور آپ تنہا رہ گئے۔ اور ایک تصور سے اُن کا دل تڑپ رہا تھا کہ میں نے تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ دیا ہے اور تشریف آوری کی پرزور التجا کی ہے۔ اور اب وہ ضرور تشریف لائیں گے تو ان کوفیوں کی بے وفائی کی وجہ سے اُن پر کیا کیا مصائب آئیں گے۔

غرض یہ کہ حضرت مسلم بن عقیل کو ابن زیاد تک پہنچا دیا گیا اس کے بعد زیاد نے جلاد کو حکم دیا۔ اور پھر جلاد نے پے در پے وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ (انا اللہ وانا

Marfat.com

الیہ راجعون) اور آپ کا سر اور دھڑ مبارک نیچے پھینک دیا۔

امام عالی مقام نے حضرت مسلم بن عقیل کے خط کے بعد کوفہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ اور ادھر کوفہ میں جو انقلاب برپا ہو چکا تھا اس کی آپ کو کوئی اطلاع نہ ہوئی تھی۔ جب اہل مکہ کو آپ کی تیاری کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو بے حد روکا۔ کہ وہ اہل کوفہ کی بے وفائیوں کو غداریوں کو خوب جانتے تھے۔ ان تمام لوگوں کا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکریہ ادا کیا اور ان کو دعا دی۔ چنانچہ ذی الحجہ 60ھ کو اہل بیت نبوت کا قافلہ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا۔ مقام صفاح پر عرب کا مشہور شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے عراق کے حالات پوچھے اُس نے کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک باخبر شخص سے حال پوچھا ہے حضرت ان لوگوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں تاہم قضاء الٰہی آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے، آپ نے فرمایا۔ تم نے سچ کہا۔

امر اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ہمارے رب کی ہر روز ایک نئی ہی شان ہوتی ہے، اگر آسمانی فیصلہ ہماری پسند کے موافق ہوا تو ہم اس کی نعمتوں پر اس کے شکر گزار ہوں گے اور اس ادائے شکر میں بھی وہی معین و مددگار ہے اور اگر فیصلہ امید کے خلاف ہوا تو جس شخص کا مقصود حق ہوا اور تقویٰ اس کا بھید اور راز ہو وہ (یہ) نہیں دیکھتا کہ فیصلہ موافق ہوا یا مخالف۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

آپ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ سے خط بھیجا کہ ''میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادے سے باز

Marfat.com

آجایے کیوں کہ اس راہ میں آپ کے لیے ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کے لیے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائے گا اس وقت ایک آپ ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں۔'' یہی نہیں بلکہ انہوں نے یزید کے مقرر کیے والی عمرو بن سعد بن العاص سے جا کر کہا ''حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر ہر طرح مطمئن کر دو۔''

عمرو بن سعد بن العاص نے کہا ''آپ خود خط لکھ لایے میں مہر کر دوں گا۔''

چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی مدینہ عمرو بن سعد کی طرف سے یہ خط لکھا۔ کہ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اس ارادے سے باز رکھے۔ جس میں آپ کے لیے تباہی کا سامنا ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ اس میں آپ کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ میں آپ کے پاس عبداللہ بن جعفر اور اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو بھیج رہا ہوں آپ اُن کے ساتھ واپس آجائیں میں آپ کو امان دیتا ہوں اور آپ کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آؤں گا۔

عامل مکہ نے یہ پروانہ لکھ دیا۔ اور عبداللہ بن جعفر کے ساتھ اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا۔ یہ دونوں راستے میں جا کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور خط ان کو سنایا۔ اور کوشش کی کہ لوٹ جائیں اُس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کے سامنے اپنے اس عزم کی ایک وجہ بیان کی.... کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اور مجھے آپ ﷺ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے، میں اُس حکم کی بجا آوری کی طرف جا رہا ہوں۔ خواہ مجھ پر کچھ بھی گزر جائے۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ خواب کیا ہے؟ فرمایا۔ آج

Marfat.com

تک میں نے وہ خواب کسی سے بیان کیا ہے نہ کروں گا یہاں تک کہ میں اپنے پروردگار سے جاملوں۔

ابن زیادہ جوکوفہ پراس لیے حاکم مقرر کیا گیا تھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں سخت سمجھا گیا اُسے جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے پولیس کے افسر کو آگے بھیجا کہ مقابلے کی تیاری کرے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقام حاجر پر پہنچے تو اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھ کر قیس کے ہاتھ روانہ کیا خط میں اپنے آنے کی اطلاع اور جس کام کے لیے اُن کو اہل کوفہ نے بلایا تھا اُس میں پوری کوشش کرنے کی ہدایت کی تھی۔ قیس جب یہ خط لے کر قادسیہ تک پہنچے تو یہاں ابن زیاد کی پولیس کے انتظامات تھے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا گیا۔ ابن زیاد نے ان کو حکم دیا کہ قصر امارت کی چھت پر چڑھ کر (معاذ اللہ) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سب وشتم اور لعن وطعن کریں۔

قیس چھت پر چڑھ گئے۔ اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد با آواز بلند کہا کہ ''اے اہل کوفہ! حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت خلق اللہ میں سب سے بہتر ہیں میں تمہاری طرف ان کا بھیجا ہوا قاصد ہوں وہ مقام حاجر تک پہنچ چکے ہیں۔ تم ان کا استقبال کرو۔'' اس کے بعد ابن زیاد کو برا بھلا کہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے دعائے مغفرت کی۔ ابن زیاد اُن کی دلیری پر حیران رہ گیا حکم دیا کہ ان کو قصر کی بلندی سے نیچے پھینک دیا جائے۔ ظالموں نے حکم کی تعمیل کی۔ قیس نیچے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد بن اشعث سے یہ عہد لیا تھا کہ اُن کے

Marfat.com

حالات کی اطلاع حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچا کر اُن کو راستے سے واپس کر دیں۔ مختلف خبریں امام عالی مقام تک پہنچتی رہیں۔ کہ ان کے قاصد بھی قتل ہو گئے۔ یہ خبریں پانے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اہل کوفہ نے ہمیں دھوکا دیا اب جس کا جی چاہے واپس چلا جائے میں کسی کی ذمے داری اپنے سر لینا نہیں چاہتا۔ اس اعلان کے ساتھ راستے کے ساتھ ہونے والے بدوی لوگ سب چلے گئے۔ اب صرف وہ لوگ باقی رہ گئے جو مکہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔
یہاں سے روانہ ہو کر مقام عقبہ پر پہنچے تو ایک عرب ملے اور کہا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ لوٹ جائیں آپ نیزوں بھالوں اور تلواروں کی طرف جا رہے ہیں۔ اس طرح جانا مناسب نہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم جو کہہ رہے ہو مجھ پر بھی پوشیدہ نہیں لیکن تقدیر الٰہی پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

اس دوران ایک ہزار فوج کے ساتھ حر بن یزید نے آپ کے مقابل آ کر پڑاؤ ڈال دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موذن کو اذان دینے کا حکم دیا اور سب نماز کے لیے جمع ہو گئے تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فریق مقابل کو سنانے کے لیے ایک تقریر فرمائی۔ جس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! میں اللہ کے سامنے اور تمہارے سامنے یہ عذر رکھتا ہوں کہ میں نے اُس وقت تک یہاں آنے کا ارادہ نہیں کیا جب تک تمہارے بے شمار خطوط اور وفود میرے پاس نہیں پہنچے جن میں بیان کیا گیا تھا کہ اُس وقت تک ہمارا کوئی امام اور امیر نہیں آپ آ جائیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری ہدایت کا ذریعہ بنا دیں۔ میں تمہارے بلانے پر آ گیا اب اگر تم اپنے وعدوں اور عہدوں پر قائم ہو تو میں تمہارے

Marfat.com

شہر کوفہ میں جاتا ہوں اور اب اگر تمہاری رائے بدل گئی ہے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جاتا ہوں۔''

تقریر سن کر سب خاموش رہے۔ پھر نماز عصر کا وقت آیا تو پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی اور سب شریک جماعت ہوئے عصر کے بعد پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خطبہ دیا۔

خطبے میں حمد و ثناء کے بعد فرمایا: ''اے لوگو! تم اللہ سے ڈرو، اور اہل حق کا حق پہچانو تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہوگا۔ اگر تمہاری اب وہ رائے نہیں رہی جو تمہارے خطوط میں تھی اور تمہارے قاصدوں نے مجھ تک پہنچائی تھی تو میں لوٹ جاتا ہوں۔''

اس وقت حر بن یزید نے کہا کہ ہمیں ان خطوط اور وفود کی کچھ خبر نہیں کہ وہ کیا ہیں اور کس نے لکھے ہیں۔ حضرت امام عالی مقام نے دو تھیلے خطوط سے بھرے ہوئے نکالے اور ان کو ان لوگوں کے سامنے انڈیل دیا۔ حُر نے کہا کہ بہ ہر حال ہم ان خطوط کے لکھنے والے نہیں ہیں اور ہمیں امیر کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ ہم آپ کو اُس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک ابن زیاد کے پاس کوفہ نہ پہنچا دیں، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس سے تو موت بہتر ہے۔

حُر نے کہا مجھے آپ کے قتال کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ حکم یہ ہے کہ میں آپ سے اس وقت تک جدا نہ ہوں جب تک آپ کو کوفہ نہ پہنچا دوں۔ اس لیے آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ کوفہ پہنچائے اور نہ مدینہ یہاں تک کہ میں ابن زیاد کو خط لکھوں اور آپ بھی یزید کو یا ابن زیاد کو لکھیں۔ شاید اللہ تعالیٰ میرے لیے کوئی ایسا مخلص پیدا کر دے کہ میں آپ کے مقابلے اور آپ کے ایذا سے بچ جاؤں۔

Marfat.com

اس لیے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عزیب اور قادسیہ کے راستے سے بائیں جانب چلنا شروع کر دیا اور حُر اپنے لشکر کیساتھ چلتا رہا۔ اسی اثناء میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر ایک خطبہ دیا جس میں حمد ثناء کے بعد فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ایسے بادشاہ کو دیکھے جو اللہ کے حرام کو حلال سمجھے اور اللہ کے عہد کو توڑ دے، سنت رسول اللہ علیہ کی مخالفت کرے اللہ کے بندوں کے ساتھ گناہ اور ظلم و عدوان کا معاملہ کرے اور یہ شخص اس کے لیے ایسے افعال و اعمال دیکھنے کے باوجود کسی قول یا فعل سے اُس کی مخالفت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے کہ اس کو بھی اس ظالم بادشاہ کے ساتھ اُس کے مقام (یعنی دوزخ) میں پہنچا دے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یزید اور اُس کے امراء و حکام نے شیطان کی پیروی کو اختیار کر رکھا ہے۔ اور رحمان کی اطاعت کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور زمین میں فساد پھیلا دیا ہے۔ حدود الہیہ کو معطل کر دیا ہے۔ اسلامی بیت المال کو اپنی ملکیت سمجھ لیا ہے اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا۔ تمہارے خطوط اور وفود تمہاری بیعت کا پیغام لے کر پہنچے ہیں اور یہ کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو گے اور میری جان کو اپنی جانوں کے برابر سمجھو گے۔ اب اگر تم اس بیعت پر قائم ہو تو ہدایت پاؤ گے، میں رسول کریم علیہ کی لخت جگر فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان آپ لوگوں کی جانوں کے ساتھ اور میرے اہل و عیال آپ کے لوگوں کے اہل و عیال کے ساتھ.... تم لوگوں کو میری اتباع کرنا چاہیے۔ اور اگر تم ایسا نہیں کرتے بلکہ میری بیعت کو توڑتے ہو اور میرے عہد سے پھر جاتے ہو تو وہ تم لوگوں سے کچھ بعید نہیں.... کیونکہ یہی کام تم میرے باپ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بھائی حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

Marfat.com

کر چکے ہو۔

اور وہ آدمی بڑا فریب میں ہے جو تمہارے عہد و پیمان سے دھوکا کھائے...... سو تم نے خود اپنی آخرت کا حصہ ضائع کر دیا اور اپنے حق میں ظلم کیا اور جو شخص بیعت کر کے توڑتا ہے وہ اپنا نقصان کرتا ہے۔ اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تم سے مستغنی فرما دیں۔" (والسلام)

حُر بن یزید کچھ تو پہلے سے اہل بیت کا احترام دل میں رکھتا تھا کچھ خطبوں سے متاثر ہو رہا تھا یہ کلام سن کر اُن سے علیحدہ ہو گیا اور ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

اس حال میں چار آدمی کوفہ سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مددگار پہنچے جن کا سردار طرماح بن عدی تھا۔ حُر بن یزید نے چاہا کہ انہیں گرفتار کرے یا واپس کر دے، مگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: "یہ میرے مددگار اور رفیق ہیں ان کی ایسی ہی حفاظت کروں گا جیسی اپنی جان کی کرتا ہوں۔" حُر بن یزید نے اُن کو آنے کی اجازت دے دی۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے کوفہ کے حالات دریافت کیے انہوں نے بتلایا کہ کوفے کے سرداروں کو بڑی بڑی رشوتیں دیدی گئی ہیں۔ اب وہ سب آپ کے مخالف ہیں البتہ عوام کے قلوب آپ کے ساتھ ہیں مگر اسکے باوجود جب مقابلہ ہوگا تو تلواریں اُن کی بھی آپ کے مقابلے پر آئیں گی۔

طرماح بن عدی نے حضرت امام عالی مقام سے عرض کی کہ آپ کے مقابلے پر آنے والا بڑا لشکر دیکھ چکا ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی طرف ایک بالشت بھی نہ بڑھیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو اپنے پہاڑ آجا

Marfat.com

میں ٹھہرادوں گا جو نہایت محفوظ قلعہ جیسا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی قوم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مگر ہمارے اور حر بن زید کے درمیان ایک بات ہو چکی ہے۔ اب ہم اس کے پابند ہیں اور ہمیں کچھ نہیں پتا کہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ پھر طرماح بن عدی رخصت ہو گئے اور دوبارہ آنے کا وعدہ کر گئے۔ اور پھر آئے بھی، مگر راستے میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی غلط خبر سن کر لوٹ گئے۔

پھر امام نصر بن مقاتل تک پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذرا غنودگی ہوئی تو انا اللہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے بیدار ہوئے آپ کے صاحبزادے نے سنا تو گھبرا کر سامنے آئے اور پوچھا ابا جان کیا بات ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی گھڑ سوار میرے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ کچھ لوگ چل رہے ہیں اور ان کی موتیں اُن کے ساتھ چل رہی ہیں اس سے میں سمجھا کہ یہ ہماری موت ہی کی خبر ہے۔ صاحبزادے نے عرض کیا، کیا ہم حق پر نہیں آپ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کی طرف سب بندگان خدا کا رجوع ہے کہ بلاشبہ ہم حق پر ہیں۔ صاحبزادے نے کہا پھر ہمیں کیا ڈر ہے جب کہ ہم حق پر مر رہے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام نینوا پر پہنچے وہاں پر ایک گھڑ سوار حُر سے آکر ملا اور حُر بن یزید کو ابن زیاد کا خط پہنچایا۔ جس میں لکھا تھا کہ: ''جس وقت تمہیں میرا یہ خط ملے تو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر میدان تنگ کر دو اور اُن کو کھلے میدان کی طرف لے جاؤ جہاں پانی نہ ہو۔ اور میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا کہ جب تک میرے اس حکم کی تعمیل نہ کر دو گے یہ تمہارے ساتھ رہے گا۔''

Marfat.com

یہ خط پڑھ کر حُر نے اُس کا مضمون حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا اور اپنی مجبوری ظاہر کی کہ اس وقت میرے سر پر جاسوس مسلط ہیں میں کوئی مصالحت نہیں کرسکتا۔

اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں سے حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ موجود لشکر سے مقابلہ کرنا آسان ہوگا۔لیکن امام نے فرمایا کہ میں قتال میں پہل نہیں کرنا چاہتا تب زہیر بن القین رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتال کی ابتداء نہ کریں بلکہ ہمیں اس بستی میں لے جائیں جو حفاظت کی جگہ ہے اور دریائے فرات کے کنارے پر ہے۔اس پر اگر یہ لوگ ہمیں وہاں وہاں جانے سے روکیں تو ہم قتال کریں۔آپ نے پوچھا یہ کون سی بستی ہے فرمایا عقر، تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں عقر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔عقر کے لفظی معنی ہیں ہلاکت .......

اسی دوران عمر بن سعد کو چار ہزار لشکر کے ساتھ ابن زیاد نے مقابلے کے لیے بھیج دیا۔عمر بن سعد جب یہاں پہنچا۔حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوفہ آنے کی وجہ پوچھی آپ نے پورا قصہ بتایا مزید یہ کہ آپ اگر کوفہ والوں کی رائے بدل گئی ہے تو میں جانے کو تیار ہوں۔عمر بن سعد نے ابن زیاد کو اس مضمون کا خط لکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس جانے کے لیے تیار ہیں۔

ابن زیادہ نے جواب دیا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صرف ایک بات رکھو کہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کریں جب وہ ایسا کریں تو پھر ہم غور کریں گے کہ اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے اور عمر کو حکم دیا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے

Marfat.com

رفقاء پر پانی بالکل بند کر دو۔

عمر بن سعد نے خط لکھ کر ابن زیادہ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ امت کی فلاح اس میں ہے کہ جنگ کی آگ نہ ہو۔ عمر بن سعد کے خط سے ابن زیاد متاثر ہوا اور کہا کہ یہ خط ایسے امیر کا ہے جو امیر کی اطاعت بھی چاہتا ہے اور اپنی قوم کی عافیت کا بھی خواہش مند یہ ہم نے اس کو قبول کر لیا۔ مگر شمر ذی الجوشن نے کہا۔ "کیا آپ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہلت دینا چاہتے ہیں کہ قوت حاصل کر کے پھر تمہارے مقابلے پر آئیں وہ اگر آج تمہارے ہاتھ سے نکل گئے تو پھر تم کبھی اُن پر قابو نہ پاسکو گے۔ مجھے اس میں عمر بن سعاد کی سازش معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ وہ راتوں کو آپس میں باتیں کرتے ہیں ہاں آپ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر مجبور کریں کہ وہ آپ کے پاس آجائیں پھر آپ چاہیں سزا دیں چاہیں معاف کر دیں۔

ابن زیاد نے شمر کی رائے کو قبول کیا اور عمر بن سعد کو خط لکھا اور خود شمر ہی کے ہاتھ یہ ہدایت کر دی کہ فوراً اس حکم پر عمل کیا جائے نہیں تو انہیں قتل کر دیا جائے اور تم خود لشکر کے امیر ہو۔ خط کا مضمون تھا کہ: "میں نے تمہیں اس لیے نہیں بھیجا کہ تم جنگ سے بچو یا اُن کو مہلت دو یا اُن کی سفارش کرو۔ اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھی میرے حکم پر صلح کرنا اور میرے پاس آنا چاہتے ہیں تو ان کو صحیح سالم یہاں پہنچا دو۔ ورنہ ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ان کو قتل کرو۔ کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں پھر قتل کے بعد ان کو گھوڑوں کی ٹاپوں میں روند ڈالو۔ اگر تم نے ہمارے اس حکم کی تعمیل کی تو تم کو ایک فرمانبردار کی طرح انعام ملے گا اور اگر اس کی تعمیل نہیں کرتے تو ہمارے لشکر کو فوراً چھوڑ دو اور چارج شمر کے سپرد کر دو۔" (والسلام)

Marfat.com

شمر یہ خط لے کر عمر بن سعد کے پاس پہنچا۔ وہ سمجھ گیا کہ شمر کے مشورے سے ایسا کیا گیا ہے، اُس نے کہا تم نے بڑا ظلم کیا۔ آخر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پیغام پہنچایا گیا۔ آپ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا اس ذلت سے موت بہتر ہے۔

شمر ذی الجوشن اس محاذ پر 9 محرم کو پہنچا۔ اُس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خیمے کے سامنے بیٹھے تھے اسی حالت میں آپ کو اونگھ آ کر آنکھ بند ہو گئی۔ پھر آپ ایک آواز کیساتھ بے دار ہو گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ فرمایا کہ اب تم ہمارے پاس آنے والے ہو۔''

پھر اُس رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصیت نماز و دعا اور استغفار میں مصروف رہے۔ اپنے اصحاب اور اہل بیت کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا۔ ''میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں راحت میں بھی اور مصیبت میں بھی۔ یا اللہ آپ نے ہمیں شرافت نبوت سے نوازا اور ہمیں کان آنکھ اور دل دیے جن سے ہم نے آپ کی آیات سمجھیں اور ہمیں آپ نے قرآن سکھایا اور دین کی سمجھ عطا فرمائی ہمیں آپ شکر گزار بندوں میں داخل فرما لیجئے۔'' پھر فرمایا۔ میرے اہل بیت کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے میں سمجھتا ہوں کہ کل ہمارا آخری دن ہے۔ میں آپ سب کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ آپ کو جہاں پناہ ملے چلے جاؤ کیوں کہ دشمن میرا طلب گار ہے۔'' مگر سب نے کہا ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔

اِدھر حُر جس کے دل میں اہل بیت کی محبت کا جذبہ بیدار ہو چکا تھا اُس وقت

Marfat.com

اپنی سابقہ کارروائی پر نادم ہو کر حضرت امام عالی مقام کے لشکر میں آملا۔ اور عرض کی میری ابتدائی غفلت اور آپ کو واپسی کے لیے راستہ نہ دینے کا یہ نتیجہ نکلے گا مجھے احساس نہ تھا۔ کہ یہ لوگ اس حد تک آپ کے خلاف چلے جائیں گے اگر یہ جانتا تو آپ کو ہر گز نہ روکتا اب تائب ہو کر آیا ہوں اس لیے میری سزا تو یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ قتال کرتا ہوا جان دے دوں۔ اور ایسا ہی ہوا۔

پھر امام عالی مقام نے ایک درد انگیز خطبہ دیا۔ اس دوران امام نے رؤسا کوفہ کا نام لے کر پکارا گفتگو شروع ہوئی جب یہ گفتگو طویل ہونے لگی تو شمر نے پہلا تیر اُن پر چلا دیا۔ تب حضرت حُر آگے بڑھے اور کہا۔ اے اہل کوفہ تم ہلاک و برباد ہو جاؤ کیا تم نے ان کو اس لیے بلایا تھا کہ وہ آجائیں تو تم ان کو قتل کر دو۔ تم نے ان کو قیدیوں کی مثل بنا لیا ہے ان کو اجازت کیوں نہیں دیتے کہ یہ جہاں چاہیں چلے جائیں دریائے فرات کا پانی بند کر دیا ہے جس کو یہودی، نصرانی مجوسی سب پیتے ہیں۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت پیاس سے بے ہوش ہو رہے ہیں تم نے محمد ﷺ کے بعد ان کی اولاد کے بارے میں نہایت شرمناک سلوک کیا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تم کو پیاسا رکھے اگر توبہ نہ کرو اور اپنی اس حرکت سے باز نہ آجاؤ۔"

اب حُر پر تیر پھینکے گئے۔ پھر تیر اندازی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر شقی و بد بخت شمر نے چاروں طرف سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء پر بلہ بول دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رفقاء نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اب دشمنوں نے خیموں میں آگ لگانی شروع کر دی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکثر رفقاء شہید ہو چکے تھے اور دشمن

Marfat.com

کے دستے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ہر رفیق کی یہ خواہش تھی کہ امام کے سامنے پہلے شہید ہو جائے۔ پھر آپ کے صاحبزادے حضرت علی اکبر بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ایک ایک کر کے شہید ہو رہے تھے آپ لاش اٹھا کر خیمے کے پاس لاتے۔ اب حضرت امام عالی مقام تنہا بے یار و مددگار رہ گئے۔ تب قبیلہ کندہ کا ایک شقی القلب مالک بن نسیر آگے بڑھا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر تلوار سے حملہ کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید زخمی ہو گئے۔ آپ کی گود میں آپ کے چھوٹے صاحبزادے تھے بنی اسد کے ایک بدنصیب نے اُن کو بھی تیر مار کر شہید کر دیا۔ اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیاس حد کو پہنچ چکی تھی۔ تب ظالم حصین بن نمیر نے آپ کے منہ پر پر نشانہ کر کے تیر پھینکا جو آپ کو لگا اور دہن مبارک سے خون جاری ہو گیا۔ اُس کے بعد شمر دس آدمیوں کو ساتھ لے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بڑھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید پیاس اور زخموں کے باوجود اُن کا دلیرانہ مقابلہ کر رہے تھے۔ اور جس طرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑھتے یہ بھاگتے نظر آتے۔ یہ ایک بے نظیر واقعہ ہے کہ جس شخص کی اولاد اور اہل بیت شہید کر دیے گئے ہوں اُس کو خود شدید زخم لگے ہوں اور انتہائی ثابت قدمی سے مقابلہ کر رہا ہے کہ جس طرف رُخ کرتا ہے مسلح سپاہی بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگنے لگتے ہیں تب شمر نے اس صورتِ حال کو دیکھا تو آواز دی کہ سب یکبارگی حملہ کرو اس پر بہت سے بد نصیب آگے بڑھے نیزوں اور تلواروں سے حملہ کیا اور یہ ابن رسول اللہ خیر خلق اللہ فی الارض ظالموں کا دلیرانہ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (انا اللہ وانا الیہ راجعون)
امام پاک کی عمر اُس وقت 56 سال 5 ماہ اور 5 دن کی تھی۔ شمر نے خولی بن یزید سے کہا

Marfat.com

کہ ان کا سر کاٹ لو وہ آگے بڑھا مگر ہاتھ کانپ گئے پھر بد بخت سنان ابن انس نے یہ کام انجام دیا۔ پھر یہ عام اہل بیت کے قتل سے فارغ ہو کر ظالم حضرت امام زین العابدین (جو کہ بہت بیمار تھے) اُن کی طرف متوجہ ہوئے شمر نے ان کو بھی قتل کرنا چاہا۔ حمید بن مسلم نے کہا سبحان اللہ تم بچے کو قتل کرتے ہو اور جبکہ وہ مریض بھی ہے۔ شمر نے تب چھوڑ دیا۔ عمر بن سعد آگے آیا اور کہا ان عورتوں کے خیمے کے پاس کوئی نہ جائے اور اس مریض بچہ سے کوئی تعرض نہ کرے۔

ابن زیاد کا حکم تھا کہ لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا جائے اور پھر چند سواروں کو یہ حکم دیا گیا اور انہوں نے یہ بھی کر ڈالا۔ جنگ کے خاتمے پر مقتولین کی شمار کی گئی تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں بہتر حضرات شہید ہوئے اور عمر بن سعد کے اٹھاسی سپاہی مارے گئے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

خولی بن یزید اور حمید بن مسلم ان حضرات کے سر کو لے کر کوفہ روانہ ہوئے اور ابن زیاد کے سامنے پیش کیے۔ ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کر کے سب سروں کو سامنے رکھا اور ایک چھڑی سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دہن مبارک کو چھونے لگا۔ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ گیا اور بول اُٹھے کہ چھڑی ان متبرک ہونٹوں سے ہٹا لے۔ قسم ہے اس عظیم ذات کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ ان ہونٹوں کو بوسہ دیتے تھے یہ کہہ وہ رو پڑے۔ ابن زیاد نے کہا اگر تم سن رسیدہ بوڑھے نہ ہوتے تو میں تمہاری بھی گردن مروا دیتا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے باہر چلے گئے۔

Marfat.com

عمر بن سعد دو روز کے بعد بقیہ اہل بیت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹیوں اور بہنوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ کے لیے نکلے تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ عورتوں اور بچوں کے سامنے یہ منظر آیا تو کہرام مچ گیا گویا زمین آسمان رونے لگے۔

ابن زیاد کی سقاوت نے اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ حکم دیا کہ امام عالی مقام کے سرِ مبارک کو ایک لکڑی پر رکھ کر کوفہ کے بازاروں اور گلیوں میں گھمایا جائے کہ سب لوگ دیکھ لیں اس کے بعد اس اور دوسرے سروں کو یزید کے پاس ملک شام بھیج دیں اور اسی کے ساتھ عورتوں اور بچوں کو روانہ کیا۔

یزید کو خبر دی گئی کہ امیر المومنین کو بشارت ہو کہ مکمل فتح حاصل ہوئی یہ سب مارے گئے اور ان کے سر عورتیں اور بچے حاضر ہیں۔

سرِ مبارک جس وقت یزید کے سامنے رکھا گیا تو یزید کے ہاتھ میں چھڑی تھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دانتوں پر چھڑی لگا کر حصین بن ہمام کے یہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ "یعنی ہماری قوم نے ہمارے لیے انصاف نہ کیا تو ہماری خونچکاں تلواروں نے انصاف کیا۔ جنہوں نے ایسے مردوں کے سر پھاڑ دیے جو ہم پر سخت تھے اور وہ تعلقات قطع کرنے والے ظالم تھے۔"

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے آپ نے کہا اے یزید! تو اپنی چھڑی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دانتوں پر لگاتا ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان ہونٹوں کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ اے یزید قیامت کے روز تو آئے گا تو تیری شفاعت ابن زیاد ہی کرے گا اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئیں گے تو ان کے شفیع نبی

Marfat.com

کریم ﷺ ہوں گے۔ یہ کہہ کر ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس سے نکل گئے۔

پھر ان عورتوں کو زنان خانے میں بھیج دیا گیا۔ پھر یزید نے ارادہ کیا کہ اہل بیت اطہار کو مدینہ واپس بھیج دے تو نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ ان کو کسی امانت متقی کے ہاتھ مدینے تک پہنچا دیا جائے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب کی شہادت کی خبریں مدینے میں پہنچیں تو مدینے میں کہرام تھا مدینے کے در و دیوار رو رہے تھے۔ امام کی شہادت کے بعد دو تین مہینے تک فضا کی یہ کیفیت رہی کہ جب آفتاب طلوع ہوتا اور دھوپ در و دیوار پر پڑتی تو سرخ ہوتی تھی جیسے دیواروں کو خون لپیٹ دیا گیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رات آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ دو پہر کا وقت ہے اور آپ پراگندہ بال پریشان حال ہیں آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اس میں کیا ہے؟ فرمایا۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کروں گا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ اس خواب سے چند روز کے بعد حضرت امام حسین کی شہادت کی اطلاع پہنچی اور حساب کیا گیا تو ٹھیک وہی دن اور وقت تھا جب آپ کی شہادت ہوئی تھی۔ اس صادق جاں باز نے اپنے نانا جان کے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کیا اور دین حق پر قائم رہ کر اپنے کنبہ اور اپنی جان راہِ خدا میں ایسی ثابت قدمی کے ساتھ نذر کی جس کی مثال نہیں ملتی۔

کربلا میں آل رسول ﷺ پر وہ ظلم عظیم ہوا تھا جس پر زمین و آسمان خون کے آنسو روئے اور کائنات پر تاریکی چھا گئی۔ علامہ امام ابن حجر عسقلانی، امام بیہقی، حافظ

Marfat.com

ابونعیم، علامہ ابن کثیر، علامہ ابن حجر مکی، امام سیوطی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جیسے جلیل القدر محدثین نے اپنی اپنی معتبر تصانیف میں نقل فرمائی ہیں۔ چنانچہ حضرت بصرہ ازدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں۔

1۔ کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے تو آسمان سے خون برسا۔ صبح کو ہمارے مٹکے گھڑے اور سارے برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔

2۔ حضرت زہری فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی۔ کہ جس دن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے اس دن بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

3۔ امام بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ۔ بے شک دنیا پر تین روز تک تاریکی چھائی رہی پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ سات روز تک آسمان خون کے آنسو رویا اُس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہوگئیں اور جو کپڑا اُس سے رنگین ہوا اُس کی سرخی پُرزے پُرزے ہونے تک نہ گئی۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا آسمان کا سرخ کرنا اور خون کی بارش برسانا، اُس کے بہت زیادہ ناراض اور غضب ناک ہونے کی علامت ہے کیوں کہ جب کوئی غصہ وغضب میں آتا ہے تو اس کا خون جوش کرتا ہے اور چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بلاشبہ جملہ عوارض جسمانی سے پاک اور منزہ ہے۔ لیکن اس نے اپنی ناراضی اور غضب کا اظہار اس طرح کیا کہ آسمان کو سرخ کر دیا اور اس سے خون برسایا

Marfat.com

اور اس علامت کو قیامت تک کے لیے باقی رکھا۔ چنانچہ امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک آسمان پر شفق کے ساتھ جو سرخی ہوتی ہے۔ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل سے پہلے نہیں ہوتی تھی۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

امام زہری فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شریک تھے اُن میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا ملی ہو۔ کوئی قتل کیا گیا، کسی کا چہرہ سخت سیاہ ہو گیا مسخ ہو گیا یا چند ہی روز میں ملک سلطنت چھن گئی اور ظاہر ہے کہ یہ اُن کے اعمال کی اصلی سزا نہیں بلکہ اُس کا ایک نمونہ ہے جو لوگوں کی عبرت کے لیے دنیا میں دکھا دیا گیا ہے۔

جس شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیر مارا اور پانی نہیں پینے دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسے پیاس مسلط کر دی کہ کسی طرح پیاس بجھتی نہ تھی پانی کتنا ہی پیا جائے پیاس سے تڑپتا رہتا تھا یہاں تک کہ اُس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یزید کو بھی ایک دن چین نصیب نہ ہوا۔ تمام اسلامی ممالک میں خون شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ اُس کی زندگی اُس کے بعد دو سال آٹھ ماہ رہی۔ دنیا میں بھی اُس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور اُس ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔ قاتلان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طرح طرح کی آفات ارضی و سماوی کا ایک سلسلہ تھا۔ واقعہ شہادت سے پانچ ہی سال بعد 66ھ میں مختار نے قاتلانِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قصاص لینے کا ارادہ ظاہر کیا تو عام مسلمان اس کے ساتھ ہو گئے اور تھوڑے عرصے میں اس کو یہ قوت حاصل ہو گئی کہ کوفہ

Marfat.com

اور عراق پر اُس کا تسلط ہو گیا۔ اُس نے عام اعلان کر دیا کہ قاتلان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفتیش و تلاش پر پوری قوت خرچ کی اور ایک ایک کو گرفتار کر کے قتل کیا۔ ایک روز میں دو سو اڑتالیس آدمی اس جرم میں قتل کیے گئے کہ وہ قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شریک تھے۔

عمرو بن حجاج پیاس اور گرمی میں بھاگا پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑا ذبح کر دیا گیا۔ شمر ذی الجوشن جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سب سے زیادہ شقی اور سخت تھا اُس کو قتل کر کے لاش کتوں کے سامنے ڈال دی گئی۔

عبداللہ بن اسد، مالک بن بشیر بدی حمل بن مالک کا محاصرہ کر لیا گیا، انہوں نے رحم کی درخواست کی مختار نے کہا ظالمو! تم نے سبط رسول پر رحم نہ کھایا تم پر کیسے رحم کیا جائے سب کو قتل کیا گیا اور مالک بن بشیر نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی اٹھائی تھی۔ اُس کے دونوں ہاتھ دونوں پیر قطع کر کے میدان میں ڈال دیا تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

عثمان بن خالد، بشیر بن شمیط نے مسلم بن عقیل کے قتل میں اعانت کی تھی اُن کو قتل کر کے جلا دیا گیا۔

عمر بن سعد جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر لشکر کی کمان کر رہا تھا اُس کو قتل کر کے اُس کا سر مختار کے سامنے لایا گیا۔ اور مختار نے اُس کے لڑکے حفص کو پہلے سے دربار میں بٹھا رکھا تھا جب یہ سر مجلس میں آیا تو مختار نے کہا تو جانتا ہے کہ یہ سر کس کا ہے اُس نے کہا ہاں اور اس کے بعد مجھے اپنی زندگی پسند نہیں اس کو بھی قتل کر دیا گیا۔ مختار نے کہا کہ عمر بن سعد کا قتل تو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدلے میں ہے اور

Marfat.com

حفص کا قتل علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدلے میں۔

حکیم بن طفیل جس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیر مارا تھا اُس کا بدن تیروں سے چھلنی کر دیا گیا۔ سلام بن انس جس نے سر مبارک کاٹنے کا اقدام کیا تھا کوفہ سے بھاگ گیا اُس کا گھر منہدم کر دیا گیا قاتلان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عبرت ناک انجام دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ عذاب ایسا ہی ہوتو ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے۔ کاش وہ سمجھ لیتے۔

ایک اور مُقام عبرت کہ عبدالمالک بن عمیر یشی کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ کے قصر امارت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک عبیداللہ بن زیاد کے سامنے ایک تھال پر رکھا ہوا دیکھا۔ پھر اُسی قصر میں عبیداللہ بن زیاد کا سر کٹا ہوا مختار کے سامنے دیکھا پھر اس قصر میں مختار کا سر کٹا معصب بن زبیر کے سامنے دیکھا۔ میں نے یہ واقعہ عبدالملک سے ذکر کیا تو اس قصر کو منحوس سمجھ کر یہاں سے منتقل ہو گیا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

واقعہ شہادت کی تفصیل سن کر پڑھ کر اس میں ظلم وجور کے طوفان دیکھے۔ ظالموں اور ناخدا ترس لوگوں کا بڑھتا ہوا اقتدار نظر آیا۔ اندازہ ہوا کہ ظلم وجور کو فلاح نہیں۔ ظالم، مظلوم سے زیادہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ اور جن مظلوموں کو فنا کرنا چاہا۔ وہ آج تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے گھر گھر میں ان کا ذکر خیر ہے۔ اور صدیاں گزر گئیں کروڑوں انسان اُن کے نام پر مرتے ہیں اور اُن کے نقش قدم کی پیروی کو پیغام حیات سمجھتے ہیں۔ حق و باطل کے معرکے میں آخری فتح و کامیابی حق کی ہوا کرتی ہے۔

Marfat.com

حُبِ اہل بیت اطہار جز وایمان ہے۔ان پر وحشیانہ مظالم کی داستان بھلانے کے قابل نہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کی دردناک شہادت کا واقعہ جس کے دل میں رنج وغم اور درد نہ پیدا کرے اور وہ مسلمان کیا انسان بھی نہیں۔لیکن ان کی سچی اور حقیقی محبت وعظمت اور ان کے مصائب سے حقیقی تاثر یہ نہیں کہ سارے سال خوش وخرم پھریں کبھی ان کا خیال نہ آئے اور صرف عشرۂ محرم میں واقعہ شہادت سن کر رولیں۔سارے سال گرمی کی شدت میں اُن کی پیاس کا خیال تک نہ آئے۔ بلکہ حقیقی محبت تو یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے انہوں نے یہ عظیم قربانی پیش کی اُن کے اخلاق اعمال کی پیروی کی سعادت دُنیاوآخرت سمجھیں۔

آخر میں امام کے چند جملے یاددہانی کروا رہی ہوں کہ:

"آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مٹ رہی ہے اور بدعات پھیلائی جارہی ہیں۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرو اور اُس کے احکام کی تنفیذ کے لیے کوشش کرو۔"

امام عالی مقام کا سارا جہاد صرف اس لیے تھا کہ:

☆ کتاب وسنت کے قانون کو صحیح طور پر رواج دیں۔

☆ اسلام کے نظام عدل کو ازسرِ نو قائم کریں۔

☆ اسلام میں خلافت نبوت کے بجائے ملوکیت وآمریت کی بدعات کا مقابلہ کریں۔

☆ حق کے مقابلے میں نہ زور وزر کی نمائش سے مرعوب ہوں اور نہ جان ومال اور اولاد کا خوف اس راستے میں حائل ہو۔

Marfat.com

ہر خوف و ہراس اور مصیبت و مشقت میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں۔ اور اسی پر ہر حال میں توکل واعتماد ہو۔ اور بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی اُس کے شکر گزار بندے ثابت ہوں۔ ہمیں امام عالی مقام کی اس شہادت کو دیکھتے ہوئے ان کے پیغام کی اس پکار کو سننے کی اشد ضرورت ہے تا کہ ان کے مشن کو ان کے نقشِ قدم پر انجام دینے کے لیے تیار ہوں۔ اور ان کے اخلاق حسنہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرائیں۔

یا اللہ ہم سب کو اپنی، اپنے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم واہل بیت اطہار کی محبت کاملہ اور اتباع کامل نصیب فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com

# حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے پیغمبر خاص محمد ﷺ کی بعثت سے ہم پر وہ احسان فرمایا جو نہ گزشتہ اُمتوں پر کیا اور نہ پہلے لوگوں پر! اپنی اس قدرت کی کارفرمائی سے جو کسی شے سے عاجز و درماندہ نہیں ہوتی، اگرچہ وہ کتنی ہی بڑی ہو اور کوئی چیز اس کے قبضے سے نکلنے نہیں پاتی، اگرچہ وہ کتنی ہی لطیف و نازک ہو، اس نے ہمیں اپنی مخلوقات میں آخری اُمت قرار دیا اور انکار کرنے والوں پر گواہ بنایا اور اپنے لطف و کرم سے کم تعداد والوں کے مقابلے میں ہمیں کثرت دی۔

اللہ رب العزت کے لیے ہی حمد و ستائش ہے ہر وہ حمد جو اس کے مقرب فرشتے، بزرگ ترین مخلوقات اور پسندیدہ حمد کرنے والے بجالاتے ہیں ایسی ستائش جو دوسری ستائشوں سے بے حد بڑی ہوتی ہو جس طرح ہمارا پروردگار تمام مخلوقات سے بڑا ہے۔ پھر اسی کے لیے حمد و ثنا ہے اسی کا علم تمام عالم پر اور اس کی ہر چیز پر حاوی ہے۔

اس عظیم رب کی ایسی حمد جو اس کی اطاعت و بخشش کا وسیلہ، اس کی رضامندی کا سبب، اس کی مغفرت کا ذریعہ، جنت کا راستہ، اُس کے عذاب سے پناہ، اُس کے غضب سے امان، اُس کی اطاعت میں معین اور اس کے حقوق و واجبات کی ادائیگی میں مددگار ہو، ایسی حمد جس کے ذریعے ہم اسکے خوش نصیب دوستوں میں شامل ہو کر خوش

Marfat.com

نصیب قرار پائیں، بے شک وہی مالک ومختار اور قابل ستائش ہے۔ اے اللہ عزوجل! تو رحمت نازل فرما نبی کریم ﷺ پر اور ان کی آل پر جو تیری وحی کے امانت دار اور تمام مخلوقات میں تیرے برگزیدہ، پسندیدہ اور برکت کا سرچشمہ ہیں۔ درود وسلام ہو پیارے آقا نبی اکرم ﷺ پر!

ہم نے اپنے پہلے مضمون میں صدقہ کے بارے میں ذکر کیا تھا اور بتایا تھا کہ صدقہ دو طرح کا ہوتا ہے فرض اور نفل! پچھلا مضمون نفل صدقہ پر تھا اور آج ہم فرض صدقہ یعنی زکواۃ پر بات کریں گے۔ زکواۃ اسلام کا انتہائی اہم رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زکواۃ کو اسلام کا بنیادی رکن قرار دیا ہے اس کی اہمیت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ لاتعداد مواقع پر قرآن پاک میں اس کا ذکر نماز کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ "اور قائم کرو تم لوگ نماز کو اور دو زکواۃ۔"

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے پاک کلام میں بیاسی جگہ نماز کے ساتھ ساتھ (سورۃ بقرہ) زکواۃ کا حکم فرمایا اور جہاں جہاں صرف زکواۃ کا حکم ہے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کا مشہور ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ کلمہ طیبہ کا اقرار، نماز، زکواۃ، روزہ، حج! ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو زکواۃ نہ ادا کرے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن پاک) اس کو نماز کے ساتھ جمع کیا ہے۔ پس ان دونوں میں فرق نہ کرو، علما کا اس پر اتفاق ہے کہ ان میں سے کسی چیز کا انکار کرنے والا کافر ہے، یہی پانچ چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں اور یہی اہم عبادات ہیں۔

نماز کے ذریعے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری ہے کہ حضور اکرم ﷺ

Marfat.com

کا ارشاد ہے کہ نمازی اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے اس لیے اس کو معراج المومنین کہا جاتا ہے۔ یہ حاضری اپنی ہر وقت کی حاجات اور ضرورتیں مالک کے حضور میں پیش ہوتی رہتی ہیں اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ اور دوسرے انبیا کرام کو جب کوئی حاجت پیش آتی تو نماز کی طرف رجوع کرتے، اس حاضری میں بندے کی طرف سے حمد وثنا کے بعد اعانت کی درخواست ہے اور نماز پر دونوں جہاں کی فلاح اور کامیابی ہی آقا و مولیٰ کے دربار سے ملتی ہے، دین اور دنیا دونوں ہی عطا ہوتی ہیں اس لیے زکواۃ اس کا تکملہ اور تسمہ ہے کہ ہمارے دربار سے جو عطا ہو اس میں سے نہایت قلیل مقدار ڈھائی روپیہ سینکڑہ (100 روپے پر ڈھائی روپے) ہمارے نام لیوا فقیروں کو بھی دے دیا کرو، یہ گویا شکرانہ ہے دربار کی عطا کا جو عقلی بھی ہے اور فطری بھی کہ دربار کی عطاؤں میں سے دربار کے نوکروں کو بھی کچھ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں کثرت سے جہاں جہاں نماز کا حکم آتا ہے وہاں اس کے ساتھ زکواۃ کا بھی حکم ہوتا ہے۔ کہ نماز کے ذریعے ہم سے مانگو اور لو، پھر جو ملے اُس میں سے تھوڑا سا ہمارے نام لیواؤں کو دیتے جاؤ، پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اس قلیل مقدار کی ادائیگی پر مستقل اجر ہے، مستقل ثواب ہے اور انعامات کثیرہ کا وعدہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ سود بن کر لوگوں کے مال میں بڑھوتری کا سبب بنے، یہ تو اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو کچھ زکواۃ (وغیرہ) دو گے جس سے کہ اللہ کی رضا مقصود ہو تو ایسے لوگ اپنے دیے ہوئے مال کو اللہ تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہتے ہیں۔'' (سورۃ روم)

یہاں ایک چیز بے حد قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اضافہ اسی چیز کا

Marfat.com

ہوتا ہے جو اس کی رضا کے لیے خرچ کیا جائے، حضرت سعید بن جبر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی ہدیہ جو اس نیت سے دیا جائے کہ اس کا بدلہ دنیا میں ملے، اس کا کوئی ثواب آخرت میں نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ جب آخرت کی نیت سے دیا ہی نہیں تو وہاں کیوں ملے۔ حضرت کعب رحمتہ اللہ علیہ، قرظی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو اس نیت سے دے کہ وہ بدلے میں اس سے زیادہ دے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی اضافے کا سبب نہیں اور جو شخص محض اللہ کے واسطے دے کہ جس شخص کو دیا ہے اس سے کسی قسم کی امکافات اور بدلے کی امید نہ ہو، یہی وہ مال ہے جو اللہ کے نزدیک بڑھتا رہتا ہے، لہٰذا جو لوگ کسی کو زکواۃ وغیرہ کا مال دے کر اس کے امیدوار رہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ احسان مند رہیں گے وہ اپنے ثواب میں اس بدنیتی سے خود کمی کر دیتے ہیں زکواۃ کے چار فرائض ہیں۔

1۔ حریت یعنی غلام نہ ہو 2 ملکیت صحیح ہو 3 نصاب زکواۃ پایا جائے۔ 4 سال گزر جائے یعنی جس ماہ میں مال آیا تھا وہی ماہ آ پہنچے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”مال میں زکواۃ کے سوا کچھ لازم نہیں۔“

زکواۃ مال کی مختلف قسموں سے تعلق رکھتی ہے، ہمیں اپنے مال میں سے ادا کرنی ہوتی ہے جس میں چوپائے، سونا، چاندی، مال تجارت، زمین (عشری) وغیرہ شامل ہیں۔ زکواۃ کی ادائیگی کی کچھ ظاہری اور کچھ باطنی شرائط ہیں۔

ظاہری اشرائط میں 1 نیت ہے یعنی دل میں آپ کی یہ نیت ہونی چاہیے کہ آپ زکواۃ ادا کر رہے ہیں۔

2۔ عجلت یعنی جب سال ہو جائے اور زکواۃ نکالنے میں تاخیر کرے وہ گناہ گار

Marfat.com

رہے۔

3۔ ایک شہر کی زکواۃ دوسرے شہر میں منتقل نہ کی جائے کیوں کہ یہ شہر کے فقراء اور مساکین اپنے شہر کے مال پر آس لگاتے ہیں، اپنے شہر سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا نقصان یہ ہے کہ ان فقراء اور مساکین کی امیدوں پر پانی پھر جائے گا۔ اگر اس کے باوجود کسی نے دوسرے شہر کے مسکین کو زکواۃ ادا کردی تو یہ ادا تو ہو جائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کے خلاف نہ کرے اس لیے شہر کی زکواۃ شہر ہی میں رہنی چاہیے اور وہاں کے غریبوں میں تقسیم ہونی چاہیے۔

4۔ زکواۃ دینے والا اپنی زکواۃ مستحق کی ان تمام قسموں میں تقسیم کرے جو اس کے شہر میں موجود ہوں کیوں کہ زکواۃ اس کے تمام مصارف تک پہنچانا واجب ہے۔

باطنی آداب: 1 زکواۃ کے وجوب کے اسباب پر غور کرے، مخلوک کے نزدیک محبوب ترین چیز مال ہے اس مال ہی کے ذریعے وہ دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اسی مال کی وجہ سے موت سے نفرت کرتے ہیں حالاں کہ موت محبوب سے ملاتی ہے یہی وجہ ہے کہ بندوں کی صداقت کا امتحان مال کے ذریعے ہوا یعنی اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لیے وہ چیز ہماری راہ میں قربان کرو جو تمہاری منظور نظر اور معشوق ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اُن کی جانوں اور اُن کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔''

2۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ زکواۃ چوں کہ ہمارے اوپر قرض ہے اور قرض کی جلد

Marfat.com

ادائیگی بے حد ضروری ہے کہ تاخیر میں بڑی آفتیں ہیں، جلدی کرنے میں باری تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

3۔ زکواۃ چھپا کر دے۔ چھپا کر دینے میں ریا کاری اور طلب شہرت کا گمان نہیں ہوتا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''بہترین صدقہ یہ ہے کہ مفلس و بے مایہ شخص کسی فقیر کو پوشیدہ طور پر دے۔''

بندہ جب کوئی کام پوشیدہ طور پر کرتا ہے تو اُسے خفیہ رجسٹر میں لکھا جاتا ہے پھر اگر وہ اس کو ظاہر کر دیتا ہے تو خفیہ رجسٹر سے کھلے رجسٹر میں لکھ دیتا ہے اور بندہ اس عمل کے بارے میں کسی اور کو کچھ بتاتا ہے تو اُسے خفیہ اور کھلے رجسٹروں سے منتقل کر کے ریاکاری کے رجسٹر میں لکھ دیتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ''چھپا کر صدقہ دینا اللہ تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔''

4۔ جہاں اظہار اور اعلان کی ضرورت ہو وہاں اس سے گریز نہ کرے اور وہ ضرورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس کے اظہار سے دوسروں کو تحریک ہو گی کہ وہ بھی اس کی اقتداء کریں گے اس صورت میں بھی ریا سے بچنا بے حد ضروری ہے۔

5۔ یہ کہ اپنا صدقہ من اور اذی سے باطل نہ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''احسان جتا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو۔''

6۔ اپنے عطیہ کو حقیر سمجھے اس لیے کہ اگر وہ اسے بڑا سمجھے گا تو عجب کرے گا اور عجب مہلک بیماریوں میں سے ہے، عجب سے عمل باطل ہو جاتا ہے۔

7۔ صدقہ کرنے کے لیے مال اچھا، پاک و طیب منتخب کرے اس لیے کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک مال ہی قبول کرتا ہے، مشتبہ مال سے نہ ادا کیا جائے۔

8۔ اپنے صدقے کے لیے ایسے لوگ منتخب کرے جو اس کے صدقے کو پاکیزہ بنائیں یہ کافی نہیں ہے کہ مصارف زکواۃ 8 قسموں میں سے جو بھی مل جائے اور جیسا بھی ملے اسے دے دیا جائے بلکہ کوشش کرنی چاہیے کہ جنہیں صدقہ یا زکواۃ دیا جائے ان میں مندرجہ ذیل چھ صفات موجود ہوں۔ ان صفات کے حامل لوگوں کو تلاش کرے اور ان تک اپنا صدقہ پہنچائے۔

1۔ پہلی صفت متقی پرہیزگار، دنیا سے کنارہ کشی، اور آخرت کی تجارت میں مشغول۔

2۔ دوسری صفت اہل علم کو دے۔ اہل علم کو دینے کا مطلب حصولِ علم پر اُن کی مدد کرنا ہے، علم بہت سی عبادتوں سے افضل ہے بشرطیکہ نیت صحیح ہو۔

3۔ تیسری صفت: وہ شخص اپنے تقویٰ میں اور توحید کے متعلق اپنے علم میں سچا ہو۔

4۔ چوتھی صفت: وہ شخص اپنی ضرورت چھپاتا ہو اپنی تکالیف اور شکایات کا بہت زیادہ اظہار نہ کرتا ہو، صاحب مروت اور شریف انسان ہو۔

5۔ پانچویں صفت: عیالدار ہو یا کسی مرض میں گرفتار ہو یا کسی پریشانی میں مبتلا ہو۔

6۔ چھٹی صفت: وہ شخص اقابت اور ذوی الارحام (وہ ہر رشتہ دار جو باپ کی طرف سے منسوب نہ ہوں) میں سے ہو۔ اگر ایسے شخص کو دیا جائے تو وہ صدقہ بھی ہوگا اور صلہ رحمی بھی ہوگا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے کسی بھائی کا ایک درہم سے صلہ رحمی کروں تو میرے نزدیک یہ زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے اس بات سے کہ میں بیس

Marfat.com

درہم صدقہ کروں اور بیس درہم سے صلہ رحمی کرنا میرے نزدیک سو درہم صدقہ دینے کے مقابلے میں افضل ہے۔ اور سو درہم دے کر صلہ رحمی کرنا میرے نزدیک ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ جس طرح اجنبیوں کے مقابلے میں عزیز و اقارب مقدم ہیں اسی طرح رشتہ داروں میں بھی اہل خیر دوست اور عزیزوں کو ترجیح دی جائے گی۔

یہ چند اوصاف ہیں جو لینے والوں میں مطلوب ہیں اس لیے مناسب ہے کہ اعلیٰ ترین درجہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، اگر کسی شخص میں یہ تمام صفات مل جائیں تو وہ ایک بڑا ذخیرہ اور ایک عظیم نعمت ہوگا، صدقہ دینے والا اگر ان صفات کا حامل شخص تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اسے دوہرا اجر ملے گا۔ تلاش و جستجو کا ہمارے لیے یہ جاننا بھی بے حد ضروری ہے کہ مستحقین زکواۃ کون ہیں؟

زکواۃ کا مستحق آزاد مسلمان ہے شرط یہ ہے کہ ہاشمی اور مطلبی نہ ہو، اور ان آٹھ مصارف میں سے ہو جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ زکواۃ کافر، غلام مطلبی اور ہاشمی کو نہ دینی چاہیے۔

1۔ پہلا مصرف فقیر ہیں، جس کے پاس نہ مال ہو اور نہ کمانے پر قدرت ہو۔

2۔ دوسرا مصرف مساکین ہیں، مسکین وہ شخص جس کی آمدنی اس کی اخراجات کے لیے بہت کم ہو۔

3۔ تیسرا مصرف عامل ہیں، عامل سے بیت المال کے وہ کارندے ہیں جو زکواۃ جمع کرتے ہیں۔

4۔ چوتھا مصرف مولفۃ القلوب ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اسلام قبول کرنے کے بعد تالیف قلب کے لیے زکواۃ کی رقم دی جاتی تھیں۔

Marfat.com

5۔ پانچواں مصرف مکاتب ہیں مکاتب سے وہ غلام مراد ہیں جنہیں ان کے آقاؤں نے کچھ مال کے بدلے میں آزاد کرنے کے لیے کہا ہو۔ ایسے غلاموں کو بدل کتابت ادا کرنے کے لیے زکواۃ دی جا سکتی ہے البتہ آقا کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مکاتب غلام کو زکواۃ کی رقم دے اس لیے کہ بہر حال وہ اس کا غلام ہے۔

6۔ چھٹا مصرف قرض دار ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کسی غرض سے قرض لیا اور افلاس کے باعث ادا نہ کر سکے۔

7۔ ساتواں مصرف غازی ہیں، وہ مجاہد جن کی تنخواہ حکومت وغیرہ سے مقرر نہ ہو۔

8۔ آٹھواں مصرف مسافر ہیں یعنی وہ لوگ جو اپنے شہر سے سفر کے لیے نکلیں اور اُن کا وہ سفر کسی مصیبت کے لیے نہ ہو۔

زکواۃ میں کسی کا کوئی احسان نہیں ہے بلکہ یہ تو خدا تعالیٰ کا حق ہے جو مال دار بندہ اس کے مسکین بندوں کو رزق پہنچا کر ادا کرتا ہے۔ مزید یہ کہ زکواۃ کے مال سے نہ مسجد بنائی جائے اور نہ اس سے میت کو کفن دیا جائے اور نہ آزاد کرنے کے لیے اس سے کوئی غلام خریدا جائے اور نہ زکواۃ دولت مند کو دی جائے اور نہ اپنے باپ دادا اور نہ بیٹے اور پوتوں، ماں، نانی اور دادی کو نہ دے اور نہ اپنے غلام کو اور نہ کسی امیر کے غلام کو دے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب ختم المرسلین ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے مال و دولت سونے چاندی سے زکواۃ ادا نہیں

Marfat.com

کرتا، قیامت کے دن اُس کے پہلو اور پیٹھ کو جہنم کے گرم پتھروں سے داغا جائے گا اس کا جسم وسیع کر دیا جائے گا جب اس کی حرارت میں کمی ہوگی تو اس کو بڑھا دیا جائے گا اس کے لیے دن پچاس ہزار سال کا طویل کر دیا جائے گا آخر کار اس کا فیصلہ ہو کر دوزخ یا جنت کی راہ اختیار کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کی قیامت کے دن دردناک عذاب کی خبر سنا دیں، جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا لو اب تم اس جمع کیے ہوئے مال کا مزہ چکھو۔ (سورہ التوبہ 35.34)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "قیامت کے فقرا، اغیا کی رسوائی کا باعث بیں گے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے اے ہمارے خالق! انہوں نے ہمارے حقوق غصب کر کے ہم پر ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! آج میں تمہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دوں گا اور انہیں اپنی رحمت سے دور کر دوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ) "اور وہ لوگ ان کے مال میں سائل اور فقیر کا ایک مقررہ حق ہے۔" (المعارج 35)

روایت ہے کہ معراج کی رات حضور نبی کریم ﷺ ایسے لوگوں کے قریب سے گزرے جن کے آگے پیچھے چیتھڑے لگے ہوئے تھے وہ جانوروں کی طرح جہنم کی گرم نباتات اور کانٹے دار جھاڑیاں چر رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال سے زکواۃ ادا

Marfat.com

نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر نہیں بلکہ انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔

تابعین کی ایک جماعت حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے لیے گئی جب وہ کچھ دیر بیٹھے آپ نے فرمایا "ہمارے پڑوس میں ایک آدمی کا بھائی فوت ہو گیا ہے اس کی تعزیت کریں۔ محمد بن یوسف فرہانی کا کہنا ہے کہ ہم ساتھ ہو لیے، وہ شخص بہت آہ بکا کر رہا تھا ہم نے اسے تسلی دی کہ موت لازمی ہے لیکن وہ گریہ وزاری سے باز نہ آیا، اس نے کہا میں اس لیے رو رہا ہوں کہ میرے بھائی کو صبح و شام عذاب ہو رہا ہے۔ ہم نے کہا کیا تجھے اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا کیا ہے؟ اُس نے کہا نہیں، مگر بات یہ ہے کہ جب میرے بھائی کو دفن کرنے کے بعد مٹی ڈال دی گئی اور لوگ چلے گئے تو میں قبر کے پاس بیٹھا رہا اچانک قبر سے آواز آئی "مجھے تنہا چھوڑ گئے میں عذاب پا رہا ہوں" میں نے مٹی ہٹا کر دیکھا اس کی گردن کے گرد آگ کا طوق ہے، اس کی قبر جل رہی ہے میں نے اس کی گردن سے طوق اتارنے کی کوشش کی تو میرا ہاتھ اور انگلیاں جل گئیں، میں مٹی ڈال کر واپس چلا آیا۔ اس کا ہاتھ جل کر سیاہ ہو چکا تھا پھر اس نے کہا میں کیوں نہ روؤں، ہم نے اس کے بھائی کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ اپنے مال کی زکواۃ نہیں دیتا تھا۔ اس واقعے سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ "اور جو لوگ ہمارے فضل سے عطا کردہ مال میں بخل کرتے ہیں وہ اُسے اپنے لیے بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے لیے مصیبت ہے، عنقریب قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔ (سورہ آل عمران 18)

پھر ہم یہاں سے نکل کر حضور اکرم ﷺ کے صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور اُنہیں اس شخص کا واقعہ سنایا پھر ہم نے سوال کیا۔"

Marfat.com

یہودی ونصرانی مرتا ہے تو اس کے متعلق ایسی باتیں نہیں دیکھتے؟ انہوں نے فرمایا ان کے جہنمی ہونے میں کوئی شبہ نہیں، تمہیں عبرت حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کی ایسی حالتیں اللہ تعالیٰ دکھلاتا ہے'' فرمان الٰہی ہے'' پس جس نے دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا اور جو اندھا بنا رہا ہے اُس نے اپنے حق میں بُرا کیا اور کیا میں تمہارا نگہبان ہوں؟''

(سورہ الانعام 105)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زکواۃ نہ دینے والا یہود ونصاریٰ کی طرح ہے اور عشر نہ دینے والا اللہ کے نزدیک مجوسیوں کی طرح ہے اور جو شخص اپنے مال سے زکواۃ اور عشر دونوں ہی ادا نہ کرے تو فرشتوں اور حضور اکرم ﷺ کی زبان پر ملعون ہے، اس کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ اور فرمایا اس شخص کے لیے خوش خبری ہے جس نے زکواۃ اور عشر ادا کیا وہ مبارکباد کا مستحق ہے جس پر زکواۃ کا عذاب نہیں اور نہ قیامت کے دن کا عذاب ہے اور جس نے اپنے مال کی زکواۃ ادا کی، اللہ تعالیٰ نے اُس پر سے عذاب قبر اٹھالیا اس پر جہنم کو حرام کر دیا اور بغیر حساب کے جنت واجب کر دی گئی اور نہ ہی قیامت کے دن اُسے پیاس لگے گی۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قرآن پاک میں آیت شریفہ نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ پر یہ آیت بہت شاق گزری، حضرت عمر فاروقؓ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! یہ آیت تو لوگوں پر بڑی شاق ہو رہی ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکواۃ اس لیے فرض کی ہے تا کہ بقیہ مال کو عمدہ اور طیب بنا دے اور میراث تو آخر

Marfat.com

اسی وجہ سے فرض ہوئی کہ مال بعد میں باقی رہے، حضرت عمرؓ نے خوشی میں اللہ اکبر کہا۔

اس آیت شریفہ کے ظاہر سے معلوم ہوتا تھا کہ ہر قسم کا ذخیرہ چاہیے کیسی ہی ضرورت سے جمع کیا جائے وہ سخت عذاب کا سبب ہے اسی لیے صحابہ کرامؓ کو بڑا شاق گزرا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک رسول ﷺ کے ارشادات پر عمل تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین کی جان تھی اور ضرورتیں بسا اوقات روپیہ وغیرہ رکھنے پر مجبور کرتی تھیں اس لیے بڑی گرانی ہو رہی تھی جس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کر کے حل کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے تسلی فرمادی کہ زکواۃ اس لیے فرض ہوئی کہ اس کے ادا کرنے کے بعد باقی مال طیب ہو جائے اور اس سے مال کے جمع رکھنے پر دلیل ہوگئی کہ زکواۃ تو جب ہی واجب ہوگی جب سال بھر مال موجود رہے۔ اگر مال کا رکھنا جائز نہ ہوتا تو زکواۃ کیوں واجب ہوتی؟ نیز اس سے زکواۃ کی کتنی بڑی فضیلت معلوم ہوئی کہ اس کے ادا کرنے کا ثواب تو مستقل اور علیحدہ رہا اس کی وجہ سے باقی مال بھی پاک صاف اور طیب بن جاتا ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنے مال کی زکواۃ ادا کیا کرو کہ یہ تمہارے پاک ہونے کا ذریعہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اپنے مال کو زکواۃ کے ذریعے گندگی سے محفوظ بناؤ اور اپنے بیماروں کی صدقہ سے دوا کرو اور بلاؤں کے لیے دعاؤں کو تیار کرو۔

حضور اقدس ﷺ نے حدیث بالا میں مال جمع رکھنے کی دوسری دلیل ارشاد فرمائی کہ میراث کا حکم تو اسی وجہ سے ہے کہ مال رکھنا جائز ہے اگر مال کا رکھنا جائز نہ ہوتو پھر تقسیم میراث کس چیز کی ہوگی؟ اس کے بعد حضور ﷺ نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ جائز ہونا امید امر ہے لیکن خزانوں میں رکھنے کی چیز نہیں ہے بلکہ اس کو تو خرچ ہی کر دینا

Marfat.com

چاہیے۔ محفوظ رکھنے کی چیز نیک بیوی ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے سوال فرمایا تھا جس پر حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ خزانے کے طور پر ایک چیز حفاظت سے رکھنے کی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''بہترین چیز وہ زبان ہے جو ذکر کرنے والی ہو۔ وہ دل ہے جو شکر گزار ہو، وہ نیک بیوی ہے جو دین کے کاموں میں مدد کرنے والی ہو۔''

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''زکواۃ اسلام کا بہت بڑا مضبوط پل ہے۔'' مضبوط پل ذریعہ اور سہولت کا سبب ہوتا ہے کسی جگہ جانے کا، اسی طرح زکواۃ ذریعہ اور راستہ ہے اسلام کی حقیقت تک سہولت سے پہنچنے کا یا اللہ جل شانہ کے عالی دربار تک پہنچنے کا۔

عبدالعزیز بن عمیر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے فرماتے ہیں کہ نماز تجھے آدھے راستے تک پہنچا دے گی اور روزہ تجھے بادشاہ کے دروازے تک پہنچا دے گا اور صدقہ تجھے بادشاہ کے پاس پہنچا دے گا۔

جس مال کی زکواۃ ادا نہ کی جائے وہ ضائع ہو جاتا ہے۔ ضابطہ زکواۃ ک یہ ہے کہ نہ تو بہترین مال واجب ہے نہ گھٹیا مال جائز ہے بلکہ درمیانی مال ادا کرنا اصل ہے، البتہ کوئی اپنی خوشی سے ثواب حاصل کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عمدہ مال ادا کرے تو یہ اس کی سعادت ہے اور اس کی خوش قسمتی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ جل شانہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکواۃ ادا نہ کرتا ہو تو وہ مال قیامت کے دن ایک ایسا سانپ بنا دیا جائے گا جو گنجا ہو اور اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں، پھر وہ سانپ اس کی گردن میں طوق بنا کر

Marfat.com

ڈال دیا جائے گا جو اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضور نبی کریم ﷺ کا مشہور ارشاد ہے کہ قابل رشک دو آدمی ہیں ایک وہ جس کو اللہ جل شانہ نے قرآن پاک عطا فرمایا ہو کہ وہ رات دن اُس کی تلاوت میں اس پر عمل کرنے میں منہمک رہے، دوسرا وہ شخص جس کو اللہ جل شانہ نے بہت مال عطا کیا ہو اور وہ ہر وقت اس کو اللہ کے راستے میں لٹانے پر تُلا ہو۔ سرمایہ دار بڑے خسارے میں ہے بجز اُس شخص کے جو دونوں ہاتھوں سے اِدھر اُدھر دائیں بائیں آگے پیچھے اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ جو قوم بھی زکواۃ روک لیتی ہے حق تعالیٰ شانہ اس کو قحط میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔

چند زاہدوں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے چند واقعات تحریر ہیں کہ جن لوگوں نے دنیا اور آخرت کی حقیقت کو سمجھ لیا۔ انہوں نے اس دھوکے کہ گھر سے کیسی بے رغبتی برتی اور آخرت کے لیے کیا کچھ جمع کر لیا۔

دنیا سے بے رغبتی پیدا کرنا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا زینہ ہے اور جب تک اس گندگی سے طبیعت کو محبت اور اُنس رہے گا کبھی بھی خرچ کرنے کو طبیعت نہ اُبھرے گی۔ اگر اپنا دل بھی کسی وقت چاہے گا تو طبیعت خرچ کرنے پر آمادہ نہ ہوگی۔

حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنی حاجت پیش کر کے مدد چاہی اور سوال کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

''تیرے سوال کی وجہ سے مجھ پر حق قائم ہو گیا ہے وہ میری نگاہ میں بہت

Marfat.com

اونچا ہے اور تیری جو مدد مجھے کرنا چاہیے وہ میرے نزدیک بہت زیادہ مقدار ہے اور میری مالی حالت اس مقدار کے پیش کرنے سے عاجز ہے جو تیری شان کے مناسب ہو۔ اور اللہ کے راستے میں تو آدمی جتنا بھی زیادہ سے زیادہ خرچ کرے وہ کم ہی ہے لیکن میں کیا کروں میرے پاس اتنی مقدار نہیں ہے جو تیرے سوال کے لیے مناسب ہو، اگر تو اس کے لیے تیار ہو جا جو میرے پاس موجود ہے اس کو تو خوشی سے قبول کرے اور مجھے اس پر مجبور نہ کرے کہ میں اس مقدار کو کہیں سے حاصل کروں جو تیرے مرتبے کے مناسب ہوا اور تیرا جو حق مجھ پر واجب ہو گیا ہے اس کو پورا کر سکے تو میں بہ خوشی حاضر ہوں۔'' اس سائل نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے! آپ جو دیں گے اسی کو قبول کرلوں گا اور اس پر شکر گزار رہوں گا اور اس سے زیادہ نہ کرنے میں آپ کو معذور سمجھوں گا۔ اس پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خزانچی سے فرمایا کہ ان تین لاکھ درہموں میں سے جو تمہارے پاس رکھوائے تھے جو بچے ہوں لے لاؤ۔ وہ بچاس ہزار روپے درہم لائے۔ (اس کے علاوہ سب خرچ کر چکے تھے) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پانچ سو دینار (اشرفیاں) اور بھی تو کہیں تھے؟ خزانچی نے عرض کیا کہ وہ بھی موجود ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ بھی لے آؤ۔ جب یہ سب کچھ آ گیا تو اس سائل سے کہا کہ کوئی مزدور لے آئے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ سب کچھ ان کے حوالے کر دیا اور اپنے بدن مبارک سے چادر اتار کر مرحمت فرمائی کہ ان مزدوروں کی مزدوری بھی تمہارے گھر تک پہنچانے کی میرے ہی ذمہ ہے ۔لہٰذا یہ چادر فروخت کر کے ان کی مزدوری دے دینا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس تو اب کھانے کے لیے ایک درہم بھی باقی

Marfat.com

نہیں رہا؟ آپ نے سب کا سب ہی دے دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ شانہ کی ذات سے اس کی تو بہی امید ہے کہ وہ اپنے فضل سے مجھے اس کا بہت ثواب دے گا، سب کچھ دینے کے بعد جب کہ اپنے پاس کچھ بھی نہ رہا اور مقدار بھی اتنی زیادہ تھی پھر بھی اس کا قلق اور اس کی ندامت تھی کہ سائل کا حق ادا نہ ہو سکا۔ سبحان اللہ۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت ابو الحسن رحمتہ اللہ علیہ مدائنی کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ان کے سامان کے اونٹ ان سے جدا ہو گئے یہ بھوکے پیاسے چل رہے تھے ایک خیمے پر ان کا گزر ہوا اس میں ایک بوڑھی عورت تھی۔ ان حضرات نے اس سے پوچھا کہ آپ کے پاس ہمارے پینے کے لیے کوئی چیز پانی، دودھ یا لسی وغیرہ موجود ہے؟ یہ لوگ اپنی اونٹنیوں سے نیچے اتر گئے۔ اس بڑھیا کے پاس ایک معمولی سی بکری تھی۔ بکری کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا اس کا دودھ نکال لو اور اس کو تھوڑا تھوڑا پی لو۔ ان حضرات نے اس کا دودھ نکالا اور اس کو پی لیا اس کے بعد انہوں نے بوڑھی سے پھر پوچھا کہ کوئی کھانے کی چیز بھی ہے؟ اس بڑھیا نے کہا یہی بکری ہے اس کو تم میں سے کوئی ذبح کرے تو میں پکا دوں گی۔ انہوں نے اس بکری کو ذبح کیا اس بڑھیا نے پکایا۔ یہ حضرت کھا پی کر جب چلنے لگے تو انہوں نے اس بڑھیا سے کہا کہ ہم ہاشمی لوگ ہیں اس وقت حج کے ارادے سے جا رہے ہیں۔ اگر ہم زندہ سلامت واپس مدینہ پہنچ جائیں تو ہمارے پاس آنا، تیرے اس احسان کا بدلہ دیں

Marfat.com

گے۔ یہ حضرات تو یہ فرما کر چلے گئے شام کو جب اس بڑھیا کا خاوند (کہیں جنگل وغیرہ) آیا تو اس بڑھیا نے ہاشمی لوگوں کا قصہ سنایا، وہ بہت خفا ہوا کہ تو نے اجنبی لوگوں کے واسطے بکری ذبح کر ڈالی۔ معلوم نہیں کون تھے کون نہیں تھے۔ وہ پھر کہتی ہے کہ ہاشمی تھے غرض یہ کہ وہ خفا ہو کر چپ ہو گیا، کچھ عرصے کے بعد ان دونوں میاں بیوی کو غربت نے جب بہت ستایا تو یہ محنت مزدوری کی غرض سے مدینے منورہ پہنچ گئے۔ دن بھر مینگنیاں چگا کرتے اور ان کو بیچ کر گزارا کیا کرتے۔ ایک دن وہ بڑھیا اسی کام میں مصروف تھی کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دروازے کے آگے تشریف فرما تھے جب وہ بڑھیا وہاں سے گزری تو اُس کو دیکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً پہچان لیا اور اپنے غلام کو بھیج کر اُس کو اپنے پاس بلوایا اور پوچھا کہ اللہ کی بندی تو مجھے پہچانتی ہے؟ اس نے کہا میں نے تو نہیں پہچانا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تیرا وہی مہمان ہوں دودھ اور بکری والا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے لیے ایک ہزار بکریاں خرید دی جائیں، چنانچہ فوراً خرید دی گئیں اور ان بکریوں کے علاوہ ایک ہزار دینار (اشرفیاں) نقد بھی عطا فرمائے اور اپنے غلام کے ساتھ اس بڑھیا کو اپنے چھوٹے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ بھائی نے کیا بدلہ عطا فرمایا؟ س نے کہا کہ ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار! یہ سن کر اتنی ہی مقدار دونوں چیزوں کی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی عطا فرمائی اور اس کو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے بھی تحقیق فرمایا کہ ان دونوں حضرات نے کیا کیا عطا فرمایا اور جب معلوم ہوا کہ یہ مقدار ہے تو انہوں نے دو ہزار بکریاں اور

Marfat.com

دو ہزار دینار عطا فرمائے۔

یہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار (اشرفیاں) لے کر اپنے خاوند کے پاس پہنچی کہ یہ سب کچھ اسی ضعیف اور کمزور بکری کا بدلہ ہے۔

بادشاہ ہارون رشید نے 500 دینار (اشرفیاں) ایک مرتبہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ کے نذر کیے۔ حضرت لیث بن سعد رحمتہ اللہ علیہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ایک ہزار دینار (اشرفیاں) حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نذرانہ میں بھیجے، بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ ناراض ہوا کہ تم رعایا ہو کہ بادشاہ سے بڑھنا چاہتے ہو۔ (گویا میری توہین مقصود ہے) حضرت لیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ امیر المومنین! یہ بات نہیں ہے بلکہ آج کل میری روزانہ کی آمدنی ایک ہزار ہے، مجھے غیرت آئی کہ اتنے بڑے جلیل القدر امام کو میں نذرانہ پیش کروں اور اپنی ایک دن کی آمدنی میں سے بھی کم دوں۔

حضرت لیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مستقل معمول تھا کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں 100 اشرفیاں سالانہ نذر پیش کیا کرتے تھے۔

حضرت لیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور محدثین اور علما میں ہیں جن کی روزانہ کی آمدنی (اس وقت کی) ایک ہزار دینار (اشرفیاں) تھی۔ مگر عمر بھر میں کبھی ان کے ذمہ زکواۃ واجب نہیں ہوئی وہ سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔

ایک عورت حضرت لیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک پیالی لے آئی کہ مجھے تھوڑے سے شہد کی ضرورت ہے اگر آپ کے پاس ہو تو مرحمت فرما دیجئے۔ انہوں

Marfat.com

نے ایک مشک شہد کی اس کے حوالے کر دی۔ کسی نے کہا کہ وہ تو تھوڑا مانگتی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ اس کا فعل تھا کہ اس نے اپنی حاجت کے بقدر مانگا مجھے اس کے موافق دینا چاہیے جتنا میرے اللہ نے مجھے نواز رکھا ہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

صحابہ کرام اور دوسرے حضرات کے بہت زیادہ واقعات موجود ہیں جن سے ہمیں ایثار، ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا درس ملتا ہے۔ ان کے لیے یہ روزانہ کا معمول تھا اگر اس کا کچھ حصہ بھی ہم لوگوں کو مل جائے تو نہ معلوم ہم اس کو کیا سمجھیں۔

اگر ہم تمام انتہائی دیانت داری سے اللہ کا خوف کر کے اس کا حکم کا خیال کر کے انتہائی پابندی سے اپنے مال پر زکواۃ ادا کریں تو ہماری یہاں غربت کا نام ونشان باقی نہ رہے اور ہمارے دوسرے بہن بھائی انتہائی تنگ دستی اور غربت کا شکار نہ ہوں جو حال آج کل ہے ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ مسجد کعبہ میں حطیم میں تشریف رکھتے تھے کسی شخص نے تذکرہ کیا کہ فلاں آدمیوں کا بڑا نقصان ہوگیا سمندر کی موج نے ان کے مال کو ضائع کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنگل ہو یا سمندر کسی جگہ بھی جو مال ضائع ہوتا ہے وہ زکواۃ نہ دینے سے ضائع ہوتا ہے۔ اپنے مالوں کی زکواۃ ادا کر کے حفاظت کیا کرو اور اپنے بیماروں کی صدقہ سے دوا کیا کرو۔

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا محاسبہ ہوگا۔ اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد فرشتوں کو ہوگا کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو ناقص ہے یا پوری، اگر پوری ہے تو وہ پوری لکھ لی جاتی ہے اور اگر نوافل ہیں یا نہیں؟ اگر نوافل اس کے

Marfat.com

پاس ہوتے ہیں تو اس کے فرائض کی تکمیل کر دی جاتی ہے اس کے بعد اسی طرح زکواۃ کا حساب کتاب ہوتا ہے یعنی اول فرائض کا حساب ہوتا ہے پھر نوافل سے اس کی تکمیل ہوتی ہے اس کے بعد پھر اسی طرح بقیہ اعمال کا حساب کتاب ہوتا ہے اسی صورت میں کسی بھی شخص کو یہ گھمنڈ نہیں ہونا چاہیے کہ میں زکواۃ حساب کے موفق دیتا رہتا ہوں۔ نہ معلوم کتنی کوتاہیاں اس میں ہو جاتی ہیں اُن کی تلافی کے لیے زیادہ سے زیادہ مقدار صداقات نافلہ کا ذخیرہ رہنا چاہیے۔ عدالت میں جب آدمی مقدمے کے لیے جاتا ہے تو ہمیشہ خرچ سے زیاد روپیہ رکھ کر جاتا ہے کہ نہ معلوم کیا خرچ پیش آجائے۔ وہ عدالت تو سب عدالتوں سے اونچی ہے جہاں نہ جھوٹ چلتا ہے نہ زبان زوری نہ سفارش، ہاں اللہ کی رحمت ہر چیز سے بالاتر ہے اس لیے فرض کی مقدار کو بہت اہتمام سے اس کی شرائط اور آداب کی رعایت رکھتے ہوئے ادا کرتے رہنا چاہیے اور محض فرائض کی ادائیگی پر ہرگز ہرگز قناعت نہ کرنا چاہیے بلکہ اُن کی کوتاہی کے خوف سے تکمیل کے لیے زیادہ سے زیادہ حصہ نوافل کے ذخیرے کا اپنے پاس رہنا چاہیے۔ حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ ”جو قوم بھی زکواۃ روک لیتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس کو قحط میں مبتلا فرماتے ہیں۔“

اگر ساری زکواۃ ایک ہی وقت ادا کرنا مقصود ہو تو اس کا اچھا طریقہ یہ ہے کہ کوئی سار یک مہینہ زکواۃ ادا کرنے کا معین کرے اور بہتر یہ ہے کہ افضل مہینوں میں سے مقرر کرے تاکہ اس میں خرچ کرنے سے ثواب میں زیادتی ہو مثلاً محرم کا مہینہ ہے کہ وہ سال کا شروع مہینہ ہونے کے علاوہ شہر حرم میں سے ہے اور اس میں ایک دن عاشور کا ایسا ہے کہ اس میں صدقہ کرنے کی اور اہل وعیال پر خرچ میں وسعت کرنے کی فضیلت

Marfat.com

آئی ہے۔ لہٰذا اگر اس مہینہ میں ادا کرے تو بہتر ہے کہ دسویں تاریخ کو ادا کرے یا رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک میں ہمارے نبی کریم ﷺ جو دوخود و بخشش میں بے انتہا بڑھ جاتے تھے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نعمتیں بھی اپنے بندوں پر ہوتی ہیں اس طرح ذوالحج کا مہینہ بھی بڑی فضیلت والا ہے۔ بہتر ہے کہ بندہ اپنی زکواۃ کا اندازہ لگا کر سال کے شروع ہی سے ضرورت کے موقع پر رعایت رکھتے ہوئے تھوڑا تھوڑا دیتا رہے اور جب سال کا ختم ہو اس وقت اپنے مال کا اور اپنی زکواۃ کا پورا حساب لگالے۔ اگر کچھ کمی رہ گئی ہو تو اس وقت پوری کر دے اور کچھ زیادہ ادا ہو گیا ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس کی توفیق تھی کہ واجب سے بھی زیادہ ادا ہو گیا۔

ایک بات انتہائی ضروری ہے کہ زکواۃ کا دارومدار قمری سال پر ہے انگریزی سال پر نہیں، بعض لوگ انگریزی مہینے سے زکواۃ کا حساب رکھتے ہیں اس میں دس یوم کی تاخیر تو ہر سال ہو ہی جاتی ہے اس کے علاوہ چھتیس سال میں ایک سال کی زکواۃ کا حساب رکھتے ہیں۔ اس میں دس یوم کی تاخیر تو ہر سال ہو ہی جاتی ہے اس کے علاوہ چھتیس سال میں ایک سال کی زکواۃ کم ہو جائے گی جو اپنے ذمے پر رہ گئی۔ مال سارے کا سارا اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اس کی راہ میں خرچ کر دینا مرغوب اور پسندیدہ ہے۔ اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا خصوصاً زکواۃ ادا کرنے میں بہتر سے بہتر مال خرچ کرے کہ اللہ تعالیٰ خود طیب اور ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں اس لیے طیب ہی مال بھی قبول کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم انتہائی پابندی سے اپنے مال پر پوری پوری زکواۃ ادا کریں اور اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ (آمین)

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

ہمارے نبی کریم ﷺ اس کائنات کے لیے رحمت العالمین بنا کر بھیجے گئے۔ وہ جو اللہ تعالیٰ کی بے حد پسندیدہ اور محبوب ہیں۔ تو جب ہم رسول کریم ﷺ کو بادشاہ دو جہاں تصور کرتے ہیں تو آپ ﷺ کے وزراء صحابہ کرام کو بھی درجہ بدرجہ جاننا لازم ہے اور آپ ﷺ کی اولاد کا رتبہ و مقام بھی پہنچاننا چاہیے جو آپ ﷺ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ آئمہ اہل بیت اطہار میں سے یوسف سنت، جمال طریقت اولاد نبی ﷺ، برگزیدہ نسل علی رضی اللہ تعالیٰ سیدنا امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

آپ کا حال بلند، سیرت پاکیزہ ظاہر و باطن آراستہ و پیراستہ اور شمائل و خصائل شستہ و منور تھے۔ آپ کا نام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے والد کا نام امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے دادا کا نام حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے جس کسی نے نبی کریم ﷺ کی زندگی اور ابتدا اسلام کا درس لیا ہے وہ تعین کامل رکھتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سیرت اور صفات حمیدہ خلق عظیم کا وہ تحفہ جو پروردگار عالم نے عطا فرمایا تھا پوری دنیا میں اسلام کی نشر و اشاعت و وسعت میں بہت بڑا حصہ تھا۔

کتنی مرتبہ نبی کریم ﷺ کی سردار، قوم یا کسی محترم شخص سے کسی مجمع میں حسن اخلاق و حسن صفات کے ساتھ پیش آتے تھے ابھی وہ مجمع منتشر بھی نہ ہوتا تھا کہ وہ شخص آپ ﷺ کی سیرت سے متاثر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کر دیتا۔

پس آئمہ اہل بیت بھی اس سنت میں آپ ﷺ کی نمائندگی کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سے علوم، کثیر عبادت، واضح زہد و تقویٰ اور بہت زیادہ تلاوت قرآن کے حامل ہیں جو ان کو دیکھتا آخرت کی یاد تازہ

Marfat.com

کرتا ان کی گفتگو سننے سے دنیا سے زہد و پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔ ابونعیم اصفہانی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گوشہ نشینی اور خشوع کو ترجیح دیتے اور عبادت و خضوع کی طرف بڑھتے رہتے تھے۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک زمانے تک میری آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آمدورفت رہی بس میں آپ کو تین میں سے کسی ایک حالت میں دیکھتا۔ نماز پڑھتے ہوئے، روزے کی حالت میں، تلاوت قرآن پاک کرتے ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نفس شریفہ کو عبادت کے لیے وقف کر دیا تھا۔

حضرت ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ "میں نے حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ فقیہہ نہیں دیکھا۔"

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ "حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ ان سب سے زیادہ فقیہہ ہیں جنہیں میں نے دیکھا ہے اور مزید کہا کہ میں نے ان سے زیادہ فقیہہ کوئی نہیں دیکھا۔"

مزید امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان (ابو حنیفہ) ہلاک ہو جاتا۔ ان کا اشارہ ان دو سالوں کی طرف ہے جن میں وہ تحصیل علم کے لیے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے فرزند رسول ﷺ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے؟ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے ابا سلیمان! تم تو اپنے

Marfat.com

زمانے کے مشہور عابد وزاہد ہو، تمہیں میری نصیحت کی کیا حاجت؟ انہوں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول ﷺ! آپ کو مخلوق پر فضیلت حاصل ہے اور آپ ﷺ پر سب کی نصیحت فرمانا واجب ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں ہمیشہ اس بات سے خائف رہتا ہوں کہ کل روز قیامت میرے جد کریم حضور سرور کائنات ﷺ میری گرفت نہ فرمالیں اور مجھ سے یہ نہ پوچھ لیں کہ خود تو نے میری اتباع کیوں نہیں کی، یہ معاملہ نسب سے نہیں اللہ کی بندگی سے متعلق ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد طاقی رحمتہ اللہ علیہ رونے لگے اور کہنے لگے کہ جن کا خمیر ہی نبوت کے پانی سے تیار ہوا ہے جب وہ لوگ اس حیرانی و پریشانی میں ہیں تو داؤد طاقی رحمتہ اللہ علیہ کس گنتی میں ہے؟

ایک روز آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے غلاموں سے فرمایا۔ آؤ سب مجھ سے عہد کرو کہ تم میں وہ قیامت کے دن اللہ کے حضور میری بخشش کے لیے شفاعت کرے گا۔ سب عرض اللہ کرنے لگے کہ اے ابن رسول ﷺ آپ کے تو جدامجد خود ساری مخلوق کے شفیع ہیں۔ اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ''میں اپنے اعمال سے شرمندہ ہوں، قیامت کے دن اپنے جدامجد ﷺ کے روبرو کھڑا ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کیفیت اپنے نفس کی عیب گیری پر مبنی تھی کیونکہ یہ صفت اوصاف کمال سے متعلق ہے۔ اور اسی صفت پر خدا کے تمام مقبول بندے ہیں خواہ وانبیا و مرسلین ہوں یا اولیا و اصفیا! کیوں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ''اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے پر بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو اس کے نفس کے عیوب دکھا دیتا ہے۔'' جو بندہ بارگاہ محمدیت میں تواضع و بندگی سے سر جھکاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے دو جہاں میں سربلند رکھتا ہے، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ

Marfat.com

''جسے اللہ کی معرفت حاصل ہوگئی وہ ماسوا اللہ سے کنارا کش ہوگیا۔اس لیے کہ جو شخص خدا سے واصل ہو جاتا ہے اس کے دل میں غیر کی کوئی قدر و منزلت باقی نہیں رہتی۔
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ''توبہ کے بغیر عبادت صحیح نہیں ہوتی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم فرمایا چنانچہ فرماتا ہے کہ توبہ کرنے والے ہی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں کیونکہ توبہ مقامات کی ابتدا اور عبودیت اس کی انتہا ہے۔للہ تعالیٰ نے جب گناہ گار بندوں کا ذکر فرمایا تو توبہ کے حکم سے یاد کیا چنانچہ فرمایا۔''خدا کی بارگاہ میں تمام گناہوں سے توبہ کرو اے مسلمانو!''

ایک بار لوگوں نے آپ کو اعلیٰ لباس زیب تن کیے دیکھا تو عرض کی کہ اتنا قیمتی لباس اہل بیت نبوت کے لیے کیسے زیب دیتا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آستین کے اندر بھرا۔اندر کا لباس ٹاٹ کی طرح کھردرا تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

''وہ مخلوق کے لیے ہے اور یہ خالق کے لیے ہے۔''

:❋:❋:❋:❋:❋:

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب گوشہ نشینی اختیار کی اور باہر تشریف نہ لائے تو حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ آپ کے پاس آئے اور عرض کی۔ اے ابن رسول ﷺ! آپ کے ارشادات عالیہ سے مخلوق فیض یاب ہو رہی ہے آپ نے کیوں گوشہ عزلت اختیار کر لی؟ آپ نے شعر پڑھے جن کا ترجمہ ہے کہ وفا اب جانے والے کی طرح چلی گئی۔لوگ اپنے خیالات اور امیدوں میں محو ہیں اگرچہ ظاہر میں باہم دوستی اور وفاداری کا دم بھرتے ہیں لیکن اُن کے دلوں میں دغا،فریب اور

Marfat.com

کھوٹ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کسی غلام کو کسی کام سے بھیجا۔ وہ دیر تک واپس نہ آیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تلاش میں نکلے تو اسے ایک جگہ سوتا ہوا پایا۔ آپ اس کے سرہانے بیٹھ کر پنکھا جھلنے لگے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''یہ کیا معاملہ ہے کہ تم رات دن سوتے ہو جب کہ رات تمہارے لیے اور دن تمہارا ہمارے لیے ہے۔''

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ جناب امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے امام کا رنگ اڑا ہوا دیکھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حال دریافت کیا تب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اہل خانہ کو چھت پر چڑھنے سے منع کیا ہوا تھا۔ میں گھر گیا تو اپنی ایک کنیز کو دیکھا جو میرے ایک بچے کی تربیت کرتی ہے، وہ سیڑھی پر چڑھی ہوئی تھی اور بچہ اس کے ساتھ تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تو پریشان ہوئی اور کانپ گئی بچہ زمین پر گرا اور مر گیا۔ میرا رنگ بچے کی موت پر تغیر نہیں ہوا بلکہ کنیز کے مرعوب ہونے اور کانپنے سے ہوا۔ تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کنیز سے کہا کہ تو اللہ کی رضا میں آزاد ہے، تجھ پر کوئی حرج نہیں یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مرتبہ دُہرایا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند اخلاق، مثالی شجاعت بے مثال کرم واحسان کے مالک تھے اور علم آپ کے فضائل میں سرفہرست ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز عشا سے فارغ ہوتے اور رات کا حصہ گزر جاتا تات ایک تھیلے میں روٹیاں، گوشت اور

Marfat.com

درہم بھر کر پشت پر رکھ لیتے اور مدینے کے حاجت مند لوگوں کے یہاں جاتے اور حسب ضرورت یہ اشیاان میں تقسیم فرماتے اور وہ لوگ آپ کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ جب آپ کی وفات ہوگئی اور لوگوں نے اس روزی کو مفقود پایا تو سمجھ گئے کہ آپ حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ سعید بن بیان کرتے ہیں کہ مفضل بن عمر ہمارے قریب سے گزرے جب کہ میں اور میرا ایک داماد میراث میں جھگڑا کر رہے تھے۔ مفضل کچھ دیر تک رکے رہے پھر کہا تم لوگ میرے گھر چلو، پس ہم وہاں گئے تو انہوں نے چار سو درہم اپنے پاس سے دے کر صلح کرادی جب ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اعتماد میں لے لیا تو مفضل نے کہا یہ درہم میرے مال سے نہیں ہیں بلکہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کے درمیان جھگڑا ہو جائے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال میں سے معاوضہ دے کر ان کے درمیان صلاح کرادوں، بس میں نے ایسا ہی کیا اور یہ مال حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جاگیر میں کچھ کام کرتے ہیں میں آپ سے سننا چاہتا ہوں کہ جب پھل پک جائے تو اس کے احاطے کی دیواروں میں کچھ رخنے (گھاٹیاں) ڈال دیے جائیں تا کہ لوگ اندر داخل ہو کر کھا سکیں۔ اور یہ حکم بھی دیتا ہوں کہ اس میں دس بیٹھنے کی جگہیں بنادی جائیں جس میں سے ہر ایک پر دس آدمی بیٹھ سکیں۔ جب دس آدمی کھا چکیں تو دس اور آجائیں اور ہر ایک کے لیے تازہ کھجوریں وہاں رکھی جائیں اس جاگیر کے پڑوس میں

Marfat.com

آباد بوڑھے مرد عورتیں بیمار بچے اور وہ کسی وجہ سے یہاں آ نہیں سکتا ایک ایک مد پہنچایا جائے اور جب نگران اور وکلا کو ان کی اجرتیں دے دی جائیں اور باقی پھل اٹھا کر مدینہ لایا جائے تو شرفاو مستحقین میں حسب توفیق تقسیم کیا جائے اس کے بعد مجھے اس میں سے چار سو دینار حاصل ہوتے اور اس کا غلہ چار ہزار دینار ہوتا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے چند سالوں میں دنیا آپ کے علوم سے معمور اور احادیث و آرا سے روشن و تابندہ ہو گئی۔ آپ رضی اللہ تالیٰ عنہ نے اپنے طالب علموں میں مختلف علوم القاء کیے اور انہیں معارف کے کئی اصناف کی تعلیم دی۔ ایک حلقہ حدیث کا، دوسرا فقہ کا، تیسر اتفسیر کا، چوتھا فلسفہ اور الٰہیات کا، پانچواں افلاک اور سورج، چاند ستاروں کے مدار کا حتیٰ کہ آپ کے گھر کی ایک یونیورسٹی سے تعریف کی گئی ہے۔ استاد محمد صادق نشات جو جامعہ الازہر قاہرہ میں کلیۃ الآداب کے استاد ہیں کہتے ہیں کہ خلاصہ یہ کہ حضرت صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھا جو علما و فلاسفہ اور اہل علم کے ہجوم سے چھلک رہا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہہ ان کے سوالوں کے جواب دیتے، ان کے مذاہب و فرق و مکاتب فکر اور مقاصد کی طرف توجہ کیے بغیر ان کی مشکلات کو حل فرماتے تھے۔ آپ کے مدر سے کا معیار فیض علم یہ تھا کہ مسلمان ہر علاقہ اور مقام سے آ کر آپ کے شیریں چشمہ علم سے سیراب ہوتے، ہر ایک نے آپ کے علم کثیر کا تذکرہ ضرور کیا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگرد جابر بن حیان میں استعداد و لیاقت دیکھی تو اسے مخصوص وقت دیا جس میں اسے علم کیمیا اور دیگر علوم تعلیم فرمائے یہاں تک کہ جابر نے امام کے مختلف دروس، اجلاس سے کئی سو رسائل تحریر کیے۔

Marfat.com

خیر الدین زرکلی امام صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ آپ کے شاگرد جابر بن حیان نے ہزار ورق میں ایک کتاب لکھی جو امام صادق کے پانچ سو رسائل کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ جابر بن حیان نے امام صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ صرف علم کیمیا کی تعلیم حاصل کی بلکہ بعض دوسرے علوم بھی حاصل کیے، امام نے اسے چمکنے والی سیاہی بنانے کا طریقہ سکھایا جس سے وہ قیمتی کتب کے مخطوطات پڑھنے میں فائدہ اٹھاتا تھا کیوں کہ انہیں تاریکی میں پڑھا جا سکتا تھا۔ نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے ایسا ورق بنانے کی تعلیم بھی دی جو جل نہیں سکتا تھا جو از بست ہے۔

ابو شاکر دھیانی زندیق و منکر خدا حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا ''اے جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے میرے معبود پر رہبری فرمایئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ، اچانک وہاں ایک چھوٹا بچہ آیا جو ہاتھ میں انڈا لیے ہوئے اس سے کھیل رہا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لڑکے سے فرمایا۔ یہ انڈا مجھے دے دو اس لڑکے نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انڈا دے دیا۔ تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے دھانی یہ ایک محفوظ و مکنون قلعہ ہے اس پر سخت چڑا ہے اور اس چڑے کے نیچے ایک پتلا چڑا اور جلد ہے اور اس نیلی جلد کے نیچے بہنے والا سونا اور بہنے والی چاندی ہے۔ نہ تو بہنے والا سونا پگھلی ہوئی چاندی سے ملتا ہے اور نہ پگھلی ہوئی چاندی بہنے والے سونے سے غلط سلط ہوتی ہے، پس یہ اپنی حالت پر برقرار ہے اس میں سے کوئی اس کی اصلاح و درستی کرنے والا باہر نہیں آیا کہ جو اس کی درستی کی خبر دے۔ اور نہ کوئی اسے خراب کرنے والا اس میں داخل ہوتا ہے تا کہ وہ اس کے خراب ہونے کی خبر دے۔ یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ نر کے لیے پیدا کیا

Marfat.com

گیا ہے یا مادہ کیلیے یہ طاوسوں موروں جیسے رنگوں کے ساتھ پھٹتا ہے کیا تو سمجھتا ہے کہ اس کا کوئی مدبر ہے؟ اس شخص نے کچھ دیر سر جھکائے رکھا۔ اور پھر کلمہ شہادت پڑھ لیا اور مزید کہا کہ میں اس سے توبہ کرتا ہوں کہ جس میں، میں تھا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

متکلمین، اربات مذاہب اور ملحدین اپنے شبہات دور کرنے اور اپنے علم و استعداد کے بل پر مناظرہ کرنے کے لیے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر ایک کے ساتھ اس کے مسلک کے مطابق گفتگو کرتے اور اس کے کلام کے ساتھ اسے پابند کرتے اور مسلمانوں کے ساتھ کتاب وسنت سے فلسفیوں کے ساتھ فلسفہ وحکمت سے اور طبیعی و مادہ پرستوں سے، طبیعت و مادہ سے، طبیب کے ساتھ طب کے ذریعے گفتگو فرماتے۔ بعض اوقات اظہار حق کو منقطع اور حجت کو قائم کرنے کے لیے آپ کے لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کسی سے مناظرہ کی ابتدا فرماتے تھے۔

ربیع کہتا ہے کہ ایک ہندی (ہندوستانی) نے منصور کے پاس طب کی کتاب کی قرأت کی اور اس وقت حضرت امام صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ آپ اُس کی قرأت کو خاموشی سے سنتے رہے جب وہ فارغ ہوا تو اس نے عرض کیا اے ابا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا آپ اس میں سے کچھ چاہتے ہیں جو میرے پاس ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نہیں! کیوں کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تیرے پاس ہے۔ تو وہ ہندی بولا۔ وہ کیا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ''میں گرم کا سرد سے اور سرد کا گرم سے اور تر کا خشک سے اور خشک کا تر سے علاج

Marfat.com

کرتا ہوں اور ہر چیز کو میں خدا کی طرف پلٹا تا ہوں اور میں اس پر عمل کرتا ہوں جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اور یہ بات جان لے کہ معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور احتیاط ہی بہت بڑی دوا ہے اور میں بدن کو جس چیز کا چاہتا ہوں عادی بناتا ہوں'' تو اس نے کہا کہ کیا طب میں اس کے علاوہ کچھ ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ میں طب کو زیادہ جانتا ہوں یا تم!۔ اس نے کہا میں زیادہ جانتا ہوں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تجھ سے کچھ سوالات کرتا ہوں تو مجھے بتا۔

آنسوؤں اور رطوبتوں کی جگہ سر میں کیوں ہے؟ سر پر بال کیوں ہیں؟ پیشانی بالوں سے خالی کیوں ہے۔ پیشانی پر خط اور شکن کیوں ہیں، دونوں پلکیں آنکھوں کے اوپر کیوں ہیں، ناک دونوں آنکھوں کے درمیان کیوں ہے، آنکھیں بادامی شکل کی کیوں ہیں؟ ناک کا سوراخ نیچے کی طرف کیوں ہے، منہ پر دو ہونٹ کیوں بنائے گئے ہیں، سامنے کے دانت تیز اور داڑھ چوڑی کیوں ہے، دونوں ہتھیلیاں بالوں سے خالی کیوں ہیں؟ مردوں کی داڑھی کیوں ہے، ناخن اور بال میں جان کیوں نہیں، دل صنوبر کی شکل کا کیوں ہے، پھیپھڑوں کے دو ٹکڑے کیوں ہیں، جگر کی شکل محدب کیوں ہے، گھٹنے آگے کو جھکتے ہیں پیچھے کیوں نہیں جھکتے، دونوں پاؤں کے تلوے بیچ سے خالی کیوں ہیں؟ ہندی طبیب نے کہا ''میں ان تمام بالوں کا جواب نہیں دے سکتا۔''

امام نے فرمایا۔ بفضل خدا میں ان سب کا جواب جانتا ہوں۔ طبیب نے کہا تو پھر فرمائیے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

''سر اگر آنسوؤں اور رطوبتوں کا مرکز نہ ہوتا تو خشکی کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے

Marfat.com

ہو جاتا، بال اس لیے سر پر ہیں کہ ان کی جڑوں سے تیل وغیرہ دماغ تک پہنچتا رہے اور بہت سے دماغی انجرے نکلتے رہیں، دماغ گرمی اور زیادہ سردی سے محفوظ رہے۔ پیشانی بالوں سے اس لیے خالی ہے کہ اس جگہ سے آنکھوں میں نور پہنچتا ہے، پیشانی میں خطوط اور شکن اس لیے ہیں کہ سر سے جو پسینہ گرے وہ آنکھوں میں نہ پڑ جائے جب شکنوں میں پسینہ جمع ہو تو انسان اسے پونچھ کر پھینک دے، پلکیں اس لیے آنکھوں پر قرار دی گئیں کہ آفتاب کی روشنی اسی قدر ان پر پڑے جتنی کہ ضرورت ہے نیز سونے میں مدد دے سکیں، انسان جب زیادہ روشنی میں بلندی کی طرف سایہ کر لیتا ہے۔ ناک کو دونوں آنکھوں کے درمیان اس لیے رکھا کہ مجمع نور سے روشنی تقسیم ہو کر برابر دونوں آنکھوں کو پہنچے، آنکھوں کو بادامی شکل کا اس لیے بنایا ہے کہ بوقت ضرورت سلائی کے ذریعے سے دوا اور سرمہ وغیرہ اس میں آسانی سے پہنچ جائے، چوکور یا گول ہوتی تو سلائی کا اس میں پھرنا مشکل ہوتا، دوا اس میں بہ خوبی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ ناک کا سوراخ نیچے اس لیے بنایا کہ دماغی رطوبتیں آسانی سے نکل سکیں۔ اگر اوپر کو ہوتا تو یہ بات نہ ہوتی اور اور دماغ تک کسی چیز کی بو بھی جلد نہیں پہنچ پاتی، ہونٹ اس لیے اوپر نیچے لگائے گئے کہ جو رطوبتیں دماغ سے منہ میں آئیں وہ رکی رہیں اور کھانا بھی انسان کے اختیار میں رہے، جب چاہے پھینک دے اور تھوک دے، داڑھی مردوں کو اس لیے دی کہ مرد اور عورت میں تمیز ہو جائے، اگلے دانت اس لیے تیز ہیں کہ کسی چیز کا کاٹنا آسان ہو اور داڑھ کو چوڑا اس لیے بنایا گیا کہ غذا پیسنا اور چبانا آسان ہو، ہتھیلیوں پر بال اس لیے نہیں کہ کسی چیز کو چھونے سے اس کی نرمی، سختی، گرمی اور سردی وغیرہ آسانی سے معلوم ہو جائے بال اور ناخن میں جان اس لیے نہیں کہ ان چیزوں کا بڑھنا برا معلوم ہوتا ہے تو اس کو کاٹنا ہوتا

Marfat.com

ہے اگر جان ہوتی تو اس کو کاٹتے ہوئے تکلیف ہوتی، دل صنوبری شکل کا اس لیے ہے کہ بہ آسانی پھیپھڑوں کے دو ٹکڑے اس لیے ہے کہ اچھی طرح معدے کے اوپر جگہ پکڑے اور اپنی گرانی اور گرمی سے غذا کو ہضم کر دے، گھٹنے پیچھے کی طرف اس لیے نہیں جھکتے کہ چلنے میں آسانی ہو اگر ایسا نہ ہوتا تو آدمی چلتے وقت گر گر جاتا۔ دونوں پیروں کے تلوے بیچ میں سے اس لیے خالی ہیں کہ دونوں کناروں پر بوجھ پڑنے سے بہ آسانی پیر اُٹھ سکیں، اگر ایسا نہ ہوتا اور پورے بدن کا بوجھ پیروں پر پڑتا تو بدن کا بوجھ اٹھانا دشوار ہو جاتا۔''

یہ جوابات سن کر ہندوستانی طبیب حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ علم اپنے دادا سے اور انہوں نے رسول خدا ﷺ سے حاصل کیا اور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے سیکھا ہے۔

اس طبیب نے کہا واقعی میں گواہی دیتا ہوں کہتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھا اور مزید کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس زمانے میں سب سے بڑے عالم ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حضرت امام ابو حنفیہ اکثر حاضر ہوا کرتے تھے اور آپ سے بہت کچھ سیکھتے تھے۔ ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ اے ابو حنفیہ! یہ بتاؤ کہ خداوند عالم نے آنکھوں میں نمکینی، کانوں میں کڑواہٹ، ناک کے نتھنوں میں رطوبت اور ہونٹوں میں شیرینی کیوں پیدا کی؟ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے غور و خوص کے بعد فرمایا۔ یا حضرت مجھے اس کا علم نہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اچھا مجھ سے سنو! آنکھیں چربی کا ڈھیلا ہیں اگر ان میں شوریت اور نمکینی نہ ہوتی تو پگھل جاتیں، کانوں میں کڑواہٹ اس لیے ہے کہ کیڑے

Marfat.com

مکوڑے نہ گھس جائیں، ناک میں رطوبت اس لیے ہے کہ سانس کی آمدورفت میں سہولت ہو اور خوشبو و بدبو محسوس ہو۔ لبوں میں شیرینی اس لیے ہے کہ کھانے پینے میں لذت آئے۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ عقل مند کون ہے؟ انہوں نے عرض کی جو اچھے برے کی پہچان کرے اور دوست دشمن میں تمیز کر سکے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ صفت اور تمیز تو جانوروں میں بھی ہوتی ہے وہ بھی پیار کرتے اور مارتے ہیں یعنی اچھے برے کا جانتے ہیں، آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ ہی بتائیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عقل مند وہ ہے جو دو نیکیوں اور دو برائیوں میں یہ امتیاز کر سکے کہ کون سی نیکی ترجیح دینے کے قابل اور دو برائیوں میں کون سی برائی کم اور کون سی زیادہ ہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

خلیفہ منصور نے ایک رات اپنے وزیر سے کہا کہ آج ہمارے دربار میں جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کیا جائے کیوں کہ ہم ان سے ناراض ہیں اور انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ جس کے جواب میں وزیر نے کہا کہ حضور! جس بندہ خدا نے یادالٰہی کے شوق میں دنیا کو چھوڑا اور محض گوشہ نشینی اختیار کی اسے قتل کرنا بے شک خلاف مصلحت ہے۔ خلیفہ کو وزیر کے کہنے پر اور زیادہ غصہ آیا اور غیظ میں آکر کہا میں جو حکم دوں اس کی فوراً تعمیل کر اور ابھی اسے میری حضوری میں پیش کرو ورنہ تیرا سر تن سے جدا کردوں گا۔ وزیر نے ہر چند خلیفہ کو اس زبوں فعل سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ اس قدر چراغ پا تھا کہ ایک نہ سنی۔ ناچار وزیر حضرت امام صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

Marfat.com

خلوت خانہ کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر خلیفہ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ جس وقت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے دربار میں حاضر ہوں اور میں اپنے سر سے تاج اُتاروں تو تم اسی وقت صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دینا اور ذرا کسی کا لحاظ اور پاس نہ کرنا۔ جب وزیر آپ کے پاس پہنچا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ موقع پا کر وزیر نے دست بستہ خلیفہ منصورہ کی طلبی سے آپ کو مطلع کیا جسے سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی وقت کھڑے ہو گئے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار میں حاضر ہوئے تو عجب سماں پیش آیا، بجائے اس کے خلیفہ تاج اپنے سر سے اتارتا اور وہ مقررہ غلام حضرت کو شہید کرتے، خلیفہ منصور آپ کو دیکھتے ہی تخت پر سے کھڑا ہو گیا اور نہایت عاجزی کرتا ہوا آپ کے استقبال کے لیے چند قدم آگے بڑھا اور بڑی تعظیم و تکریم سے لا کر اپنے تخت پر بٹھا دیا اور خود مودب آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا تمام درباری غلام متعجب ہوئے۔ پھر خلیفہ منصور نے کہا کہ حضور کچھ حاجت رکھتے ہوں تو فرمائیں ابھی تعمیل ارشاد کروں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں بس یہ چاہتا ہوں کہ آج کے بعد خلیفہ اپنے پاس بلانے کی تکلیف نہ دیں اور مجھے گوشہ عافیت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے دیں۔ خلیفہ منصور نے آپ کو نہایت عزت و اکرام کے ساتھ دربار سے رخصت کیا اور اس وقت خلیفہ پر شدید لرزہ شروع ہوا اور کانپتے کانپتے بے ہوش ہو گیا اور تین نمازوں کے وقت تک بے ہوش رہا جب ہوش میں آیا تو وزیر نے ماجرا دریافت کیا، بادشاہ نے کہا کہ جب حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار میں تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ ایک عظیم اژدھا آپ کے ہمراہ تھا کہ اس کا ایک ہونٹ محل کے کنگرے پر اور دوسرا سطح زمین پر تھا اور زبان سے مجھ کو کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے ذرہ بھر بھی تکلیف دی

Marfat.com

تو تجھ کو نگل جاؤں گا۔ چنانچہ اس اژدھے کے خوف سے میں کچھ نہ کر سکا پھر مجھے ان سے معذرت ہی کرتے بنی

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک دفعہ کسی شخص نے آ کر عرض کی کہ یا ابن رسول ﷺ مجھے خدا دکھاؤ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ نہیں سنا۔ ان کو کہا گیا تھا کہ تو نہیں دیکھ سکے گا اس شخص نے عرض کی کہ سنا تو ہے لیکن یہ اُمت محمد ﷺ کی ہے ایک فریاد کرتا ہے کہ میرے دل نے اپنے خداوند کریم کو دیکھا ہے، دوسرا کہتا ہے کہ جب تک میں اپنے پروردگار کو نہیں دیکھ لیتا عبادت نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلاموں سے فرمایا کہ اس شخص کو باندھ کر دریائے دجلہ میں پھینک دو۔ چنانچہ آپ کے غاموں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی جب اس کو دریا میں پھینک دیا گیا اور پانی نے اس کو اوپر کی طرف اچھالا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریا کو مخاطب کر کے کہا کہ اس کو اُوپر نیچے خوب غوطے دے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر بار دریا کو کہتے رہے کہ اس کو اوپر اور نیچے اچھال۔ جب اس کی حالت غیر ہوئی تو اس نے کہا خداوند بچانا۔ جوں ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ الفاظ سنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو فوراً نکال لو۔ جب اس کو تھوڑی دیر بعد ہوش آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیا تو نے خداوند کریم کو دیکھا؟ اس نے عرض کی کہ یا ابن رسول ﷺ جب تک خدا کے سوا غیر سے امداد کا طالب رہا، ایک حجاب سا دل میں محسوس کرتا رہا، لیکن جب خدا پر بھروسا کیا تو میرے دل میں ایک سوراخ کی راہ سے روشنی محسوس ہوئی جس کی وجہ سے بالکل اطمینان ہو گیا اور امن یجیب المضطر اذا دعاہ دیکھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

نے فرمایا کہ جب تک تو صادق (امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پکارتا رہا تو کا ذب تھا۔ اب تو اپنے دل کے سوراخ کی حفاظت کر اور فرمایا کہ وہ شخص جو کہے کہ خدا کس چیز پر ہے اور کس چیز سے ہے وہ کافر ہے۔ اور ارشاد فرمایا کی جس گناہ کا آغاز خوف اور انجام عذر ہو اس گناہ کی بدولت انسان خدا سے زیادہ نزدیک ہو جاتا ہے لیکن جس عبادت کا آغاز امن اور باعذر گناہ گار اطاعت گزار۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایسے شخص کے بارے میں کہ اس میں خوف خدا

اس قدر ہو کہ اس نے عورتیں، کھانا، خوشبو چھوڑ دی ہو اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و بزرگی کے پیشِ نظر آسمان کی طرف سر اٹھانے کی مجال نہ رکھتا ہو؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ تیرا قول عورتوں کو ترک کرنے میں ہے تو تجھے علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ان کے ساتھ کیا معاملہ تھا دیگر یہ کہ تیرا قول کھانے اور خوشبو کو ترک کرنے کے بارے میں تو رسول اللہ ﷺ گوشت اور شہد کھاتے تھے اور تیرا یہ قول کہ اس میں اتنا خوف پیدا ہو گیا کہ وہ آسمان کی طرف سر نہیں اٹھا سکتا تو خضوع و خشوع دل میں ہوتا ہے اور کون ہے کہ جس کا خضوع و خشوع اور خوف خدا رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہو گا آپ تو ایسا نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اور تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین اسوہ اور نمونہ وہ ہے کہ جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ سود کو کیوں حرام کیا؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی و احسان کرنا نہ چھوڑ دیں اور

Marfat.com

روک دیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مکارم دس ہیں۔

سچ بولنا امانت ادا کرنا، صلہ رحمی کرنا مہمان نوازی، سائل کو کھانا کھلانا، نیکیوں کا بدلہ دینا، ساتھی کی ذمے داری لینا اوران سب کا سر شرم وحیا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے امرااور معاملہ کی بنیاد کس چیز پر رکھی ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چار چیزوں پر پہلی یہ کہ مجھے علم ویقین ہوا کہ میرا عمل میرے علاوہ کوئی نہیں کرے گا۔پس میں نے پوری کوشش کی اور جہاد کیا۔دوسری یہ کہ مجھے علم ہے کہ خدا مجھ پر مطلع ہے۔پس میں نے شرم وحیا کو اپنایا۔تیسری یہ کہ میں نے جان لیا کہ میرا رزق میرے علاوہ کوئی نہیں کھائے گا اس میں مطمئن ہو گیا چوتھی یہ کہ میں نے جان لیا کہ میرا انجام کار موت ہے، بس میں نے اس کے لیے تیاری کی۔''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے عرض کی کہ ایسی تعلیم دیجئے کہ میں دنیا وآخرت کی بھلائی کرلوں لیکن کلام میں طول نہ دیجیے۔فرمایا ''جھوٹ نہ بولو''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ اللہ کے نزدیک مخلوق میں سے زیادہ مکرم ومحترم کون ہے؟ فرمایا جو سب سے زیادہ خدا کا ذکر کرے اور اللہ کی اطاعت میں زیادہ عمل کرے۔

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے سفیان! بس اللہ جب تم کو کسی نعمت سے نوازے اور تم چاہو کہ وہ باقی اور ہمیشہ رہے تو شکر اور حمد زیادہ کرو اور جب تم رزق میں تاخیر پاؤ تو استغفار زیادہ کرو اور جب کوئی بادشاہ یا کوئی پریشان کرے تو ''لاحول'' زیادہ پڑھو اس لیے کہ یہ کشادگی کی کنجی ہے اور

Marfat.com

جنت کے خزانوں میں سے ایک ہے، حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ کا حلقہ بنایا اور کہا۔ تین باتیں ہیں اور کہا یہی تین بہترین باتیں ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نماز پرمتقی کے لیے ذریعہ تقرب ہے، حج ہر ضعیف کا جہاد ہے۔ بدن کی زکواۃ روزہ ہے اور داعی بغیر عمل کے ایسا ہے کہ جیسا تیر مارنے والا بغیر کمان کے۔ رزق میں زیادتی کر و صدقہ کر کے اور اموال کو محفوظ کر لو زکواۃ سے۔ اور وہ کچھ بھی تنگ دست نہ جو ہوگا جو میانہ روی اختیار کرے اور عیال کا کم ہونا آدھی مال داری ہے اللہ تعالیٰ مصیبت کے بقدر صبر عطا کرتے ہیں اور رزق مشقت کے بقدر دیتے ہیں اور جس نے اپنی معیشت کو جانچ پڑتال سے رکھا اسے اللہ تعالیٰ نوازتے ہیں اور جو فضول میں خرچ کرے اللہ اُس کو محروم کرتے ہیں۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

ایک بار لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ درویش صابر فاضل تر ہے یا شکر گزار دولت مند! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''صبر کرنیوالا درویش افضل تر ہے کیوں کہ اس کا دل خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے ور شکر گزار دولت مند کا دل اپنی دولت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ عبادت بغیر توبہ کے فضول ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت پر توبہ کو مقدم کیا ہے خدا کا ذکر کرتے وقت توبہ کا ذکر کرنا خدا سے غافل ہونیکی نشانی ہے اور خدا کی یاد کرنے کے وقت ماسوا خدا کی ذات کے اور سب کچھ بھول جانا اصل ذکر خدا ہے۔''

اللہ تعالیٰ بغیر واسطے اور وسیلے کے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے خاص کر لیتا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عطا محض ہے۔ اور پھر فرمایا ''مومن وہ شخص

Marfat.com

ہوتا ہے جو اپنے نفس کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے اور عارف وہ ہے جو اپنے خداوند کریم کے پاس کھڑا ہو۔اور فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کے ساتھ خداوند تعالیٰ کے لیے مجاہدہ کرتا ہے وہ خداوند کریم تک پہنچ جاتا ہے اور فرمایا کہ الہام مقبول لوگوں کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور بغیر الہام کے استدلال کرنا دولوگوں کا کام ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے میں اس طرح سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے کہ جیسے اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر چیونٹی کا چلنا۔"

1۔ ایک جھوٹا: کیوں کہ اس کی صحبت تمہیں فریب میں مبتلا کر دے گی

2۔ دوسرا بیوقوف: وہ جس قدر بھی تمہاری بہتری چاہے گا اسی قدر نقصان پہنچائے گا۔

3۔ کنجوس: اس کی صحبت سے بہترین اور قیمتی وقت رائیگاں ہو جائے گا۔

4۔ بزدل: وہ ایک نوالے کی طمع میں بھی تم سے کنارا کش ہو کر تمہیں کسی مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

5۔ فاسق: کیوں کہ وہ ایک لقمہ کے عوض تجھ کو بیچ دے گا اور ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کو بھی طمع کریگا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے بہشت و دوزخ کو دنیا ہی میں بنا دیا ہے، بہشت عافیت ہے اور مصیبت دوزخ ہے۔عافیت یہ ہے کہ اپنے تمام کام نفس کے بجائے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔"

:❋:❋:❋:❋:❋:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا" جس کی زبان سچی ہے اس کا عمل پاکیزہ

Marfat.com

ہے اور نیت اچھی ہے۔ اللہ عزوجل اس کے رزق میں زیادتی کرتا ہے اور جو اپنے اہل خانہ سے نیک سلوک کرتا ہے اس کی عمر زیادہ کر دیتا ہے" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "کوئی زادِ راہ تقویٰ سے بہتر نہیں ہے اور خاموشی سے زیادہ کوئی چیز خوب صورت نہیں ہے اور کوئی دشمن جہالت سے زیادہ نقصان رسا نہیں ہے اور جھوٹ کی بیماری سے کوئی بیماری بڑی نہیں ہے۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "جب چار چیزیں عام ہو جائیں تو چار چیزیں ظاہر ہوں گی، جب زنا اور بدکاری عام ہو تو زلزلے ظاہر ہوں گے۔ جب زکواۃ روک لی جائے تو چوپائے ہلاک ہونے لگیں گے اور جب حاکم، قضاوت و فیصلہ میں ظلم و جور کرے تو آسمان سے بارش رک جائے گی اور جب جزیہ و زمہ معاف کر دیا گیا تو مشرک مسلمانوں کے خلاف (کفار کی) مدد کریں گے۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "خدا چھ کو چھ چیزوں سے ہلاک کرے گا۔ امرا کو ظلم و جور کی وجہ سے، عربوں کو تعصب کی بنا پر اور کسانوں کو تکبر کی وجہ سے اور تاجر وں کو خیانت کی بنا پر اور دیہاتیوں کو جہالت کی وجہ سے، فقہا و علما کو حسد کی بنا پر۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صلہ رحمی کرنا حساب کو آسان کر دیتا ہے اور گناہ سے بچاتا ہے پس اپنے رشتے داروں سے صلہ رحمی کرو اور اپنے بھائیون سے نیکی کرو اگر چہ وہ اچھی گفتگو اور بہتر جواب سلام کے ساتھ ہو۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "تم پر لازم ہے اللہ کی مخلوق میں اللہ کے لیے خلوص برتو کیوں کہ اس کی ملاقات کے لیے اس سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ غصہ و غضب ہر شر اور برائی کی چابی ہے۔

Marfat.com

(آپ کے بہترین ارشادات تو بہت زیادہ ہیں مگر یہاں چند ہی تحریر کیے جا رہے ہیں)

امام کی وصیتوں کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کی جا سکتی ہے، ہر وہ کتاب جس میں امام ابو عبداللہ صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کو بیان کیا گیا ہے اس میں آپ کی بہت سی پند و نصائح اور وصایا ملیں گی جو کبھی کسی فرد اور کبھی جماعت کو متوجہ کرنے کے لیے ہیں۔

اس دور میں ہمیں آپ کے نصائح اور وصایا کی کتنی شدید ضرورت ہے تا کہ ہم اسلام کے پیغام کے ذریعے اپنے بزرگ و عظیم ماضی اور قدیمی عزت کے پیغام کے ساتھ شاندار مستقبل کی طرف گامزن ہو سکیں اور ان پر عمل کرنا اور نفس کو ان کے مطابق ڈھالنا زیادہ اہم ہے۔ آپ کی ایک وصیت جو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کی، وہ پیش خدمت ہے کہ اے بیٹے! میری وصیت کو قبول کر اور میری بات کو یاد رکھ کیوں کہ اُسے یاد رکھا تو سعادت کی زندگی بسر کرے گا اور حمد و ثنا اور تعریف و توصیف کے ساتھ اس دنیا سے جائیگا۔ اے بیٹے جو شخص اس رزق پر راضی رہا اس کے لیے تقسیم کیا گیا ہے۔ وہ مستغنی و تونگر ہے، جو اپنی آنکھ اس چیز کی طرف اٹھائے جو اس کے ضمیر کے ہاتھ میں ہو، فقیر مرے گا اور جو اس پر راضی نہیں کہ جو کچھ اللہ عزوجل نے اس کے لیے تقسیم کیا ہے۔ تو وہ اللہ کو متہم سمجھتا ہے اس کے فیصلے میں جو اپنے نفس کی لغزش کو حقیر و کمتر سمجھے گا وہ دوسرے نفس کی لغزش کو عظیم اور بڑا سمجھے گا اور جو دوسرے کی لغزش کو چھوٹا سمجھے وہ اپنے گناہ کو بڑا سمجھے گا۔

اے بیٹا! جو دوسروں کی پردہ داری نہ کرے اُس کے گھر کے عیوب منکشف

Marfat.com

ہوں گے، جو اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودے وہ خود اس میں گرے گا، جو نا سمجھ اور برے لوگوں کی صحبت میں رہے وہ حقیر و
ذلیل ہوگا اور جو علما کے ساتھ میل جول رکھے اس کی عزت و توقیر ہوگی۔

اے بیٹا! لوگوں کی عیب جوئی سے بچو ورنہ تمہاری عیب جوئی ہوگی، بے ہودہ امور سے پرہیز کرو ورنہ ان کی وجہ سے ذلیل ہو جاؤ گے۔

اے بیٹا! حق بات کہنے سے وہ چاہے تمہارے نفع میں ہو یا نقصان میں، اپنے ہم سنوں میں عزت و وقار سے رہو گے۔

اے بیٹا! کتاب خدا کی تلاوت، سلام کو عام، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ جو تم سے قطع رحمی کرے تم اس سے صلہ رحمی کر، جو تم سے خاموش رہے اس سے ابتدا کلام اور جو تم سے سوال کرے اُسے عطا کرنے والے بنو۔ چغل خوری سے بچو یہ لوگوں کے دلوں میں بغض و کینہ کا بیج بوئے گی اور لوگوں کے عیوب سے معترض نہ ہو کیوں کہ ایسا آدمی ہدف و نشانہ کے بہ منزلہ ہے۔

اے بیٹا! جب کسی کی زیارت کرنا چاہو تو اخیار اور نیک لوگوں کی زیارت کرو۔ فاجر و فاسق سے ملاقات نہ کرو۔ کیوں کہ وہ ایسے پتھر ہیں جن سے پانی نہیں پھوٹ سکتا اور ایسا درخت ہیں کہ جس کے پتے سرسبز نہیں ہو سکتے اور ایسی زمین ہیں جن میں سبزہ نہیں اُگتا۔

حضرت علی بن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے ان وصایا کو مرتے دم تک نہیں چھوڑا۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی اُمیہ و بنو عباس دو حکومتوں کے ادوار دیکھے ہیں۔ ان سے جو مصائب آپ کو پہنچے ہوں پہنچے لیکن منصور عباسی کے دور میں آپ پر بے حد شدائد و مصائب وارد ہوئے۔ منصور نے آپ کے بعض ساتھیوں کو قید میں رکھا اور بعض کو شہید کر دیا۔ بہر حال منصور کے دورِ حکومت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت سختیاں ہوئیں اس نے کئی بار آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا لیکن اللہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

منصور نے کئی بار آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب آپ کو شہید کرنے کی غرض سے بلاتا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے تو آپ کو دیکھ کر ڈر جاتا اور آپ کو قتل نہ کر سکتا۔

منصور کا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سختی کرنے کا سبب اس کا وہ بغض و حسد تھا جو علم السلام کی علمبرداری، اسلام کی نشر و اشاعت اور آپ کے علم و فضل کی خبریں سننے اور اپنے مقابلے میں عوام کی نگاہ میں آپ کو خلافت کا زیادہ حق دار پانے کی وجہ سے تھا پس اسی وجہ سے وہ آپ کے قتل کے درپے تھا اور طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کرتا تھا، مگر اس کی فسادت و شدت اور قوت و طاقت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرعوب نہ کر سکتی تھی۔ اور اس زمانے کو آپ علوم کے پھیلانے اور احادیث بیان کرنے کے لیے غنیمت سمجھتے۔

آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور زبان کے ساتھ جہاد کرنے کی ترغیب و تعلیم دیتے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ظالم امام و قائد کے سامنے کلمہ حق کہنا۔

Marfat.com

ایک بار خلیفہ منصور کے منہ پر مکھی آ بیٹھی، اس نے اسے ہٹایا وہ پھر آ بیٹھی یہاں تک کہ اس مکھی نے منصور کو کافی پریشان کر دیا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کے دربار میں تشریف لائے تو منصور نے دریافت کیا۔ اے ابوعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ نے مکھی کو کیوں پیدا کیا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''تاکہ جابر بادشاہوں کو ذلیل کرے۔''

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے لیے تمام علما سیر و تاریخ کا اجماع ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملک و ریاست کے حصول کی طرف کوئی توجہ ہی نہ تھی۔ مگر منصور ہمیشہ ان سے خائف رہا یہاں تک کہ اس نے مخفی طور پر انہیں زہر دلوا کر شہید کر دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعال 148ھ میں شہید ہوئے اور مقام جنت البقیع مدینہ میں دفن کیے گئے۔ غرض یہ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعین میں سے جلیل ترین ہستی تھے اور علم میں بلند مقام کے حامل عظیم محدث، اپنے وقت کے امام عبادت کے دلدادہ، خشوع و خضوع اور تنہائی پسند، قابلِ فخر ہستی جو زاہدوں کو زیرک تعلیم دیتے۔ علما ان سے علم کسب کرتے، بزدل کو شجاع بناتے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بہترین نمونہ اور ایک کامل و جامع ہستی تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اولاد اور اپنے بعد کے آئمہ اہل بیت کے لیے روشنی کا مینار تھے۔ آپ اپنی ذات میں تمام کے تمام ظاہری و باطنی علوم و حقائق اسلام کی تصویر تھے۔ ایک جماعت نے آپ سے علم حاصل کیا جن میں دو آئمہ امام حضرت ابوحنفیہ اور حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

آپ کے مناقب و فضائل بہت زیادہ ہیں یہاں تو بس ایک مختصر سی سوانح

Marfat.com

حیات اور حالات کا خاکہ پیش کیا گیا ہے ورنہ تو اس کے لیے ایک مدت اور طویل ترین تحریر چاہیے جو آپ کے تمام حالات زندگی کی احاطہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نبی کریم ﷺ سے اور ان کی آل سے بے حد محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

:❄:❄:❄:❄:❄:

Marfat.com

# حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سب تعریف اس اللہ عزوجل کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، بار الہٰ! تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں، اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے، اے بزرگی واعزاز والے، اے پالنے والوں کے پالنے والے، اے ہر مخلوق کے خالق اور ہر چیز کے مالک ووارث! اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور نہ کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ ہے وہ ہر شے پر نگران اور ہر چیز پر حاوی ہے۔ تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو ایک اکیلا، یکتا و یگانہ ہے اور تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو بخشنے والا اور انتہائی بخشنے والا، عظمت والا اور انتہائی عظمت والا، بڑا اور انتہائی بڑا ہے اور تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں جو بلند و برتر اور بڑی قوت وتدبیر والا ہے۔ تو ہی فیض رساں، مہربان اور علم و حکمت والا ہے، تو ہی سننے والا، دیکھنے والا، قدیم وازلی اور ہر چیز سے آگاہ ہے اور تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو کریم اور سب سے بڑھ کر کریم اور دائم و جاوید ہے۔ اے رب تو جو کائنات کی دسترس سے بالا ہونے کے باوجود نزدیک اور نزدیک ہونے کے باوجود فہم وادراک سے بلند ہے تو جو جمال و بزرگی اور عظمت و ستائش والا ہے اور تو ہی وہ اللہ عزوجل ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں جس نے بغیر مواد کے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور بغیر کسی نمونہ و مثال کے

Marfat.com

صورتوں کی نقش آرائی کی اور کائنات عالم میں ہر چیز کی تدبیر و کارسازی کی۔ تو وہ عظیم ہستی ہے کہ کسی شریک کار نے تیرا ہاتھ نہیں بٹایا اور نہ کسی معاون نے تیرے کام میں تجھے مدد دی اور نہ کوئی تیرا دیکھنے والا اور نہ کوئی تیرا مثل و نظیر ہے اور تو نے جو ارادہ کیا وہ حتمی و لازمی اور جو فیصلہ کیا وہ عدل کے تقاضو کے عین مطابق اور جو حکم دیا وہ انصاف پر مبنی تھا۔ تو وہ ہے جسے کوئی جگہ گھیرے ہوئے نہیں ہے اور نہ تیرے اقتدار کا کوئی اقتدار مقابلہ کر سکتا ہے، تو نے ایک ایک چیز کو شمار کر رکھا ہے اور ہر چیز کی ایک مدت مقرر کر دی ہے تو وہ عظیم ہستی ہے کہ تیری ذات سمجھنے سے واہمے قاصر اور تیری کیفیت کو جاننے سے عقلیں عاجز ہیں۔ اے میرے رب! تو ہر عیب سے پاک ہے تو بے حد بڑا ہے، ہم تیرے لائق تیری حمد و ثنا نہیں کر سکتے، اے میرے رب تو رحمت نازل فرما نبی کریم ﷺ پر، اُن کی آل پر، درود و سلام ہو ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ پر۔

آج ہم جس موضوع پر بات کریں گے وہ ہے ''صدقہ'' صدقہ کے لغوی معنی خیرات کے ہیں۔ یہ دو طرح کے ہیں فرض اور نفلی صدقہ! زکواۃ فرض ہے اور دوسری خیرات نفلی صدقہ ہے، یہاں ہم نفلی صدقہ کا ذکر کر رہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ کہ ہر اُمت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے میری اُمت کا فتنہ مال ہے اس لیے اسے فتنے سے اور اس کے زہر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بہت اہم ہے جیسے کسی کے پاس سانپ ہو تو اس سے تریاق بنا لیا جائے جو اپنے لیے بھی مفید ہے اور دوسروں کے لیے بھی فائدہ مند ہے ورنہ اس کا زہر اپنے آپ کو بھی ہلاک کرے گا اور دوسروں کو بھی نقصان پہنچائے گا۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مال میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی،

Marfat.com

اس کی مثال سانپ کی سی ہے جو شخص اس کا منتر جانتا ہے وہ سانپ کو پکڑ کر اُس کے دانت نکال دیتا ہے پھر اُس سے تریاق تیار کرتا ہے۔اس کے برعکس کوئی ناواقف شخص اس سانپ کو پکڑے تو وہ اُس کو کاٹ لے گا اور ہلاک ہو گا۔اس کے زہر سے وہ شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو پانچ چیزوں کا اہتمام کرے۔

1۔ یہ غور کرے کہ مال کا مقصد کیا ہے اور کس غرض سے پیدا کیا گیا۔

2۔ مال کے آنے کے ذرائع کی سختی سے نگرانی کرے کہ اس میں ناجائز شامل نہ ہو مثلاً ایسا ہدیہ جس میں رشوت کا شائبہ ہو۔

3۔ اپنی حاجتوں کی مقدار سے زیادہ اپنے پاس نہ رہنے دے، زیادہ کو فوراً خرچ کر دے۔

4۔ خرچ کے طریقے کی نگرانی کرے تاکہ ناجائز موقع پر نہ خرچ ہو جائے۔

5۔ نیت خالص رہے، محض اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرے۔حضرت علی کرم اللہ وجہ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص ساری دنیا کا مال محض اللہ تعالیٰ کے واسطے لیتا ہے (اپنی غرض سے نہیں)

تو وہ زاہد ہے اور اگر ذرا سا بھی نہیں لیتا اور یہ نہ لینا اللہ کے واسطے نہیں ہے۔

"بلکہ کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے ہے، تو وہ دنیادار ہے۔"

ایک حدیث میں ہے کہ دنیا کیا ہی اچھا گھر ہے اس شخص کے لیے جو اُس کو آخرت کا توشہ بنائے اور حق تعالیٰ شانہ کو (اس کے ذریعے) راضی کرے اور کتنا برا ہے اُس شخص کے لیے جس کو آخرت سے روک دے اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں کوتاہی پیدا کرے۔

Marfat.com

مال بُری چیز نہیں ہے اچھی چیز ہے کار آمد ہے اور بہت سے دینی اور دنیاوی فوائد اس کے ساتھ وابستہ ہیں لیکن چوں کہ اس میں ایک زہریلا اور سمی مادہ ہے اور قلوب عام طور سے بیمار ہیں اس لیے کثرت سے قرآن پاک کی آیات اور احادیث میں اس کی زیادتی اور کثرت سے بچنے کی ترغیبیں آئی ہیں مال کی کثرت کو خاص طور سے ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ مال کی کثرت سے عموماً زیادہ نقصان پہنچتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ہمارے قلوب ایسے صاف نہیں ہیں کہ وہ اس کے نشے سے متاثر نہ ہوں اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ ''تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو پانی پر چلے اور اُس کے پاؤں پانی سے تر نہ ہوں۔'' صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایسا تو کوئی بھی نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''یہی حال دنیا دار کا ہے کہ اس کا گناہوں سے بچنا مشکل ہے'' اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بخل، حسد، کبر، عجب، کینہ، ریا، تفاخر، قلبی امراض اور گناہ جتنے ہیں وہ مال کی وجہ سے ہیں بہت جلد اور بہت کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔

سورۂ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: آراستہ کردی گئی ہیں لوگوں کے لیے خواہشات کی محبت (مثلاً) عورتیں، بیٹے اور ڈھیر لگے سونے اور چاندی کے نشان، اعلیٰ گھوڑے اور دوسرے مویشی اور زراعت! لیکن یہ سب چیزیں دنیاوی زندگی کے استعمال کی چیزیں ہیں اور انجام کار کی خوبی (اور کام آنے والی چیز تو) اللہ ہی کے پاس ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال سے خوب واقف ہے جن لوگوں کے لیے آخرت کی نعمتیں اور چیزیں ہیں وہ ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے، پس آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر

Marfat.com

دیجیئے اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا دیجئے۔ یہ لوگ (وہ ہیں جو مصیبتوں پر) صبر کرنے والے ہیں، سچ بولنے والے ہیں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) عاجزی کرنے والے ہیں اور (نیک کاموں میں مال) خرچ کرنے والے ہیں اور پچھلی رات میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ نے ان سب چیزوں کی محبت کو شہوتوں کی محبت سے شہوت کی افراط ہی کا نام عشق ہے جو بیماری ہے ایسے دل کی جو تفکرات سے خالی ہو، اس کا علاج ابتدا ہی سے کرنا ضروری ہے کہ ان چیزوں کی طرف نظر کم کردے اُن سے اپنا التفات بالکل نہ بڑھائے کیوں کہ ہر چیز کی محبت چاہے اس کا مال ہو، جاہ ہو جائیداد ہو، اولاد ہو حتیٰ کہ پرندوں سے کھیلنے اور شطرنج وغیرہ سے کھیلنے کا بھی یہی حال ہے کہ جب یہ سب چیزیں آدمی پر مسلط ہو جاتی ہیں تو اس کے دین اور دنیا دونوں کو برباد کر دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں پر تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ سب چند روزہ زندگی کے گزارے کی چیزیں ہیں ان میں سے کوئی چیز محبت کے قابل نہیں دل لگانے والی چیز صرف وہی ہے جو پائیدار ہے اور ہمیشہ کام آنے والی ہے اور ان میں سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا اور خوشنودی ہے۔

:❀:❀:❀:❀:❀:

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے لیے تین چیزوں کے علاوہ کوئی حق نہیں، ایک اتنی مقدار کھانا جس سے کمر سیدھی رہے، اتنا کپڑا جس سے بدن ڈھکا رہے اور ایک گھر جس میں آدمی سما سکے۔ اس سے زیادہ جو کچھ ہے وہ حساب ہے، پس ضرورت سے زائد جو ہو اس کو محتاجوں، ضرورت مندوں پر خرچ کر دے۔

Marfat.com

ختم المرسلین ﷺ نے فرمایا ''جس نے اپنی حلال کمائی سے صدقہ کیا خواہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو، اللہ رزق حلال یا حلال کمائی کا ہی صدقہ قبول کرتا ہے نیز اس میں برکت عطا کرتا ہے پھر اس صدقے کو اس طرح پالتا ہے جس طرح تم اپنے بچھڑوں کو پالتے ہو حتیٰ کہ وہ اُحد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔''

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: کیا اُنہیں علم نہیں ہے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات لیتا ہے۔'' (سورہ توبہ: 104)

ایک اور فرمانِ الٰہی ہے، ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔''

صدقے سے یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور اس بخشش کے طفیل اللہ تعالیٰ انسان کی عزت اور وقار کو بڑھاتا ہے۔ وہ اللہ کے لیے کسی کی تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے مرتبے کو بلند کرتا ہے۔

طبرانی کی روایت ہے کہ صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، بندہ جب صدقہ دینے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے تو بڑھ کر اللہ کے ہاتھ میں جاتا ہے یعنی سائل کے ہاتھ میں جانے سے قبل ہی اُسے اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتا ہے جب کوئی سوالی کے لیے بے پروائی کرتا ہے یا دستِ سوال دراز کرنے والے کو خالی ہاتھ لوٹا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر تنگ دستی مسلط کر دیتا ہے۔ حالانکہ اُس کے مال کے تین حصے ہیں ''جو کھایا وہ فنا ہو گیا، جو پہنا وہ پرانا ہو گیا، جو راہ اللہ میں دیا وہی فائدہ مند ہے اور جو باقی ہے وہ لوگوں کے لیے ہے''

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ بغیر ترجمان کے کلام فرمائے گا، آدمی اپنے ساتھ دائیں بائیں آگے پیچھے ہی دیکھے گا جو اس نے دنیا میں اللہ کی راہ

Marfat.com

میں خرچ کیا تھا اس سے ہٹ کر اُسے آگ نظر آئے گی، لہٰذا آگ سے بچو خواہ کھجور کا ایک چھلکا ہی خیرات کر کے بچو۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹاتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔''

صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اور بُری موت کو ہٹاتا ہے ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقے کی وجہ سے بُری موت کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ہر آدمی قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ انسان کبھی کچھ صدقہ کرتا ہے تو اُس کی وجہ سے شیطان کے ستر جال ٹوٹ جاتے ہیں۔

ایک بار نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''تنگ دست کی محنت جو تنگ دستی کے باوجود صدقہ کرے اور جس کے اخراجات تیرے ذمے ہیں اُن میں سے خرچ کرنا شروع کرو۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سوال کرنے والے کو محروم نہ لوٹاؤ چاہے تمہیں ایک بکری کا کُھر دینا پڑے۔ سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ عرش کا سایہ عطا فرمائے گا جس دن اُس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں سے ایک وہ ہے جو صدقہ کرے، اس کو پوشیدہ رکھے کہ بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خیرات کیا۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ بھلائی کے کام بڑے مقامات سے بچاتے ہیں

Marfat.com

اور مخفی صدقہ رب تعالیٰ کے غصے کو بجھاتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے، دنیا میں بھلائی کرنے والے ہی آخرت میں بھلائی والے ہیں۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:۔ ''ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھا چڑھا کر (کئی گنا) عطا فرمائے۔ اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے اور تم سب اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' (سورۂ البقرہ:245)

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو پوشیدہ طور پر دیا جائے اور تنگ دستی میں مشقت اُٹھا کر دیا جائے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے ''اگر تم صدقے خیرات کو ظاہر کرو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر اسے پوشیدہ مسکینوں کو دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔'' (سورۃ البقرہ:271)

جو مسلمان کسی ننگے بدن مسلمان کو کپڑے پہنائے تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا اور جس کسی مسلمان کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلائے اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے پھلوں میں سے کھلائے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے تو اللہ تعالیٰ اُسے خوشبودار مشروب پلائے گا یہ قرض صدقہ ہے، ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے ایک جماعت کے پاس فرمایا۔

''میں نے معراج کی رات جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقے کا اجر دس گنا ہے اور قرض کا اجر اٹھارہ گنا۔''

صدقہ اُس وقت کا افضل ہے جب آدمی کو مال کی محبت ہو، ایک حدیث میں

Marfat.com

ہے کہ اللہ جل شانہ اُس شخص سے سخت ناراض ہوتا ہے جو اپنی زندگی میں تو بخیل ہو اور مرنے کے وقت سخی ہو۔ اس لیے جو صدقات و اوقاف میں مرنے کے وقت کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ پسندیدہ چیز نہیں ہے اول تو کسی کو اس بات کا علم نہیں کہ کب اور کس طرح موت آجائے کیوں کہ بہت سے عبرت ناک واقعات دیکھنے میں آئے کہ مرنے کے وقت بہت کچھ صدقات اور اوقاف کرنے کی اُمنگیں لوگوں میں تھیں لیکن بیماری نے ایسا گھیرا کہ مہلت ہی نہ لینے دی، کسی پر فالج گر گیا کسی کی زبان بند ہوگئی کہیں ورثا اور تیمار دار حائل ہوگئے تو بہتر یہ ہے کہ صحت و تندرستی کی حالت میں صدقہ کرتا رہے۔

بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے اپنے دل میں کہا کہ آج رات چپکے سے صدقہ کروں گا چنانچہ چپکے سے ایک آدمی کے ہاتھ میں مال دے کر چلا آیا۔ صبح لوگوں میں اس بات کا چرچا ہوا کہ کوئی شخص ایک چور کو صدقہ دے گیا۔ اُس صدقہ کرنے والے نے کہا یا اللہ! چور پر صدقہ کرنے میں بھی تیرے ہی لیے تعریف ہے، پھر اُس نے دوبارہ ٹھانی کہ آج رات پھر صدقہ کروں گا (کہ پہلا تو ضائع ہوگیا) چنانچہ رات کو صدقے کا مال لے کر نکلا اور اس کو ایک عورت کو دے آیا۔ صبح پھر چرچا ہوا کہ رات کو کوئی شخص فلاں بدکار عورت کو صدقہ دے گیا۔ اس نے کہا یا اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے زنا کرنے والی عورت پر بھی (کہ میرا مال تو اس سے بھی کم درجے کے قابل تھا) پھر تیسری مرتبہ ارادہ کیا اور اس کو ایک شخص کو دیدیا۔ صبح پھر معلوم ہوا کہ رات کو ایک مال دار کو صدقہ دیا گیا اُس صدقہ دینے والے نے کہا۔

یا اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے چور پر بھی، زنا کرنے والی عورت پر بھی اور غنی پر بھی! رات کو خواب میں دیکھا کہ تیرا صدقہ قبول ہوگیا ہے، چور پر اس لیے کرایا گیا

Marfat.com

کہ شاید وہ اپنی چوری کی عادت سے توبہ کرلے اور زانیہ پر اس لیے کہ شاید وہ زنا سے توبہ کرے، جب وہ یہ دیکھے کہ بغیر کسی بدکاری کے بھی اللہ جل شانہ عطا فرماتا ہے تو اُس کو غیرت آئے گی۔ غنی پر اس لیے تا کہ اُس کو عبرت حاصل ہو کہ اللہ کے بندے کس طرح چھپ کر صدقہ کرتے ہیں تو اس وجہ سے شاید وہ بھی اُس مال میں سے جو اُس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے صدقہ کرنے لگے۔

مندرجہ بالا قصے سے یہ بات واضح ہوئی کہ اگر صدقہ کرنے والے کی نیت اخلاص کی ہو اور اس کے باوجود وہ بے محل پہنچ جائے تو اس میں بھی اللہ جل شانہ کی کوئی حکمت ہوتی ہے اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا چاہیے، آدمی کا اپنا کام یہ ہے کہ نیت اخلاص کی رکھے کہ اصل چیز اپنا ہی اردہ اور فعل ہے۔

اللہ جل شانہ آدمی کی نیک نیتی کا بدلہ ضرور دیتا ہے اس لیے کہ صدقہ کرنے والیے نے خالص اللہ کے لیے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تھا اسی لیے رات کو چھپا کر دیا تھا تو حق تعالیٰ نے بھی اُس کو قبول فرمایا اور بے محل خرچ ہو جانے کی وجہ سے مردود نہیں ہوا۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''صدقہ کرنے میں جلدی کیا کرو اس لیے کہ بلا، صدقے کو پھاند نہیں سکتی۔''

اپنے بیماروں کی صدقے سے دوا کیا کرو اور تجربہ بھی اس کا شاہد ہے کہ صدقے کی کثرت بیماری سے شفا ہے۔ صدقہ بیماریوں کو ہٹاتا ہے اور نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے اور عمر بڑھاتا ہے۔

ابن ابی الجعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ صدقہ برائیوں کے ستر دروازے

Marfat.com

بند کرتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد رمایا ''ایک شخص ایک جنگل میں تھا اس نے ایک بادل میں سے آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے، اس آواز کے بعد فوراً بادل کی طرف چلا اور ایک پتھریلی زمین میں خوب پانی برسا اور وہ سارا پانی ایک نالے میں جمع ہو کر چلنے لگا یہ شخص جس نے آواز سنی تھی اُس پانی کے پیچھے چل دیا۔ وہ پانی ایک جگہ پہنچا جہاں ایک شخص بیلچے سے اپنے باغ میں پانی پھیلا رہا تھا۔ اس نے باغ والے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل میں سنا تھا پھر باغ والے نے اُس سے پوچھا کہ تم نے میرا نام کیوں دریافت کیا۔ اُس نے کہا میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی آرہا ہے یہ آواز سنی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے اور تمہارا نام بادل میں سنا تھا۔ تم اس باغ میں کیا کام ایسا کرتے ہو جس کی وجہ سے بادل کو یہ حکم ہوا کہ اُس کے باغ کو پانی دو؟ باغ والے نے کہا ''میں اس کے اندر جو کچھ پیدا ہوتا ہے اس کے تین حصے کرتا ہوں۔ ایک حصہ فوراً اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیتا ہوں اور تہائی میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں اور ایک تہائی اسی باغ کی ضروریات میں لگا دیتا ہوں۔'' کس قدر برکت ہے اللہ کے نام پر صرف ایک تہائی آمدنی کے خرچ کرنے کی کہ پردہ غیب سے اُن کے باغ کی پرورش کے سامان ہوتے ہیں۔

اس حدیث شریف سے ایک بہترین سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ آدمی اپنی آمدنی کا کچھ حصہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے متعین کرے کیوں کہ یہ مفید ہے اور تجربہ بھی ہے کہ اگر آدمی طے کرے کہ اتنی مقدار اللہ کے راستے میں خرچ کرنی

Marfat.com

ہے تو پھر خیر کے مصارف اور خرچ کرنے کے مواقع بہت ملتے رہتے ہیں۔

اگر مہینے کے شروع ہی میں تنخواہ ملنے پر ایک حصہ علیحدہ کر کے رکھ دیا جائے یا روزانہ تجارت کی آمدنی میں سے صندوقچی کا ایک حصہ علیحدہ کر کے اس میں معینہ مقدار ڈال دی جائے کہ یہ صرف اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ہے تو پھر خرچ کے وقت دل میں تنگی نہیں ہوتی کہ اس کو تو بہر حال وہ مقدار خرچ کرنا ہی ہے۔ بڑا مجرب نسخہ ہے جس کا دل چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک فاحشہ عورت کی اتنی بات پر بخشش کر دی گئی کہ وہ چلی جا رہی تھی، اس نے ایک کنویں پر دیکھا کہ ایک کتا کھڑا ہے جس کی زبان پیاس کی شدت سے باہر نکلی پڑی ہے اور وہ مرنے کو ہے، اس عورت نے اپنے پاؤں کا (چمڑے کا) موزہ نکالا اور اس کو اپنی اوڑھنی میں باندھ کر کنویں سے پانی نکالا اور اس کتے کو پلایا۔ تب نبی کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا۔ کیا ہم لوگوں کو جانوروں کے صلے میں بھی ثواب ملتا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ہر جگر رکھنے والے (یعنی جانداروں پر) احسان کرنے پر ثواب ہے۔" (مسلمان ہو یا کافر آدمی ہو یا جانور) کتے جیسے جانور پر احسان کرنے کا جب یہ بدلہ ہے تو آدمی جو اشرف المخلوق ہے اس پر احسان کرنے کا کیا کچھ بدلہ ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ مخلوق ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال کو نفع پہنچانے والا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے اور اس میں یہ بھی داخل ہے

Marfat.com

کہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آئے، کسی کو نیکی کا حکم کرنا یا برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے، کسی بھولے ہوئے کو راستا بتانا بھی صدقہ ہے، راستے سے کانٹے وغیرہ یا تکلیف وہ چیز کا ہٹانا بھی صدقہ ہے، اپنے ڈول میں سے کسی کے برتن میں پانی ڈالنا بھی صدقہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اعلان ہوگا کہ اُمتِ محمدیہ کے فقرا کہاں ہیں؟ اُٹھو اور لوگوں کو میدان قیامت میں سے تلاش کرو، جس شخص نے تم میں سے کسی کو میرے لیے ایک لقمہ دیا ہو یا میرے لیے کوئی گھونٹ پانی کا دیا ہو یا میرے لیے کوئی نیا یا پرانا کپڑا دیا ہو اُن کے ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کردو۔ اس پر فقرائے اُمت اُٹھیں گے اور کسی کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے کہ یا اللہ! اس نے مجھے کھانا کھلایا تھا، اس نے مجھے پانی پلایا تھا، کوئی بھی فقرائے اُمت میں سے چھوٹا یا بڑا شخص ایسا نہ ہوگا جو، ان کو جنت میں داخل نہ کرے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر سے لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہو خیر اُس گھر کی طرف ایسے بڑھتی ہے جس تیزی سے چھری اُونٹ کی کوہان میں چلتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے فقیروں اور مسکینوں کا اکرام کیا کہ آج تم جنت میں ایسے داخل ہو جاؤ کہ نہ تم پر کسی قسم کا خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو اور ایک اعلان ہوگا کہ کہاں ہیں وہ وہ لوگ جنہوں نے بیمار، فقیروں اور غریبوں کی عیادت کی کہ آج وہ نور کے منبروں پر بیٹھیں اور اللہ جل شانہ سے باتیں کریں۔ اور دوسرے لوگ حساب کی سختی میں مبتلا ہوں گے، بھوکے کو کھانا کھلانے سے زیادہ افضل کوئی صدقہ نہیں۔

اللہ جل شانہ کے نزدیک سب اعمال میں سے زیادہ محبوب کسی مسلمان کو خوش

Marfat.com

کرنا ہے یا اس پر سے غم کا ہٹانا ہے یا اس کا قرض ادا کر دینا ہے یا بھوک کی حالت میں اُس کو کھانا کھلانا ہے یعنی یہ سب اعمال زیادہ پسندیدہ ہیں، آپ سے جو بھی ہو سکے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "خوب خرچ کیا کر اور شمار نہ کر، اگر ایسا کرے گی تو اللہ جل شانہ بھی تجھ پر شمار کرے گا اور محفوظ کر کے نہ رکھ، اگر ایسا کرتے گی تو اللہ جل شانہ تجھ پر محفوظ کر کے رکھے گا (یعنی کم عطا کرے گا) عطا کر جتنا بھی تجھ سے ہو سکے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

جتنا بھی ہو سکے خرچ کیا کرو یعنی کم وزیادہ کی پروانہ کیا کرو، نہ یہ خیال کہ اتنی بڑی مقدار مناسب نہیں، نہ یہ سوچو کہ اتنی ذراسی چیز کیا دوں؟ جو اپنی طاقت اور قدرت میں ہو اس کے خرچ میں دریغ نہ کیا کرو۔

علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے خود حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک قصہ نقل کیا ہے جس میں حضور کرم ﷺ نے ان کو خرچ کرنے کی خوب ترغیب دی ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا تھا کہ حضور ﷺ نے (اہتمام اور تنبیہ کے طور پر) میرے عمامے کا پچھلا کنارہ پکڑ کر فرمایا۔ "اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ کا مقصد ہوں، تمہاری طرف خاص طور سے اور سب لوگوں کی طرف عام طور سے یہ بات تمہیں اللہ جل شانہ کی طرف سے خاص طور پر پہنچاتا ہوں کہ اللہ جل شانہ نے کیا فرمایا؟

میں نے عرض کیا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ حضور

Marfat.com

اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ جب اپنے عرش پر جلوہ فرما تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف کرم کی نظر فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بندو! تم میری مخلوق ہو، میں تمہارا پروردگار ہوں، تمہاری روزیاں میرے قبضے میں ہیں، تم اپنے آپ کو ایسی مشقت میں نہ ڈالو جس کا ذمہ میں نے لے رکھا ہے، اپنی روزیاں مجھ سے مانگو اور کہا اے بندے! تو لوگوں پر خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا، تو لوگوں پر فراخی کر میں تجھ پر فراخی کروں گا، تو لوگوں پر خرچ میں تنگی نہ کرتا کہ میں تجھ پر تنگی نہ کروں تو لوگوں سے بچا کر باندھ کر نہ رکھ، تاکہ میں تجھ سے باندھ کر نہ رکھوں۔ تو خزانہ جمع کر کے نہ رکھ تاکہ میں تیرے نہ دینے پر جمع کر کے رکھ لوں، رزق کا دروازہ سات آسماں کے اوپر کھلا ہوا ہے جو عرش سے ملا ہوا ہے نہ وہ رات کو بند ہوتا ہے اور نہ دن میں۔ اللہ جل شانہ اس دروازے سے ہر شخص پر روزی اُتارتا رہتا ہے، اُس شخص کی نیت کی بہ قدر، اُس کی عطا کی بہ قدر اُس کو عطا فرماتا ہے جو شخص زیادہ خرچ کرتا ہے اُس کے لیے زیادہ اُتارا جاتا ہے جو کم خرچ کرتا ہے اُس کے لیے کمی کر دی جاتی ہے اور جو روک کر رکھتا ہے اُس سے روک دیا جاتا ہے۔

اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! خود بھی کھاؤ دوسروں کو بھی کھلاؤ اور باندھ کر نہ رکھو کہ تم ر باندھ کر رکھ دیا جائے اور شمار نہ کرو کہ تم پر بھی شمار کیا جائے، تنگی نہ کرو کہ تم پر بھی تنگی کر دی جائے، اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ جل شانہ خرچ کرنے کو پسند کرتا ہے اور تنگی کو ناپسند کرتا ہے، سخاوت (اللہ جل شانہ کے ساتھ) تعین سے ہوتی ہے اور بخل شک سے پیدا ہوتا ہے۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ جل شانہ سخاوت کو پسند کرتا ہے چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ بہادری کو پسند کرتا ہے چاہے سانپ اور

Marfat.com

بچھو کے بارے میں کیوں نہ ہو۔ اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تعالیٰ زلزلوں اور حوادث کے وقت صبر کو محبوب رکھتے ہے، دین میں شبہات پیدا ہونے کے وقت عقل کامل کو محبوب رکھتا ہے حرام اور گندی چیزوں کے سامنے آنے پر تقویٰ کو پسند کرتا ہے۔

اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! بھائیوں کی تعظیم کرو اور نیک لوگوں کی عظمت کو بڑھاؤ، پڑوسیوں کے ساتھ حُسن سلوک کرو، فاسق لوگوں کے ساتھ راستہ بھی نہ چلو، جو،ان چیزوں کا اہتمام کرے گا جنت میں بغیر عذاب کے اور بغیر حساب کے داخل ہوگا۔

''یہ اللہ کی نصیحت ہے مجھ کو اور میری نصیحت ہے تم کو۔''

:❄:❄:❄:❄:❄:

حضو اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مال میں زکواۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے( پھر آپ ﷺ نے اپنے ارشاد کی تائید میں سورہ بقرہ کے بائیسویں رکوع کی آیت آخر تک تلاوت فرمائی۔

نبی اکرم ﷺ نے اس آیت سے یہ تجویز فرمایا کہ مال میں زکواۃ کے علاوہ اور وہ بھی حق ہے اور یہ تجویز اس وجہ سے ظاہر کہ آیت شریف میں اپنے مال کو رشتے داروں پر خرچ کرنے کی، یتیموں پر خرچ کرنے کی، غریبوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں پر خرچ کرنے کی، قیدیوں اور غلاموں وغیرہ کی گرن چھڑانے میں خرچ کرنے کی مستقل علیحدہ ترغیب دی ہے اور اس سب کے بعد زکواۃ ادا کرنے کا علیحدہ ذکر فرمایا ہے۔

حضرت مسلم بن طیار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نماز ین دو ہیں ایک فرض ایک نفل! اسی طرح زکواتیں بھی دو ہیں ایک نفل دوسری فرض، قرآن پاک میں دونوں کا

Marfat.com

ذکر ہے علامہ طیبی رحمتہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں حق سے مراد یہ ہے کہ سوال کرنے والے کو محروم نہ رکھے۔ قرض مانگنے والے کو محروم نہ کرے، اپنے گھر کا معمولی سامان مستعار مانگنے والے کو انکار نہ کرے پانی، نمک اور آگ کو لوگوں کو انکار نہ کرے، حضور اقدس ﷺ نے اس حدیث پاک میں زکواۃ کے علاوہ جو امور ذکر کیے ہیں جیسا کہ صلارحمی، یتیموں پر احسان کرنا، مسکین، مسافر اور سوالی کو دینا وغیرہ! زکواۃ تو فرض ہے ضرور دینی چاہیے سوائے زکواۃ کے صدقے نفل بھی مستحب ہے وہ بھی دیا کرے اور وہ یہ ہے، اس کے بعد علامہ طیبی رحمتہ اللہ علیہ اور علامہ قاری رحمتہ اللہ علیہ کے کلام کا ترجمہ تحریر فرما کر لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ﷺ نے سند کے لیے پڑھی ہے اس واسطے کہ اس میں اول تو اللہ تعالیٰ نے تعریف کی مومنوں کا ساتھ دینے، مال کے اپنوں اور یتیموں وغیرہ کو دینے بعد ازاں تعریف کی ساتھ نماز قائم کرنے اور زکواۃ دینے کے، پس معلوم ہوا کہ دینا مال کا سوائے دینے زکواۃ کے ہے اور وہ صدقہ نفل ہے اور حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا تھا کہ مال میں حق ہے سوائے زکواۃ کے وہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اول صدقہ، نفل ذکر کیا گیا پھر صدقہ واجب۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت بہیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد صاحب نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کیا چیز ہے جس کا کسی مانگنے والے کو دینے سے روکنا جائز نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا پانی، والد نے پھر یہی سوال دُہرایا تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا نمک۔ انہوں نے پھر یہی سوال کیا تو فرمایا ''جو بھلائی تو کسی کے ساتھ کر سکے وہ تیرے لیے بہتر ہے۔''

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تین چیزوں کا روکنا جائز نہیں، پانی نمک اور آگ۔'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پانیکو ہم سمجھ گئے کہ واقعی بہت مجبوری کی چیز ہے لیکن نمک اور آگ میں کیا بات ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے حمیرا جب کوئی شخص کسی کو آگ دیتا ہے تو گویا اُس نے وہ ساری چیز صدقہ کی جو آگ پر پکی اور جس نے نمک دیا اُس نے گویا وہ ساری چیز صدقہ کی، جو نمک کی وجہ سے لذیز ہوگئی۔ گویا ان دونوں معمولی خرچ سے دوسرے کا بہت زیادہ نفع ہے تو جو کچھ تم اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے اللہ جل شانہ اُس کا بلِ عطا فرمائے گا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! میری والدہ کا انتقال ہوگیا (اُن کے ایصال ثواب کے لیے) کون سا صدقہ زیادہ افضل ہے۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا پانی سب سے افضل ہے۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ کے ثواب کے لیے ایک کنواں کھدوادیا۔

حضور اقدس ﷺ نے پانی کو اس لیے افضل قرار دیا کہ پانی کا نفع بھی عام ہے اور ضرورت بھی عمومی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص پانی کا سلسلہ جاری کر جائے تو جو انسان یا جن یا پرند بھی اس سے پانی پیے گا تو مرنے والے کو قیامت تک اس کا ثواب ہوتا رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے گھٹنے میں ایک زخم ہے، سات برس ہوگئے ہر قسم کی دوا اور علاج کر چکا ہوں کسی سے بھی فائدہ نہیں ہوتا، بڑے بڑے طبیبوں سے بھی رجوع کر چکا ہوں۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس جگہ پانی کی قلت ہو وہاں ایک کنواں بنوادو، مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ جب اُس میں پانی نکل آئے گا تمہارے گھٹنے کا خون بند ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور گھٹنے کا زخم اچھا ہو گیا۔

مشہور محدث حضرت ابو عبداللہ حاکم رحمتہ اللہ علیہ کے چہرے پر ایک زخم ہو گیا تھا ہر قسم کے علاج کیے کوئی بھی کارگر نہ ہوا۔ ایک سال اسی میں گزر گیا ایک مرتبہ استاد ابو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صابونی سے دعا کی درخواست کی۔

جمعہ کا دن تھا انہوں نے بڑی دیر تک دعا کی مجمع نے آمین کہی، دوسرے جمعہ کو ایک عورت حاضر ہوئی اور ایک پرچہ مجلس میں پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ میں گزشتہ جمعہ کو جب گھر واپس گئی تو حاکم کے لیے بہت اہتمام سے دعا کرتی رہی، میں نے خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہا کم سے کہہ دو کہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ حاکم نے یہ سن کر اپنے گھر کے دروازے پر ایک سبیل قائم کردی جس میں پانی کے بھرنے کا اہتمام کیا، ایک ہفتہ گزرا تھا کہ چہرے کے سب زخم بالکل اچھے ہو گئے اور چہرہ پہلے سے زیادہ خوش نما ہو گیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے حضور اقدس ﷺ سے سوال کیا کہ میری والدہ کا دفعتاً انتقال ہو گیا اگر دفعتاً نہ ہوتا تو وہ کچھ صدقہ وغیرہ کرتیں، اگر میں اُن کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو اُن کی طرف سے ہو جائے گا؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں اُن کی طرف سے صدقہ کردو۔ اپنے ماں باپ، خاوند، بیوی، بہن، بھائی، اولاد اور دوسرے رشتے دار خصوصاً وہ لوگ جن کے مرنے کے بعد اُن کا کوئی مال اپنے پاس پہنچا

Marfat.com

ہو یا اُن کے خصوصی احسانات اپنے اوپر ہوں جیسے اساتذہ اور مشائخ! ان کے لیے ایصال ثواب کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے کیوں کہ یہ بڑی بے غیرتی کی بات ہے کہ اُن کے مال سے آپ فائدہ اُٹھاتے رہیں، اُن کی زندگی سے فائدہ اُٹھاتے رہیں اور جب وہ اپنے عطایا اپنے ہدایا کے ضرورت مند ہوں تو اُن کو فراموش کر دے۔ آدمی جب مر جاتا ہے تو اُس کے اپنے اعمال ختم ہو جاتے ہیں بجز اُس صورت کے کہ وہ کوئی صدقہ جاریہ چھوڑ گیا ہو یا کوئی اور ایسا عمل کر گیا ہو، جو صدقہ جاریہ کے حکم میں ہو، اُس وقت وہ دوسروں کے ایصال ثواب اور اُن کی دعا وغیرہ سے امداد کا محتاج اور منتظر رہتا ہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت سعدیؒ کہتے ہیں کہ آخرت کی جستجو کرنیکا مطلب ہے کہ صدقہ کر کے اللہ جل شانہ کا قرب حاصل کر۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بقدر ضرورت اپنے لیے روک کر باقی زائد کا خرچ کر دینا اور آگے چلتا کر دینا یہ دُنیا میں سے اپنا حصہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک سال کا خرچ روک کر باقی کا صدقہ کر دے، آدمی کا اپنی دنیا میں سے اپنی آخرت کا حصہ بھلا دینا اپنے نفس پر انتہائی ظلم ہے۔

اللہ جل شانہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بڑے غور اور بہت اہتمام سے عمل کرنے کی چیزیں ہیں، سرسری پڑھ کر چھوڑ دینے کے واسطے نہیں ہیں۔ دنیا کی زندگی کو جو بالکل خواب کی مثال ہے بہت اہتمام سے آخرت کی تیاری کے لیے غنیمت سمجھ اور جو کمایا جا سکے کمالے، ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ کی کوئی غرض ہماری

Marfat.com

خیرات اور صدقات کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ اس نے جس قدر ترغیبیں اپنے پاک کلام اور اپنے پاک رسول ﷺ کے ذریعے فرمائی ہیں وہ ہمارے ہی نفع کے واسطے ہیں جب ایک حاکم مالک خالق کسی شخص کو ایسے کام کا حکم کرے جس سے حکم کرنے والے کا کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ جس کو حکم دیا ہے اسی کا نفع ہو اور پھر بھی وہ حکم عدولی کرے تو یقیناً اس خطا کا جتنا بھی خمیازہ بھگتے وہ ظاہر ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ بہت سے لوگوں کو نعمتیں اس لیے دیتا ہے کہ وہ لوگوں کو نفع پہنچائیں، جب تک وہ لوگ ایسا کرتے ہیں نعمتیں اُن کے پاس رہتی ہیں اور جب وہ اس سے روگردانی کرنے لگتے ہیں نعمتیں اُن سے چھین کر حق تعالیٰ شانہ دوسروں کو منتقل کردیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے پروردگار کے حکم پر عمل کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کریں اور اس عمل میں اخلاص ہو ریا کاری نہ ہو۔ (آمین)

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مقدسہ کے بعد انبیا کرام کی آمد کا سلسلہ تو بند کر دیا گیا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت اور رحمت کے تصدق سے آپ کی اُمت پر یہ انعام فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے اپنے محبوبین اور مقربین سے نوازا۔ یہ مقبولان الٰہی وقوع قیامت تک اپنی روحانی برکات سے اہل عالم کو متمع کرتے رہیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض نبوت سے دلوں کی مردہ زمینوں کو سیراب کرتے رہیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہی کی شان میں

Marfat.com

ارشاد فرمایا "میری اُمت کے علما، ربانیین (من وجہ) بنی اسرائیل کے ابنیا کی مانند ہیں۔"

بے شک اُمت مسلمہ میں کچھ نفوس قدسیہ ایسے ہیں جنہیں اللہ رب العزت کی محبت نے سراپا اتباع بنا دیا جو خوف ورجاء کی کیفیتوں سے سرشار ہیں، جو اس کی رحمت ولطف وکرم کے باعث ہر غیر سے منہ موڑ چکے ہیں غرض یہ کہ جنہوں نے اپنی جان ومال راحت وآرام غرض ہر چیز کا اپنے اللہ سے سودا کر لیا ہے، طبقۂ تابعین کے آئمہ طریقت میں سے آفتاب اُمت شمع دین وملت حضرت اویس قرنیؒ ہیں، آپؒ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ حیات ظاہری اور عہد مبارک پایا ہے۔

لیکن دو چیزوں نے دیدار جمال جہاں آرا سے آپؒ کو روکے رکھا، ایک آپؒ کا غلبۂ حال دوسرا آپؒ کی والدہ کا حق۔

آپؒ کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غائبانہ "خیر التابعین" کا لقب عطا ہوا تھا۔ آپؒ اُمت محمدیہ میں عاشقوں کے سردار ہوئے ہیں جن کے بارے میں منقول ہے کہ اُنہیں قیامت کے روز ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں جنت میں داخل کیا جائے گا تا کہ حالت عشق میں اُن کی خلوت نشینی اور مخلوق سے روپوشی وہاں بھی برقرار رہے یعنی ستر ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ اویس قرنیؒ کی شکل کے پیدا کر کے ان کے درمیان حضرت اویس قرنیؒ کو بہشت میں داخل کرے گا تا کہ مخلوق ان کو نہ دیکھ سکے سوائے اس شخص کے جس شخص کو اللہ چاہے گا کہ ان کی زیارت کرے کیوں کہ آپؒ نے دنیا میں محض اس لیے چھپ کر خدا کی عبادت کی کہ دنیا کا کوئی آدمی اُن کو نیک نہ سمجھے، اس لیے قیامت کے دن بھی اللہ اُنکو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گا کیوں کہ فرمان

Marfat.com

ہے کہ ''میرے اولیا (دوست) میری قباء کے نیچے ہیں، میرے سوا اُن کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔''

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ ''حضرت اویس قرنی احسان اور عظمت کی رو سے تابعین میں سے اچھے ہیں۔'' جس ہستی کی تعریف خود رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان مبارک سے فرمائیں اس کی تعریف کوئی دوسرا کیا کر سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں ایک ایسا مرد ہے جس کی سفارش سے اللہ تعالیٰ میری اُمت کے اس قدر گناہ گاروں کو قیامت کے دن بخش دے گا جس قدر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑوں کے بال ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! وہ کون شخص ہے اور کہاں رہتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا نام اویسؓ ہے اور وہ یمن کے علاقہ قرن میں رہتا ہے، صحابہ کرام کے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس کو باطنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ آپ کا ایسا دوست حاضر خدمت کیوں نہیں ہوا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دو وجوہات ہیں غلبۂ حال اور تعظیم شریعت! اس

کی والدہ ضعیف اور نابینا ہیں وہ شُتر بانی کر کے ان کی خدمت کرتا ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا، کیا ہم اُن کی زیارت کر سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں! البتہ جناب عمر فاروقؓ ان کو دیکھیں گے ان کے ہاتھ پر درہم

Marfat.com

کے برابر ایک سفید نشان ہے لیکن وہ داغ برص کا نہیں ہے، جب تم دونوں اس سے ملوتو میرا اسلام کہنا اور میری اُمت کے حق میں دعا کے لیے التماس کرنا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت آیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کا پیرہن کس کو دیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اویس قرنیؒ کو۔

چنانچہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ کوفہ میں تشریف لائے تو حضرت اویس قرنیؒ کا پتہ پوچھا۔ تب ایک شخص نے کہا کہ میں ان کو جانتا تو نہیں لیکن ایک دیوانہ سا شُتر بان ضرور رہتا ہے، جو آبادی میں نہیں آتا، زیادہ تر جنگل میں رہتا ہے چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ دونوں اس کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچے تو دیکھا کہ جناب اویس قرنیؒ نماز میں مصروف ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے سلام عرض کیا۔ جناب فاروقؓ اعظم نے جواب میں سلام عرض کیا اور آپؒ سے نام پوچھا۔ آپؒ نے جواب دیا عبداللہ، حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ ہم سب عبداللہ یعنی اللہ کے غلام بندے ہیں آپؒ اپنا خاص نام ارشاد فرمائیں۔ تب آپؒ نے جواب دیا اویسؒ۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اپنا دایاں ہاتھ دکھائیں جب آپؒ نے اپنا ہاتھ اُن کی طرف بڑھایا تو وہ نشان جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا موجود تھا۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؒ کو سلام بھیجا ہے کہ آپؒ میری اُمت کے لیے دعا کریں۔ آپؒ نے فرمایا اے عمرؓ! آپؓ مجھ سے بہت دعا کر سکتے ہیں، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا میں بھی یہی کام کرتا ہوں آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

وسلم کی وصیت بجالائیں۔

حضرت اویس قرنیؓ نے فرمایا شاید کوئی اور اویس ہو جس کی وصیت دی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؓ ہی کا نشان دیا تھا۔

اس کے بعد حضرت اویس قرنیؓ نے کہا۔ اچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس لائیں تا کہ میں دُعا کروں، یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیرہن لیکر ذرا فاصلے پر جا کر سر بہ سجود ہو گئے اور عرض کیا کہ خداوند میں اس وقت تک تیرے حبیب کا پیرہن نہیں پہنوں گا جب تک تو ساری اُمت کو نہ بخش دے کیوں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو میرے حوالے کیا ہے۔ آواز آئی چند آدمی تیری خاطر بخش دیے۔ آپؓ نے پھر کہا میں سب کو بخشوانا چاہتا ہوں اس قیل وقال میں جب سفارش کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی اسی لمحے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ تشریف لے آئے، حضرت اویس قرنیؓ نے ان کو دیکھ کر فرمایا۔ کاش! آپ لوگ ذرا اور صبر کرتے تو میں ساری اُمت کو بخشوا لیتا کیوں کہ میں نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی تھی کہ جب تک تو ساری امت کو نہ بخشے گا میں یہ پیرہن نہیں پہنوں گا۔ بعد ازاں اویسؓ نے وہ پیرہن پہن لیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے جب آپؓ کی طرف نگاہ کی تو خلافت سے جی بھر گیا یعنی آپ کا زہد دیکھ کر آپؓ نے فرمایا کوئی ہے جو ایک روٹی کے عوض خلافت مجھ سے خرید لے۔ حضرت اویس قرنیؓ نے کہا جو عقل مند نہ ہو گا وہی خریدے گا، خرید و فروخت کا یہاں کیا ذکر ہے، پھینک دو جو جی چاہے اُٹھا لے۔ اس کے بعد آپؓ نے نبی کریم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیرہن پہن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس لباس کے طفیل قبیلہ بنی ربیعہ اور قبیلہ بنی مضر کی بھیڑوں کے بال کے برابر اُمت محمدیہ کو بخش دیا۔

اس کے بعد اتّباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موضوع پر گفتگو شروع ہوئی، آپؒ نے فرمایا جب مجھے جنگ اُحد میں حضو صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دانت مبارک شہید ہونے کی خبر ملی تو میں نے اپنا ایک دانت توڑ ڈالا، پھر خیال آیا شاید اس کے بجائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی دوسرا دانت شہید ہوا ہو تو میں نے دوسرا دانت بھی توڑ ڈالا۔ اس طرح ایک ایک کر کے سارے دانت توڑ چکا تو مجھے سکون نصیب ہو گیا، یہ بات سن کر دونوں صحابہؓ پر عجیب رقت طاری ہو گئی او یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ عاشق ظاہری دیدار اور محبت سے کیوں محروم رکھا گیا ہے۔

پھر اسی دوران حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کی ظاہری خستہ حالت دیکھ کر خواہش کی کہ آپؒ ذرا اسی جگہ ٹھہریں میں آپؒ کے لیے کچھ سامان لے آتا ہوں، آپؒ نے جیب سے دو درہم نکال کر دکھائے اور کہا کہ یہ اونٹ چرانے کا معاوضہ ہے۔ اگر آپؓ یہ ضمانت دے دیں کہ یہ درہم خرچ ہونے سے پہلے میری موت نہیں آئے گی تو پھر جو آپ کا جی چاہے لے آیئے ورنہ یہ دو درہم میرے لیے کافی ہیں۔

آپؒ نے پھر ان دونوں صحابہؓ سے کہا کہ اب آپ واپس تشریف لے جائیں قیامت قریب میں اس کے لیے کچھ تیاری کر لوں، وہاں ایک ایسا دیدار نصیب ہونے والا ہے جس سے پھر کبھی محرومی نہیں ہو گی۔ چنانچہ دونوں صحابہؓ واپس تشریف لے آئے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

حضرت اویس قرنیؒ عشق ومحبت کا وہ پیکر تھے جنہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت اور حضوری دور رہ کر بھی میسر تھی، فرطِ محبت میں جنوں کا غلبہ ہوا تو ان کا یہ حال ہو گیا کہ دیوانوں کی طرح گلیوں میں ننگے پاؤں چلتے تھے، پریشان اور خستہ حال دیکھ کر لڑکے مجنوں سمجھتے اور پتھر مارتے جن سے خون بہنے لگتا تب آپؒ بچوں سے فرماتے ''مجھے بڑے پتھروں سے نہیں بلکہ چھوٹے پتھروں سے مارا کرو۔'' تب ان میں سے کسی نے کہا ''اویسؒ! کیا تیرے دعویٰ عشق کی یہی حقیقت ہے کہ بڑے پتھروں کی تکلیف سے خوف زدہ ہو گے ہو؟ آپؒ یہ سن کر فرمانے لگے ''میں بڑے پتھروں سے نہیں ڈرتا بلکہ بات یہ ہے کہ اُن سے خون بہنے لگتا ہے اور وضو ٹوٹ جاتا ہے اور میں بے وضو یادالٰہی نہیں کرسکتا۔''

آپؒ ایک پرانے شکستہ مکان میں رہائش رکھتے اکثر وقت جنگل میں گزارتے اور لوگوں سے بہت کم ملاقات فرماتے تھے، آپؒ ایک شب قیام میں گزارتے اور دوسری شب رکوع میں اور تیسری شب سجدے میں۔ اکثر دن کا وقت بھی عبادت میں گزرتا، ہمیشہ روزہ رکھتے جب افطار کے لیے کچھ میسر نہ ہوتا تو کھجور کی گھٹلیاں چن کر بیچتے اور ان کی قیمت سے چند لقموں کا سامان کر لیتے۔ آپؒ کے ہمسائے آپ کو دیوانہ سمجھتے تھے آپؒ کا لباس ہمیشہ پرانا اور شکستہ ہوا کرتا تھا، نماز کے بعد اس کو سیتے، علی الصبح گھر سے نکل جاتے اور عشا کی نماز کے بعد گھر واپس آتے۔

ایک مرتبہ حضرت اویس قرنیؒ نے مسلسل تین دن تک کچھ بھی نہیں کھایا پیا۔ چوتھے دن آپؒ باہر تشریف لائے، یکایک آپؒ کی نگاہ زمین پر پڑی تو بہت سی اشرفیاں پڑی دکھادیں، مگر آپؒ نے توجہ نہیں کی، آگے چلے تو دیکھا ایک بکری منہ میں گرم روٹی

Marfat.com

لیے چلی آرہی ہے بکری آپؒ کے قریب آکر ٹھہر گئی اور روٹی آپؒ کے سامنے ڈال دی، مگر آپؒ نے اس روٹی کو نہ چھوا کہ شاید کسی کی اُٹھائی ہوئی ہو اور آگے چلنے لگے تب بکری نے صاف زبان میں کہا۔

اویسؒ! یہ تیرا ہی رزق ہے اور رزقِ حقیقی نے تجھے ہی بھیجا ہے۔ یہ سن کر آپؒ نے روٹی لے لی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ کی ملاقات کے باعث آپ مشہور ہو گئے تو وہاں سے ترکِ وطن کر کے کوفہ تشریف لے گئے تاکہ گم نامی کی حالت میں رہیں۔ کوفہ میں صرف ایک مرتبہ ہرم بن حبانؒ نے آپؒ کو دیکھا پھر کسی نے آپؒ کو نہ دیکھا۔

حضرت ہرم بن حبانؒ حضرت اویس قرنیؒ سے ملاقات کے شوق میں ان کو تلاش کرتے رہے اور پھر اتفاقاً آپ کی ملاقات دریائے فرات کے پاس ہوئی جہاں آپؒ وضو کر رہے تھے۔ حضرت ہرم بن حبانؒ ان کو پہچان کر (جو ان کی صفات سن رکھی تھیں وہ دیکھ کر) آپؒ کے پاس پہنچے اور سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا "وعلیکم السلام یا ہرم بن حبان"۔ حضرت ہرم بن حبانؒ نے دریافت کیا آپؒ نے مجھے کیسے پہچانا؟ انہوں نے کہا۔ میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا پھر آپ نے حضرت اویسؒ سے نصیحت فرمانے کے لیے بہت اصرار کیا۔

آپ نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم" پڑھا اور چیخ مار کر گر پڑے ہوش میں آئے تو فرمانے لگے میرے رب کا ذکر بلند ہے سب سے زیادہ حق اس کا قول ہے اور سب سے اچھا اسی کا کلام ہے پھر مفید کلمات فکرِ آخرت کی نسبت تلقین فرمائے۔

Marfat.com

پھر فرمایا ''جس کسی نے خدا کو پہچان لیا ہو میں نہیں جانتا کہ موت کے ماسوائے محبت اختیار کرے اور راحت پائے۔ حضرت ہرم بن حبانؒ نے کہا کہ کچھ وصیت بیان فرمائیں، آپؒ نے فرمایا موت کو اپنے سرہانے سمجھو، گناہ کو حقیدمت سمجھو بلکہ بُرا سمجھو کہ اس کی وجہ سے گناہ گار بنتے ہو۔ کتاب اللہ اور اہل اصلاح کا راستا اختیار کرو اور موت کو ایک دن کے لیے بھی فراموش نہ کرو۔ حضرت ہرم بن حبانؒ نے چاہا کہ چند قدم آپؒ کے ساتھ چلیں مگر آپؒ نے اجازت نہ دی اور پھر ایک طرف چل دیے، حضرت ہرمؒ دور تک انہیں جاتا دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

:❀:❀:❀:❀:❀:

حضرت اویس قرنیؒ نے فرمایا۔ ''السلامۃ فی الواحدۃ'' یعنی تنہائی میں سلامتی ہے جس کا دل اللہ کے لیے مخلوق کی محبت سے خالی اور دنیاوی خواہشات کے ہجوم سے تنہا ہو جائے وہ مخلوق کی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور غیر کے اندیشے اور فکر سے بھی بے نیاز رہتا ہے جسے حقیقی خلوت گزینی اور تنہائی کی عادت نصیب ہو گئی وہ لوگوں کی مجلس میں بیٹھا ہو تب بھی اس کی تنہائی میں خلل واقع نہیں ہوتا اور جو مخلوق کے خیال اور محبت میں محو ہو وہ خلوت میں بھی فارغ نہیں ہوتا اس لیے آپؒ نے فرمایا۔ ''علیک بالقلب'' اپنے دل کی حفاظت کر۔

جس دل کو محبت الٰہی کی دولت نصیب ہو جائے اُسے انسانوں سے ملنا جلنا نقصان نہیں دیتا اور جو مخلوق کی محبت میں گرفتار ہو اس کے دل پر اللہ کی محبت کا گزر نہیں ہوتا۔ لوگو! ارشاد الٰہی ہے کہ ''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے'' (سورہ الزمر۔۳۶)

Marfat.com

ربیع کہتا ہے کہ اویسؒ کی تلاش میں روانہ ہوا چنانچہ جب میں ان کے پاس پہنچا وہ صبح کی نماز میں مشغول تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر تسبیح شروع کی یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا اسی طرح دو نمازوں کے درمیاں تسبیح پڑھتے اور وقت پر نماز ادا فرماتے یہاں تک کہ تین دن کامل گزر گئے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ ہی آرام کیا۔ چوتھی رات میں نے دیکھا کہ یوں ہی ذرا سی آنکھ لگی مگر فوراً بیدار ہو کر دعا کرنے لگے کہ خداوند میں ایسی آنکھ سے جو زیادہ سوئے اور ایسے پیٹ سے جو زیادہ کھائے تیری پناہ چاہتا ہوں، میں نے یہ حال دیکھ کر دل میں کہا میرے لیے اتنی ہی بات کافی ہے چنانچہ میں واپس چلا آیا۔

لوگوں نے پوچھا نماز میں خشوع کسے کہتے ہیں؟ فرمایا ''اگر اس شخص کے نیزہ بھی مار دیا جائے تو خبر تک نہ ہو۔''

لوگوں نے آپؒ سے پوچھا کہ آپؒ کیسے ہیں؟ تو فرمایا۔ جو صبح کو بیدار ہو، مگر نہیں جانتا کہ شام تک اس کو موت مہلت دے گی یا نہیں۔ لوگوں نے مزید پوچھا کہ آپ کا کام کیا ہے؟ تو فرمایا سفر
کی درازی اور بے توشہ ہونے کی وجہ سے آہ کرتا ہوں۔

آپؒ نے فرمایا اگر تو زمین و آسمان کے برابر بھی عبادت کرے تو جب تک یقین کامل خدا پر نہ ہو وہ عبادت قبول نہ کی جائے گی تب اس شخص نے عرض کیا کہ کس طرح اس پر یقین کروں؟ آپؒ نے فرمایا جو کچھ تجھ کو حاصل ہے اسی پر قناعت کرتا کہ اس کی عبادت میں کسی دوسری شے کی طرف رغبت نہ رہے۔

آپؒ نے فرمایا جو شخص تین چیزوں کو محبوب سمجھتا ہے دوزخ اس کی شہ رگ

Marfat.com

سے بھی زیادہ نزدیک ہے، اول اچھا کھانا، دوئم عمدہ لباس، سوئم امیروں کیساتھ بیٹھنا۔

آپؓ نے فرمایا جس شخص نے خدا کو پہچان لیا اس پر کوئی چیز مخفی نہ رہی کیوں کہ خدا کو اس کی خدائی سے پہچانتے ہیں جس شخص نے خدا کو سمجھا وہ ہر چیز سمجھ جاتا ہے۔

تنہائی میں سلامتی ہے، تنہا فرد ہوتا ہے اور وحدت یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کا خیال نہ آئے۔ ظاہری تنہا رہنا ٹھیک نہیں کیوں کہ دو آدمیوں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

دل کو حاضر رکھو تا کہ غیر کو اس میں دخل میسر نہ ہو۔

بلندی عاجزی میں ہے، سرداری سچائی میں ہے، نسبت پرہیزگاری میں ہے بزرگی قناعت میں ہے، سب لاپرواہی توکل میں ہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

حضرت اویس قرنیؓ کا عشق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ تھا

حضرت اویس قرنیؓ کی سیرت کے بہت سے گوشے بھی تاریخ سے پوشیدہ ہیں، آپؓ کا بچپن کس طرح گزرا ہوگا یا ان کے

آباؤ اجداد کا پیشہ کیا تھا یا آپؓ نے حصول تعلیم کس قسم کی حاصل کی، اکثر بزرگوں کا خیال ہے کہ آپؓ نے براہ راست رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض وعلم روحانی طور پر حاصل کیا تھا۔ بلاشبہ آپؓ نے روحانی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اکتساب علم وفضل کیا ہوگا جب آپ کا رابطہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ ہوا تو پھر آپ کی تربیت روحانی طور پر ہوئی اور آپؓ نے فیض حاصل کیا۔ بہرحال آپؓ نے ایسی تعلیم ضرور حاصل کی تھی کہ آپؓ کی شخصیت لازوال شہرت اختیار کر گئی۔

Marfat.com

آپؒ اس دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے بزرگ تھے اجرت پر شُتر بانی کیا کرتے تھے شتر بانی کی اُجرت سے آپؒ اپنی اور اپنی والدہ کی خورد ونوش کا انتظام کیا کرتے، یمن میں آپؒ جیسا کوئی مفلس و بے نوا نہ تھا۔ آپؒ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں گزار دیا۔ آپؒ علائق دنیاوی سے ہمیشہ آزاد رہے نہ ہی مکان کی پرواہ نہ ہی اچھا کھانے کی فکر! جنگل میں درختوں کے سائے یا بوسیدہ سائبان استعمال کرتے۔ آپؒ کو دنیا سے نفرت تھی صبح اذان کے وقت گھر سے نکل جاتے اور نماز عشا کے وقت گھر تشریف لاتے، آپؒ بے حد گوشہ نشین تھے شہرت و اختلاط کو ناپسند کرتے تھے، عشق رسول میں سرتاپا مستغرق تھے، آپؒ نے کبھی عبادت میں کوتاہی نہیں کی، فنا کے اس درجے پر تھے کہ جہاں شہرت، نام نمود اور اہل دنیا سے اختلاط کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

آپؒ تھوڑے بہت طعام اور تن پر موجود کپڑوں کے علاوہ کبھی کچھ اپنے پاس نہیں رکھتے تھے اور جو کچھ بھی غذا اور کپڑے میں سے بچ رہتا اسے خیرات کر دیتے۔ آپؒ نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے مجاہدات کیے اور عبادات میں اکثر مستغرق رہے۔

آپؒ ساری رات قیام میں گزارتے تو دوسری رات رکوع میں گزارتے اور تیسری رات سجدے میں گزار دیتے تھے۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ آپؒ کیا اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ روزانہ ایک ہی حالت میں گزار دیں (کیوں کہ آپ کا جسم کمزور و ناتواں تھا) تو آپؒ نے جواب میں فرمایا۔

''دراز راتیں کہاں ہیں؟ کاش ازل سے ابد تک ایک ہی رات ہوتی جس سے ایک سجدہ کر کے گریہ بسیار کرنے کا موقع نصیب ہوتا۔ افسوس کہ راتیں اتنی چھوٹی

Marfat.com

ہیں کہ صرف ایک ہی مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہہ پاتا ہوں کہ دن طلوع ہو جاتا ہے۔"

آپؒ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول ومحو رہتے، حضرت اسیر بن جابرؒ فرماتے ہیں کہ "ہمارے حلقہ ذکر میں حضرت اویس قرنیؓ بھی شریک ہوا کرتے تھے، مگر ہمارے دلوں پر ذکر الٰہی کا سب سے زیادہ اثر ان ہی کے ذکر کا ہوتا تھا۔

بلاشبہ عبادات وریاضات صرف رضائے الٰہی اور قرب الٰہی کو حاصل کرنے کے لیے ہی کی جاتی ہیں اور ہمیں بزرگوں کی سوانح کے مطالعہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بزگوں نے عبادات کے ساتھ نفس کشی بھی کی اور طعام سے اپنے نفوس کو دور رکھا۔

حضرت عمار بن یوسفؒ کا بیان ہے کہ کسی نے حضرت اویس قرنیؓ سے دریافت کیا کہ آپ صبح وشام کس طرح گزارتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا صبح اللہ تعالیٰ کی محبت میں رہتا ہوں اور شام کو اس کی حمد وثنا میں! ویسے تم ایک ایسے انسان کا حال دریافت کرتے ہو جو صبح کو شام تک کی زندگی کا یقین نہیں رکھتا اور شام کو صبح تک کی زندگی کا، کیوں کہ موت اور اس کی یاد نے مومن کے لیے کوئی خوشی باقی نہیں رکھی اور مال میں اللہ تعالیٰ کے حق نے مسلمان کے لیے سونے چاندی کی گنجائش باقی نہ رکھی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے مسلمان کا کوئی دوست نہ رہنے دیا۔ کیونکہ جب ہم نیکی کی ترغیب اور برائی سے روکتے ہیں تو وہ ہمیں برا جانتے ہیں ہماری بے حرمتی کرتے ہیں اور ہمارے مقابلے میں اہل فسق کو اپنا ہمنوا بنا لیتے ہیں اور مجھ پر بڑے بڑے بہتان باندھ دیے جاتے ہیں۔ مگر ہمیں صرف ایک ہی مددگار کافی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ عزوجل۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر غروب آفتاب کے وقت صحابہ کرام کے ہم راہ شہر سے باہر تشریف لے جاتے اور یمن کی جانب رخ فرما کر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

''مجھے یمن کی طرف سے نفس الرحمٰن کی خوشبو آتی ہے۔''

سلام بن مسکین کہتے ہیں ''ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا دوست اس اُمت میں اویس قرنیؓ ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے (محبوب) بندوں میں سے برگزیدہ بندوں کو دوست رکھتا ہے جو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔'' صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایئے وہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''وہ اویس قرنیؓ ہیں۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بالتحقیق اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان کے پاک نفوس مخفی فرماں برداروں کو پسند کرتا ہے جن کے بال پریشان، چہرے خاک آلود اور شکم بجز کسب حلال کے بھوکے اور لاغر ہوتے ہیں وہ ایسے لاپرواہ ہوتے ہیں کہ اگر بادشاہ بھی ملے اور ان سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کرے تو وہ اجازت نہ دیں، اگر مال اور عورتیں نکاح کرنا چاہیں تو وہ نکاح نہ کریں، اگر غائب ہو جائیں تو کوئی ان کو تلاش نہ کر سکے اگر مر جائیں تو کوئی ان کے جنازے میں شریک نہیں ہوتا، اگر ظاہر ہوں تو کوئی ان کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتا۔ بیمار ہوں تو کوئی ان کی عیادت نہیں کرتا۔

Marfat.com

صحابہ کرامؓ نے استفسار کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! وہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اویس قرنیؓ ہے۔

آپ جلیل القدر تابعین اور مقتدائے اربعین میں سے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اویسؓ حسان ومروت کے اعتبار سے بہترین تابعین میں سے ہیں۔"

یہ نہایت دکھ کی بات ہے کہ ہمیں حضرت اویس قرنیؓ جیسے عاشق صادق کی وفات یا شہادت کے سلسلے میں تحقیق اور مورخین کی مختلف روایات میں اختلاف دکھائی دیتا ہے بعض مورخین اور تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ آپؒ نے بیماری سے وصال پایا جب کہ بعض کا خیال ہے کہ آپؒ نے شہادت پائی۔ ہم اپنے محترم قارئین کی خدمت میں تمام تر حاصل شدہ روایات پیش کر دینے میں عافیت محسوس کرتے ہیں سب سے زیادہ روایات میں حضرت اویس قرنیؓ کی شہادت ہی کو تسلیم کیا گیا ہے۔

ایک روایت میں حضرت اویس قرنیؓ نے جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہم راہ بڑھ کر جام شہادت نوش کیا یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد کی بیعت کی اور جنگ میں لڑ کر شہید ہوئے۔

اسی طرح ایک اور جگہ درج ہے کہ حضرت اویس قرنیؓ کو راہِ خدا میں شہادت کی بڑی تمنا تھی اور اس کے لیے وہ دعا بھی کیا کرتے تھے خدا نے جنگ صفین میں ان کی یہ آرزو پوری کر دی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حمایت میں انہوں نے شہادت پائی۔

دوسری طرف حضرت مولانا جامیؒ نے حضرت ہرم بن حبانؒ کی ایک روایت درج کی ہے کہ حضرت اویس قرنیؓ جنگ آذربائیجان میں شرکت کے لیے گئے اور وہیں

Marfat.com

راستے میں اسہال کی بیماری سے انتقال فرمایا۔ان کے احباب نے قبر کھودنی چاہی تو پتھر میں کھدی کھدائی قبر مل گئی تو اسی قبر میں دفنا دیا۔واپسی پر قبر کا نشان بھی مٹ چکا تھا۔

حضرت جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ دستوں کی بیماری سے دوران سفر وفات پائی،اس وقت ان کے جسم پر دو کپڑے ایسے تھے جو دنیاوی کپڑوں میں سے نہ تھے۔ایک یہ بھی روایت ہے کہ دو آدمی قبر کھودنے گئے مگر انہیں پتھر میں کھدی ہوئی قبر مل گئی ایسا تازہ کھدی ہوئی قبر کہ جیسے ابھی کھودی گئی ہو،پھر ان کی تجہیز و تکفین کی گئی اور اسی قبر میں دفن کر کے وہاں سے چلے گئے پھر واپسی میں جب وہاں گئے تو قبر کا نشان تک نہ تھا۔اسی لیے آپؓ کے مزار مبارک کے بارے میں بھی ہمیں متعدد ثبوت ملتے ہیں جیسا کہ دوران سفر بہ حالت عراضہ اسہال وفات پائی تو آپؓ نے یہ سفر آذربائیجان کی جنگ میں شرکت کے لیے کیا تھا چنانچہ آپؓ کا مزار مبارک اسی راستے میں ہونا چاہیے،مگر یہ بھی روایت ہے کہ آپؓ کی قبر کا نشان بھی مٹ گیا۔

جناب علامہ فیض احمد اویسی صاحب نے لکھا ہے کہ مختلف مقامات پر آپؓ کے سات مزار پائے جاتے ہیں،مگر آپ نے ان میں سے پانچ کی تفصیل درج کی ہے۔

1۔ آپؓ کا ایک مزار نواح سندھ (حدود ٹھٹھہ) میں واقع ہے اکثر حاجت مند اور درویش حضرات اس مزار پر آکر چلہ کشی کرتے ہیں۔

2۔ آپؓ کا مزار بندرگاہ زبید میں واقع ہے،حاجی اس مزار کی بھی زیارت کرتے ہیں۔

3۔ آپؓ کا مزار غزنی افغانستان میں موجود ہے۔

Marfat.com

4۔ آپؒ کا مزار شریف دور سرحد ایران کے قریب واقع ہے۔

5۔ ملک شام میں ہے۔علامہ الحاج نے خدابخش اظہر شجاع آبادی نے اپنے سفرنامے میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔اور متعدد مزار ہونے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک دفعہ جب آپؒ خاص حالت میں بیٹھے ہوئے تھے تب چھ درویش بھی آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؒ پر روحانی کیفیت طاری تھی جس سے مغلوب ہو کر مستی و سکر میں آپؒ کی آنکھیں ان چھ درویشوں پر پڑگئیں اور ایسی کاری اور بااثر پڑیں کہ ان سب کو اپنا سا بنا دیا یعنی ان کی ہیت اصل بدل گئی اور سب کے سب حضرت اویس قرنیؓ کے ہم شکل اور ہم وضع ہو گئے پھر کسی نے نہ پہچانا کہ خواجہ اویس قرنیؓ کون ہیں؟

جب وہ درویش آپؒ سے رخصت ہو کر اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے تو وہاں کے لوگوں نے یہی جانا کہ یہ حضرت اویس قرنیؓ ہیں اور جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی قبر بھی خواجہ ہی کے نام سے مشہور ہوئی، مگر حقیقت اس کی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اصلی قبر کون سی ہے۔

ایک مزار یمن میں بھی ہے، وہ بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے آپؒ کے مزار مقدس پر حضرت مظہر جمال اللہ، معشوق اللہ جلال الدین قدس سرہ نے چالیس چلے کھینچے۔آپؒ کے مزار پُر انوار پر چلہ کشی سے اس قدر روحانی فیض حاصل کیا کہ قطرہ سے دریا بن گئے تھے۔واللہ علم بالصواب۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

تا قیامت عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرشار اہل اسلام بہت

Marfat.com

دکھائی دیں گے مگر جو مقام حضرت اویس قرنیؓ کو تاریخ میں حاصل ہو چکا ہے وہ شاید ہی کوئی دوسرا حاصل کر سکے بلکہ یقیناً کوئی بھی دوسرا یہ مقام حاصل نہیں کر سکتا کیوں کہ آپؓ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار بہ ظاہر تو نہیں کیا تھا مگر اس دور میں موجود تو تھے۔ بھلا یہ فضیلت کوئی دوسرا کیسے حاصل کر سکتا ہے۔

اہل اسلام کے لیے سب سے اہم اور اولین بات ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ ہر چیز سے زیادہ محبت کرنا ہے یعنی ماں باپ، بہن بھائی اور آل اولاد سے بھی زیادہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا جذبہ وہ جذبہ جو حضرت اویس قرنیؓ کو حاصل تھا ہمیں بھی عطا فرمائے..... (آمین)

اس بات کی وضاحت کر دوں کہ اہل اللہ میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو اپنے آپ کو اویسی کہلاتا ہے، اویسی لوگوں کو مرشد کی ضرورت نہیں ہوتی ان کو براہ راست درگاہ نبوت باطن حاصل ہوتا ہے جیسا کہ حضرت اویسؓ کو حاصل ہوا حالانکہ آپؓ نے آنکھوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ یہ ایک اعلیٰ مرتبہ ہے جو بے حد خوش نصیب مگر خال خال مردانِ خدا کو حاصل ہوتا ہے۔

:❋:❋:❋:❋:❋:

Marfat.com

# کتابیات

| مصنف | | کتاب کا نام | |
|---|---|---|---|
| امام ابو حامد محمد الغزالی<br>ترجمہ: مولانا ندیم الواجدی | | احیاء العلوم | 1 |
| حضرت مولانا محمد زکریا صاحب | | فضائل اعمال | 2 |
| ترجمہ: مولانا مفتی جعفر حسین صاحب | | صحیفۂ کاملہ | 3 |
| امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی | | حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیا | 4 |
| سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ<br>ترجمہ: حضرت مولانا سید عبدالدائم جلالی | اردو | غنیۃ الطالبین | 5 |
| حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ<br>ترجمہ: حضرت شمس بریلوی | اُردو | نفحات الانس | 6 |
| شیخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ<br>ترجمہ: حضرت شمس بریلوی | | عوارف المعارف | 7 |
| شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکیؒ<br>ترجمہ: مولانا صدر عالم عبدالرحمٰن صاحب | | قوت القلوب | 8 |
| حضرت شاہ سید محمد ذوقیؒ | | سرِّ دلبراں | 9 |
| حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمیؒ | | سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | 10 |
| ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب | | اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | |
| پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب | | جانِ جاناں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | 11 |
| ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ | | ملفوظات شریف | 12 |
| مفتی احمد یار خان نعیمیؒ | | شانِ حبیب الرحمٰن من آیات القرآن | 13 |
| تالیف حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ | | تذکرۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | 14 |

Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| 15 | اللہ کے سفیر | جناب خان آصف مرحوم |
| 16 | اللہ کے وَلی | جناب خان آصف مرحوم |
| 17 | سفیرانِ حرم | جناب خان آصف مرحوم |
| 18 | الغزالیؒ | علامہ شبلی نعمانی |
| 19 | الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ | علامہ شبلی نعمانی |
| 20 | سیرۃ الاولیاء | تالیف سید محمد بن مبارک کرمانی ''میر خورد'' ترجمہ: غلام احمد بریاں |
| 21 | اخبارُ الاخیار | شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ |
| 22 | سکینۃ الاولیاء | شہزادہ محمد داراشکوہ قادری |
| 23 | شانِ اولیاء | موئف حضرت علامہ شاہ مراد سہروردی |
| 24 | کراماتِ اولیاء | حضرت امام عبداللہ یافعی یمنی |
| 25 | تذکرۃ اولیاء | حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ |
| 26 | منہاج العابدین | امام محمد الغزالیؒ ترجمہ: ابوثوبان سید محمد اسد اللہ اسد |
| 27 | طبقات الصوفیہ | تالیف عبدالرحمٰن محمد بن الحسین السلمی ترجمہ: مولانا امداد اللہ انور |
| 28 | ولی اللہ | محمد الیاس عادل |
| 29 | مکاشفۃ القلوب | امام محمد الغزالیؒ |
| 30 | تاریخ مشائخ چشت | خلیق احمد نظامی |
| 31 | سیرۃ الاولیاء | عبدالرب درویش |
| 32 | بستانِ اولیاء | مولانا حافظ محمد اسحاق دہلویؒ |
| 33 | کشف المحجوب | مخدوم سید علی ہجویریؒ ترجمہ: مفتی غلام معین الدین نعیمی |


Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| 34 | فیضان سُنّت | علامہ مولانا ابوالبلال محمد الیاس قادری |
| 35 | شام کربلا | حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی |
| 36 | شہادت حسین رضی اللہ عنہ | حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب |
| 37 | سیرت طیبہ پنجتن پاک | جناب منصور احمد بٹ |
| 38 | سیدہ کا لال | علامہ راشد الخیری |
| 39 | یارانِ طریقت | میاں مشتاق احمد عظمی |
| 40 | حیات امام احمد بن حنبل | محمد ابوزہرہ۔ترجمہ: سید رئیس احمد جعفری ندوی مرحوم |
| 41 | تاریخ نجد و حجاز | مفتی عبدالقیوم قادری |
| 42 | اکیس جلیل القدر تابعین کرام | حضرت مولانا محمد عبدالرحمان مظاہری |
| 43 | سیرت پاک حضرت بہاالدین زکریا | پیر سید ارتضٰی علی کرمانی |
| 44 | سیرت پاک حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر | پیر سید ارتضٰی علی کرمانی |
| 45 | سیرت پاک امام ابوحنیفہ | پیر سید ارتضٰی علی کرمانی |
| 46 | سیرت پاک حضرت لال شہباز قلندر | پیر سید ارتضٰی علی کرمانی |
| 47 | سیرت پاک حضرت شیخ علی ہجویری | جناب ارتضٰی شاہ |
| 48 | سیرت پاک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی | پیر سید ارتضٰی علی کرمانی |
| 49 | حضرت سیدنا علی المرتضٰی | پروفیسر خالد پرویز |
| 50 | حضرت علیؓ کے فیصلے | جناب علی ریحان سید |
| 51 | حضرت ابوبکر صدیقؓ کی باتیں | جناب اشتیاق احمد |
| 52 | حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ | پروفیسر خالد پرویز |
| 53 | خلفائے راشدین | حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی |
| 54 | عشرۂ مبشرہ | پروفیسر خالد پرویز |
| 55 | سیرت پاک امام مظلوم سیدنا عثمانؓ ذی النورین | مولانا سید نورالحسن بخاری |

Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| 56 | خلفائے راشدینؓ | جناب حکیم محمود ظفر |
| 57 | زندگیاں صحابہؓ کی | ڈاکٹر عبدالرحمٰن رافت پاشا ترجمہ ابو جاوید اقبال احمد قاسمی |
| 58 | سیرت پاک عاشق رسول حضرت اویس قرنیؒ | حضرت پیر سید ارتضیٰ علی کرمانی |
| 59 | تاریخ تصوف | پروفیسر یوسف سلیم چشتی |
| 60 | فتوح الغیب | حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ |
| 61 | سراج منیر | حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی |
| 62 | خصائص مصطفیٰ ﷺ | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 63 | شمائل مصطفیٰ ﷺ | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 64 | حسن سراپائے رسول ﷺ | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 65 | تذکرے اور صحبتیں | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 66 | فلسفۂ نماز | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 67 | العرفان فضائل و آداب قرآن | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 68 | سلوک و تصوف | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 69 | فلسفۂ معراج النبی ﷺ | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 70 | عقیدۂ شفاعت | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 71 | ذکر مصطفیٰ ﷺ | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 72 | حضور اکرم کی عظمت و اختیارات | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 73 | شہر مدینہ اور زیارت رسول ﷺ | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 74 | ذکر الٰہی | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 75 | محبت الٰہی | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 76 | اسیران جمال مصطفیٰ ﷺ | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 77 | تحفظِ ناموس رسالت | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 78 | ایمان کا مرکز و محور ذات مصطفیٰ ﷺ | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |

Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| 79 | حُسن احوال | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 80 | عشق رسول ﷺ | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 81 | مناقب عثمان بن عفانؓ | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 82 | تعلیمات اسلام | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 83 | فضیلت درود سلام | ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| 84 | مسند امام اعظم | مولانا خورشید عالم صاحب |
| 85 | اللہ والے | حفیظ گوہر |
| 86 | بزرگوں کے عقیدے | مفتی جلال الدین احمد امجدی |
| 87 | تذکرہ اولیائے پاک و ہند | ڈاکٹر ظہور الحسن شارب |
| 88 | آرٹیکل / مضامین | ڈاکٹر مسعود احمد |
| 89 | آرٹیکل | جاوید احمد مظہری |
| 90 | امام مالکؒ | محمد ابوزہرہ ترجمہ عبداللہ قدسی |
| 91 | شعیب الایمان | امام ابی بکر احمد بن الحسین البیہقی<br>ترجمہ مولانا قاضی ملک محمد اسماعیل |
| 92 | ہشت بہشت | حضرت عثمان ہارنی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ<br>حضرت بابا بختیار کاکیؒ۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود<br>گنج شکرؒ۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ |
| 93 | ملفوظات شریف | محمد نصیر الدین چراغ دہلویؒ |

نوٹ:۔ ''اے میرے رب ان تمام نفوس قدسیہ کی متبرک تصانیف سے میں نے یہ تمام مضامین تیار کئے ہیں ان سب حضرات کو جو وفات پا چکے ہیں اُن کی ارواح پاک پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا رہے اور وہ حضرات جو حیات ہیں اُن پر اپنی خاص عنایتیں اور رحمتیں عطا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین''

Marfat.com

ملک مقبول احمد
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم
۵۰ نامور ادبی شخصیات
پذیرائی
نیا علم شفا بخشی
رہنمائے حج و عمرہ
سیاحت نامہ ترکی
گلشن ادب
سفر جاری ہے
آپس کی باتیں
گمشدہ افسانے
اہلِ قلم کے خطوط
ارمغانِ غزل

Marfat.com

# ذکرِ صالحین

اختر شجاعت

Marfat.com